

دھنک

رابعہ خان

www.Novelshub.pk

"آخری اطلاعات کے مطابق شادی کوئی ایسے سوگ کا نام نہیں جس پر سوگ منایا جائے۔"

"میرے لئے تو کسی سوگ سے کم بھی نہیں ہے۔ غضب خدا کا۔ اتنی زبردستی تو لڑکی والوں نے لڑکی

کے ساتھ نہیں کی ہوگی، جتنی آپ لوگ میرے ساتھ کر رہے ہیں۔"

اس کا موڈ سخت خراب تھا۔ اب کہ رمشتہ زور سے ہنس پڑی تھی۔

"باااااااا۔۔ ہم نے جو کہہ دیا وہ ہو کر رہے گا سمجھے میاں۔۔! شادی تو تمہاری وہیں ہوگی جدھر ہم

چاہیں گے۔ اور یہ جو دماغ میں خناس بھرا ہے ناں کہ میں نے اپنے مطابق لڑکی سے شادی کرنی ہے۔۔

اس زہر کو نکال دو اپنے دماغ سے۔ ہمارے پٹھان گھرانوں میں زبردستی صرف لڑکیوں کے ہی نہیں

بلکہ لڑکوں کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اور تمہارے ساتھ بھی ہم زبردستی ہی کر رہے ہیں۔۔ سمجھے

تم۔۔؟"

بڑا ہی وہ کیا کہتے ہیں۔۔ مردانگی پر کاری وار جیسا سوال کیا تھا شیر افگن نے۔ اس نے لب بھینچ کر اپنے

دبنگ والد کی جانب دیکھا تھا۔ وہ خوب گرجنے کے بعد ٹیبل سے اٹھ رہے تھے۔

"اللہ کا واسطہ غصہ نہ کریں۔۔ بچہ اب بڑا ہو گیا ہے۔۔"

سمیرا بیگم نے دہل کر اپنے شوہر کی جانب دیکھا تھا۔

"بچہ بڑا نہیں۔۔ گدھا ہو گیا ہے۔۔"

وہ کہہ کر کچن سے نکل گئے تھے۔ دادی اور رمشہ اب مل کر ہنس رہی تھیں۔ سمیرا بیگم نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"ہنس لیں۔۔ ہنس لیں۔۔ کھل کر ہنسیں۔ یہ گھٹ کر ہنسنے میں کیا مزہ آئے گا۔؟"

وہ اب لال بھبھو کا چہرہ لیئے ٹیبل سے اٹھ رہا تھا۔ گھر کی تینوں خواتین نے اس کے اٹھتے ہی گہرا سانس بھرا تھا۔۔

جس طرح شیر افگن اپنے پختون گھرانے کے ایک ہی چشم و چراغ تھے، اسی طرح ارسل بھی انکا ایک ہی لختِ جگر تھا۔ اس سے چھوٹی بیٹی رمشہ تھی۔ گھر کا ماحول انتہائی خوشگوار تھا۔ شیر افگن کے برعکس ارسل کا مزاج خاموش اور خاصہ سنجیدہ تھا۔ شیر افگن تو عمر کے اس حصے میں بھی شوخ و شرارتی تھے۔

اور یہ شرارت وہ اتنے ٹھنڈے انداز میں کرتے کہ آگے والا اپنی بے عزتی محسوس کرتے کرتے رہ جاتا۔

اس سارے عرصے میں ارسل اپنی پڑھائی مکمل کر کے شیر افگن کے ساتھ بزنس سنبھالے ہوئے تھا۔ اب مسئلہ اسکی شادی کا تھا۔ وہ وہاں شادی نہیں کرنا چاہتا تھا جہاں اس کے گھر والے چاہتے تھے۔ بلکہ وہ اپنی کلاس میٹ آمنہ کو پسند کرتا تھا۔ اور اس کا یہ حوصلہ اسی لیئے اتنا بڑھا تھا کیونکہ اس یک طرفہ پسند کی بات صرف اسی تک محدود نہیں تھی۔ آمنہ بھی اسے پسند کرتی تھی اور بارہا وہ اپنی پسند کا اظہار بھی کر چکی تھی۔ وہ ایک ماڈرن گھرانے سے تعلق رکھنے والی لڑکی تھی۔ ارسل کے پختون گھرانے میں خاصی "مس فٹ" سی۔۔ مگر وہ پھر بھی بضد تھا کہ اسے ہی بیاہ کر لائے گا۔ سارا گھرانہ سلطان راہی بنا، ہاتھ میں یہ بڑا سا گنڈا سہ لیئے اس کے بھونڈے سے فیصلے کے خلاف تھا۔ اور چلو وہ باقی سب کو تو منا ہی لیتا لیکن شیر افگن جیسی بڑی سی چٹان کو سر کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

وہ اپنی پختون برادری میں اس کے لیئے رشتہ بھی دیکھ چکے تھے، جسے وہ قبولنے کے لیئے ہر گز بھی تیار نہیں تھا۔ مگر پھر بھی سب گھر والوں کے سامنے مجبور ہو کر اس نے ہتھیار ڈال ہی دیئے تھے۔ اور اسی زور زبردستی کے رشتے کے باعث وہ بے حد چڑچڑاہنے لگا تھا، مگر وہاں پرواہ کسے تھی۔۔؟ جو

ہونا تھا وہ تو ویسے بھی ہو کر رہنا تھا۔ اس نے چار و ناچار اپنے گھر والوں کے سامنے گھٹنے ٹیک ہی دیئے تھے۔۔

"ارسل وہ ایک سلجھی ہوئی اور بہت پیاری سی بچی ہے بیٹا۔ تمہارے بابا تمہارے لیئے بنا سوچے سمجھے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ تم یوں چڑچڑے مت رہو بچے۔۔ تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گے۔۔"

وہ ایک رات عشاء پڑھنے کے بعد ماں کے ساتھ آ بیٹھا تو وہ اسکی اتری شکل دیکھ کر آہستہ سے بولیں۔

اگر جوان کی یہ آواز شیر کے کانوں میں پڑ جاتی تو ارسل کی وہ درگت بنتی کہ سارا شہر سنتا۔

اس نے تنگ ہوتے دل کے ساتھ آہستہ سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ وہ مسکرائیں پھر اس کے بالوں سے بھرے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔

"میں نے خود دیکھا ہے بچے اسے۔۔ وہ بہت بردبار اور دھیمے مزاج کی لڑکی ہے۔۔ وہ ضرور تمہاری عمر بھر کا بہترین ساتھی ثابت ہوگی"

اور اس نے ایک بار پھر سے بھاری دل لیئے سر ہلادیا تھا۔۔

دوسری جانب اس بردبار اور دھیمے مزاج کی لڑکی نے اپنے سیاہ بالوں کو ایک انداز سے کندھے کے اس طرف جھٹکا تھا۔ اس نے سیاہ لباس کی ہتھیلیوں تک کو چھوتی آستینیں سپاٹ چہرے کے ساتھ اوپر چڑھائی تھیں۔ اس کے سفید رنگ میں گھلی ہلکی سی سرخی اس پر بات پر گواہ تھی کہ وہ سخت طیش میں کسی ایک نہ ایک کی توہڈی پسلی آج برابر کرنے ہی والی تھی۔ برف ہوئی راہداری سے گزرتے اس نے سیاہ پرکشش آنکھوں کو پلکوں کی جنبش سے جھپکایا اور بابا کے کمرے کو جاتے راستے پر مڑ گئی۔

"اسے روکو۔۔ ارے کوئی تو روکو اس سر پھری لڑکی کو۔۔ یہ میرا رشتہ تڑوائے گی آج۔۔"

منگنی کے سرخ جوڑے میں ملبوس ایک آنکھ کا مٹا لائبرلی نے وہ فکر مندی سے ساتھ چلتی گل لالہ سے بولی تھی۔ جو اب گل لالہ نے مزے سے کندھے اچکائے تھے۔۔

"آج تو تمہارے وہ ڈرپوک منگیترا اور انکی ماں گئیں۔۔ لالہ رخ کا غصہ جانتی نہیں ہو کیا تم۔۔ لفظوں کی ایسی مار مارے گی کہ اگلا سانس نہ آئے گا تمہاری ساس صاحبہ کو۔۔"

سرخ جوڑے والی لڑکی نے جھنجھلا کر گل کو دیکھا تھا۔ پھر تقریباً بھاگتے ہوئے وہ راہداری سے گزر کر اسی طرف کو مڑی جدھر ابھی لالہ رخ مڑی تھی۔

" کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیئے۔۔ بہت مشکل سے بابا نے یہ رشتہ طے کیا تھا۔ اب اگر لالہ رخ نے کچھ کباڑا کیا تو میری شادی کبھی نہیں ہوگی۔۔ پلیز تم روکوناں اسے گل لالہ۔۔ "

اس نے ساتھ ساتھ تیز قدم اٹھاتی لڑکی سے کہا تو وہ جھرجھری لے کر تیزی سے چلنے لگی۔۔

" خدا سے معافی مانگو راجین آپ۔ غصے میں تو وہ پہاڑ، پتھر یہاں تک کہ انسانوں کو نہیں چھوڑتی۔۔ اور تمہیں لگتا ہے کہ وہ میری بات مانے گی۔۔! چہ کبھی نہیں۔۔ ویسے اگر اتنی ہی فکر تھی اپنے رشتے کی تو لالہ رخ کو بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ تمہاری ساس نے ایک دفعہ پھر تمہارے سانولے رنگ پر چوٹ کرنے کے ساتھ ساتھ اس بار بھرے مجمعے میں تمہاری بے عزتی بھی کی تھی۔۔ "

" اچھا۔۔ اور اگر میں نہ بتاتی تو جیسے اسے کبھی پتا ہی نہ چلتا۔ کیا زبردست بات کی ہے ویسے تم نے گل لالہ "

" ابھی بس یہ دعا کریں کہ بابا کی کلاشن میں کہیں گولیاں لوڈ نہ ہوں۔۔ نہیں تو آج لالہ رخ ان کو آتش بازی کے وہ منظر دکھائے گی کہ اللہ کی پناہ۔۔ "

اس کی بات سن کر رامین نے واضح طور پر سر سے پیر تک جھر جھری لی تھی۔ ایک تو یہ افغان چچا اور ان کی کلاشن۔ جب پتا ہے کہ ایسی طوفانی بیٹی اللہ نے تحفے میں دی ہے تو کیوں یہ منحوس کلاشن کوف چوبیس گھنٹے لوڈ کیئے رہتے ہیں۔۔؟ ادھر ذرا اس کا دماغ گھومے اور ادھر وہ کسی کی سیدھی کھوپڑی گھما دے۔ وہ جیسے ہی لاؤنچ کی جانب مڑی تو اپنی جگہ ہی ساکت ہو گئی۔ ادھر موجود بہت سے نفوس سانس روکے، سینے پر ہاتھ باندھے، تنے نقوش کے ساتھ تڑا تڑبولتی لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔ صد شکر کہ اس وقت رامین کی ساس موجود نہیں تھی۔۔ صرف ان کا سپوت موجود تھا۔۔ رامین کا نام نہاد منگیترا۔۔

"سمجھتی کیا ہیں آپکی والدہ محترمہ خود کو۔۔؟ کہ ہماری لڑکی کے رنگ روپ پر وہ اس طرح بکواس کریں گی اور ہم چپ چاپ سن کر سب کچھ پی جائیگی۔۔! مطلب کہ واؤ۔۔ کوئی دنیا میں رہتی ہیں وہ بھی۔۔ کس خیالی دنیا کی ملکہ ہیں وہ۔۔؟ اگر اتنا ہی رنگ روپ سے مسئلہ تھا تو نہ آتیں رشتہ لے کر۔۔ ہماری بہن کو نسامری جا رہی تھی ان کے گھونسلے جیسے گھر میں رخصت ہونے کے لیئے۔۔ ویسے آپ ذرا مجھے ایک بات بتائیں جاوید بھائی۔۔ کبھی آپکی امی نے خود کو۔۔ چلیں خود کو تو چھوڑیں۔۔ آپکو نظر

بھر کر دیکھا ہے۔۔؟ کیا کبھی انہیں احساس ہوا ہے کہ وہ کس شگونے کی شادی کرنے جا رہی ہیں۔۔!"

فاطمہ بیگم نے بے اختیار بہت سا تھوک نگلا تھا۔ دوسری جانب افغان نے بے اختیار ابھرتی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔باقی سب تو ٹھیک تھا مگر "شگونہ"۔۔اف۔۔اس ایک لفظ نے لمحے بھر کو ان کے پیٹ میں گدگدی سی کی تھی۔ فاطمہ نے بے یقین نگاہوں سے افغان کی ابھرتی ہنسی کو دیکھا تھا۔۔حد ہے مطلب کے۔۔

"ش۔۔شگونہ۔۔؟"

بچارہ جاوید صدمے میں گھرا بس یہی بول پایا تھا۔

"لو جی۔۔آپ کو تو ذرا سے شگونے پر اعتراض ہو گیا اور ادھر آپکی والدہ محترمہ ہماری بہن کو جانے کیا کیا ناگوار بول کر گئی ہیں۔ ایک بات میری آپ ذرا دھیان سے سنیں اور اسے اپنی وہ کھاتی پیتی سی امی کے بھی گوش گزار کر دیجیئے گا۔ اگر شادی کرنی ہے اور ہماری لڑکی کو عزت سے رکھنا ہے تو یہی

اسے بیاہ کر لے کر جائیں لیکن اگر شادی کے بعد بھی کالی صورت اور کھوٹے نصیب جیسی بکواس کرنی ہے تو مہربانی کریں۔۔۔ چھوڑ جائیں ہماری بہن کو یہیں۔۔۔"

وہ جو اس کی شعلہ بیانی پر سن ہوا کھڑا تھا لمحے بھر کولب کھول کر دوبارہ بند کر گیا۔۔۔ پھر ماتھے پر آتا پسینہ آستین سے صاف کر کے بہت سا تھوک نگلا۔ اس کی سیاہ چبھتی آنکھوں کے سامنے بات مکمل کرنا محال تھا۔ ادھر آپ ذرا سا چوکیں۔۔۔ ادھر وہ آپکو آپکے اپنے ہی لفظوں کی موت مار دے۔۔۔

"لیکن مجھے اس بارے میں کچھ نہیں پتا لالہ رُخ۔۔۔ شاید تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔ بہت بڑی غلط فہمی۔۔۔ میری امی ایسے کبھی نہیں کہہ سکتیں۔۔۔ وہ تو بہت۔۔۔"

"وہ تو خیر سے بہت کچھ اور بھی کہہ سکتی ہیں لیکن انہیں موقع نہیں ملا۔ یہی کہنا چاہ رہے ہیں ناں آپ۔۔۔ بس اب زیادہ ان کی طرف داری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پورا خاندان بلکہ پوری دنیا جانتی ہے کہ وہ کتنی میٹھی زبان استعمال کرنے والی وضع دار سی خاتون ہیں۔۔۔ لیکن معذرت۔۔۔ مجھ سے مزید ان کی کوئی عزت افزائی سنی نہیں جائے گی۔۔۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اپنی امی کو سمجھائیں۔۔۔ اور یہ گردن ہر بات پر "ہاں جی ہاں جی" میں ہلانے کے بجائے کبھی نفی میں بھی ہلا لیا کریں۔۔۔ اس سے گھر کے علاوہ باہر بھی تھوڑی بہت عزت بڑھ ہی جائے گی آپکی۔۔۔"

خدا یا۔۔ فاطمہ نے تو اپنی بیٹی کی ڈستی زبان پر اپنا دل ہی تھام لیا تھا۔ ان کے برعکس افغان نے لب دبا کر جاوید کے بھڑکتے سے سرخ رنگ کو دیکھا تھا۔ اگر بات غلط ہوتی تو وہ ضرور اسے ٹوکتے لیکن پھر بھی وہ اسے ٹوکنے سے پہلے سو دفعہ سوچتے کیونکہ وہ لالہ رُخ تھی۔ اسے آگے والے کو لفظوں سے "سریہ سے زمیں پر دے مارنے" کا ہنر آتا تھا۔

"کہنا تو نہیں چاہیئے لیکن چلیں کہہ دیتی ہوں۔۔ بس ایک دفعہ اللہ کی طرف سے دی گئی شکل و صورت پر زہرا گلنے سے پہلے اگر آپکی وہ پیاری امی جان۔۔ شادیوں میں۔۔ اپنے کتھی چہرے پر چمکتے سلور بیس کو قریب سے دیکھ لیں تو کبھی کسی کی رنگت پر چوٹ کرنے کا موقع نہ ملے انہیں۔ بھوت نات کا فیملیل ورژن لگتی ہیں آپکی امی۔۔"

اور یہ تھا بالکل آخری جھٹکا۔ کیا اسے کسی کا سر کھولنے کے لیئے کلاشن کی ضرورت تھی۔۔؟ اوں ہوں۔۔

ایک آخری سخت نگاہ جاوید کے سر آپے پر ڈالتے اس نے سر جھٹک کر رخ موڑا تھا۔ پیچھے کھڑی آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لیئے، راین بے ساختہ مسکرائی تھی۔ رُخ بھی لمحے بھر کو اس سارے

عرصے میں پہلی دفعہ مسکرائی تھی۔ پھر اس کے ساتھ سے گزر کر پیچھے کھڑے ساکت لاؤنج کوزہر آلود نگاہ سے دیکھا اور آگے بڑھ گئی۔ اب اس لاؤنج میں محض سانسوں کی آوازیں آرہی تھی۔

تو یہ تھی ہماری انتہائی سلجھی ہوئی اور بردبار سی لڑکی۔ خاموش طبع اور وہ کیا کہتے ہیں معصوم۔۔ ہاں جی معصوم سی۔۔ پتا نہیں کیوں لیکن فاطمہ کو لمحے بھر کو اس سل پر ترس آیا تھا۔ اور ترس تو مجھے بھی آرہا ہے۔۔ چہ۔۔ بیچارہ اس سل۔۔

شادی کی گہما گہمی اپنے عروج پر تھی۔۔ اگلے ہفتے بارات تھی سو یہ چہل پہل یقینی سی بات تھی۔ وہ پہلے ہی بیزار تھا اور اب تو طبیعت اور ہی سست ہونے لگی تھی۔ رمشہ نے بھی اسے بے حد تنگ کر رکھا تھا۔ وہ آتے جاتے اسے "بچہ بڑا ہو گیا ہے" کہہ کر چھیڑتی اور جھپاک سے غائب ہو جاتی۔ اس وقت بھی وہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھا بیزاری سے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

"برخوردار۔۔ ایسے کیا فارغ بیٹھے ہو۔۔؟ جاؤ جا کر بازار سے مٹھائی لے کر آؤ۔۔"

شیر افگن گرجتے برستے لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔ ایک توان کی انٹری کسی خطرے سے خالی نہیں
ہوا کرتی۔ ارسل نے جل کر سوچا تھا۔۔ چار و ناچار اٹھنا ہی پڑا۔

"یہ شکل پر بارہ کیوں بچ رہے ہیں۔۔؟"

دادی نے اپنے لختِ جگر کا چہرہ بوڑھی نگاہوں کی گرفت میں لے کر پوچھا تھا۔

"ابھی بارہ بچ رہے ہیں۔ شادی میں اسکی شکل پر پورا ایک بجے گا اماں جی۔۔"

وہ مزے سے بول کر چینل سرچ کر رہے تھے۔

"توبہ۔۔ چہرہ ہے یا گھڑیاں۔۔"

رمشہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی تھی۔ ساتھ خالہ کی بیٹیاں بھی ہنس پڑیں۔ خفت سے ارسل کے کان سرخ
ہوئے تھے۔۔

"ماشاء اللہ۔۔ کتنا نور آرہا ہے ارسل کے چہرے پر۔۔"

سمیرا بیگم سارے قصے سے بے خبر لاؤنج میں آتے ہی بولی تھیں۔ اشارہ ارسل کے سرخ پڑتے چہرے
کی جانب تھا۔

"جی۔۔ اور اکثر یہ نور انکے چہرے پر ٹھیک ٹھاک بے عزتی کے بعد برستا ہے۔"

شیر افگن کی زبان ایک بار پھر چٹخارہ سا جملہ بول کر خشک میوہ جات کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

"بہت شکریہ اس نور کے لیئے۔۔"

وہ جل کر کہتا باہر نکل گیا تھا۔ پیچھے لڑکیوں کے قہقہے سے لمحے بھر کو لاؤنچ نہا گیا تھا۔

بمشکل اپنی خفت چھپاتا جاوید سرخ چہرہ لیئے، افغان سے معذرت کرتا باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اگلے چند لمحوں کے لیئے، لاؤنچ کی فضا کسی بھی قسم کی آواز سے ساکت رہی۔ فاطمہ نے لمحے بھر کو سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ پھر وہ بے یقینی سے صوفے پر بیٹھیں۔ گل اور راین دونوں اپنی جگہ ہی ساکت تھیں۔ پھر وہ اپنا سرخ لچکتا فراک سنبھالتی آگے بڑھ آئی۔۔

"چچا اگر میں وقت پر نہ پہنچ سکی تو کم از کم آپکو تو رخ کو یہ سب کرنے سے روکنا چاہیئے تھا۔ وہ تو۔۔ وہ تو صد شکر کے شمیم آنٹی موجود نہیں تھیں۔۔ نہیں تو وہ۔۔ وہ طوفان برپا کرتیں کہ الامان۔۔!"

اس نے چشم تصور میں شمیم بیگم کا غصے سے بگڑا چہرہ دیکھا تو لمحے بھر کو سارا جسم سنسناتا اٹھا۔ اسکی سانس کی کڑوی زبان اور بگڑے تیور، اس جیسی معصوم اور نازک دل رکھنے والی لڑکی کے لیئے بہت بڑی بات تھی۔ گل بھی اب اس کے ساتھ ہی صوفے کی پشت پر آکھڑی ہوئی تھی۔ افغان نے لمحے بھر کو نرم نگاہوں سے اپنی سلونی سی بھتیجی کو دیکھا تھا۔ پھر وہ ہلکا سا مسکرائے۔۔

"تم کیوں فکر مند ہوتی ہو۔۔؟ جو انہوں نے کیا وہ بالکل غلط تھا۔ غلط اور ناقابل قبول۔۔ مجھے تو ان باتوں کا پہلے اندازہ ہی نہیں تھا۔ مگر جب مجھے گل نے بتایا تو بہت تکلیف ہوئی مجھے۔ وہ ہماری بچی کو اس کے رنگ روپ پر اتنی باتیں سنا کر جائیں اور ہم جو ابا کوئی حق کی بات بھی نہ کریں۔۔ کہاں کا انصاف ہے بھلا یہ۔۔؟"

انکے نرم لب و لہجے اور بے حد ریشم سے تاثر نے راین کو پل بھر کے لیئے خاموش کر دیا تھا۔ بے ساختہ ہی اپنی ذات کے ارزاں کی مئے جانے پر اس کی آنکھیں بھگنے لگی تھیں۔ کیا کرے وہ اپنے اس رنگ روپ کا۔۔ کہاں لے کر جائے وہ اپنی اس سانولی رنگت کو۔۔؟

"اچھا دھر آؤ میرے پاس۔۔"

رامین کو انگلیوں کے پوروں سے آنکھیں رگڑتا دیکھ کر فاطمہ نے گہرا سانس لے کر کہا۔ وہ خاموشی سے انکے پاس چلی آئی۔۔

"دفعہ کرو اپنی ساس کو۔ توجہ مت دیا کرو ان کی باتوں کی جانب۔ خوش رہا کرو ہوں۔۔ ایسے روتی رہو گی تو کیسے مقابلہ کرو گی دنیا کا۔؟ اور بھائی صاحب بھی تو ہیں پھر۔۔ انہیں کون دیکھے گا اگر یوں تم ہمت ہار جاؤ گی تو۔۔؟ جانتی ہوناں۔۔ بھابھی کے جانے کے بعد کتنے ڈھل گئے ہیں وہ۔۔ تمہاری خوشی دیکھ کر ہی تو جیتے ہیں۔۔ اب تم ہی یوں کرو گی تو ان کا خیال کون رکھے گا۔؟"

فرہہ سی فاطمہ نے رامین کو اپنے ساتھ لگایا تو وہ یکدم رو پڑی۔ افغان اور گل نے بے بس سی نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا۔ جب سے بڑی تائی کا انتقال ہوا تھا رامین کچھ اور ہی حساس ہو گئی تھی۔ سونے پر سہاگہ اسے ایک ایسی ساس مل گئی تھی جو اس کی حساس طبیعت کے پرچے اڑانے کے لیے کافی تھی۔

نرم سی تھپکی کے باعث وہ کچھ حد تک سنبھل گئی تھی۔ پھر آہستہ سے اٹھ کر اپنے پورشن کی جانب بڑھ گئی۔ اس میں ابھی ہمت نہیں تھی مزید کوئی بات کرنے کی۔

"میری پیاری بچی۔۔ کیسے غلیظ سسرالی مل گئے ہیں اسے، جو اس کا سونے سادل نہیں دیکھ رہے اور محض رنگ و روپ پر طنز و حقارت کے تیر برسا رہے ہیں۔۔"

فاطمہ نے دکھتے دل سے کہا تھا۔ افغان نے بھی گہرا سانس لیا۔۔ پھر سیدھے ہو بیٹھے۔

"اور آپ افغان۔۔ لالہ رُخ کو منع کرنے کے بجائے اس کی باتوں پر ہنس رہے تھے۔۔! حد ہوتی ہے۔۔ بیٹی کے سسرال کا معاملہ ہے۔ یوں تھوڑی منہ بھر کر ہم کچھ بھی بول دیں گے انہیں۔۔ اور پھر۔۔ پھر اسکی بھی تو شادی ہونے والی ہے کچھ ہی دنوں میں۔۔ بھلا اگر یہ کارنامہ رُخ کے سسرالیوں کو پتہ چل گیا تو جانتے ہیں کیسا تاثر پڑے گا ان پر ہماری بچی کا۔؟"

ان کے پچھلے ٹھنڈے سے رویے پر فاطمہ انہیں احساس دلارہی تھیں۔ مگر مجال ہے کہ وہ ذرا بھی اثر لے لیتے۔ آخر تھے جو رُخ کے والد۔۔! گل بھی اب کے صوفے پر آ بیٹھی تھی۔ پھر پیر اوپر چڑھا کر رازداری سے بولی۔۔

"سوچیں چچا۔۔ اگر جو رُخ کو ارسل بھائی نے کبھی کچھ الٹا سیدھا بول دیا تو وہ ان کا کیا کرے گی۔۔"

اس نے بے اختیار ہی جھرجھری لی تھی۔ اور جھرجھری تو فاطمہ نے بھی لی تھی۔

"پتہ ہے پچھلے دنوں فاخرہ خالہ بھی شکایت کر رہی تھیں رُخ کی۔ ان کے بیٹے نے لالہ رُخ کو کہہ دیا تھا کہ وہ ایک منہ پھٹ لڑکی ہے۔۔ ایسی لڑکیاں سسرالوں میں نہیں چلتیں۔۔ پھر کیا تھا جی۔۔"

اس نے آنکھیں پھیلا کر سنتی فاطمہ کے آگے ہاتھ نہچایا تھا۔

"رُخ نے ان کی ایسی درگت بنائی کے اگلے کئی مہینوں تک انہیں چین کی نیند نہیں آئی۔۔"

افغان اور فاطمہ نے بے ساختہ ہی سہمی سی نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا۔

"کیا کہا تھا اس نے۔۔؟"

بہت ڈری ڈری سی آواز نکلی تھی فاطمہ کی۔

"کہنا کیا تھا۔۔ وہ تو جوان کے سر کے اڑے بالوں سے شروع ہوئی تو سسر سے لی مئے گئے بھاری جھینر پر ہی ختم ہوئی۔ ایسے بھگو بھگو کر مارا کہ زاہد بھائی کو کاٹتے تو خون نہ نکلتا۔ میں نے اسکا ہاتھ ہلایا کہ بہن اب بس کر جا لیکن نہ بھئی۔۔ رُخ کی شعلے اگلتی زبان نہ خاموش ہوئی۔ سر سے لے کر پیر تک ہر عیب نہ گنوا دیا تب تک جان نہیں چھوڑی زاہد بھائی کی۔ وہ تو اچھا تھا میں وہاں تھی۔۔ اسے وقت پر گھسیٹ کر لے آئی نہیں تو زاہد بھائی کی روح اب تک آسمانِ دنیا میں پرواز کر رہی ہوتی۔۔"

یا اللہ۔۔ اور اب کہ تو فاطمہ نے اپنا دل ہی تھام لیا تھا۔ افغان نے اپنی ہنسی روکنے کے لیئے چہرہ موڑ لیا تھا اور گل۔۔ گل اب تک زاہد بھائی کا سفید چہرہ اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے مجھے اب اس سے بات کرنی ہی پڑے گی۔۔"

"ہاں۔۔ اور تمہیں لگتا ہے کہ تم اسکے سامنے بات کر لو گی۔۔ جاؤ۔۔ کر لو اپنا شوق پورا۔۔"

مزرے سے پلکیں جھپکا کر بہت پیار سے بولے تھے افغان۔۔ فاطمہ نے ان کے اس قدر بے نیاز انداز پر دانت پیسے تھے۔ کیا کریں وہ ان باپ بیٹی کا۔۔ !

"آپ کے اس پیار اور بے جا حمایت نے بگاڑا ہے اسے۔"

"چلو جی۔۔ اب وہ تمہاری بات نہیں سنتی تو اس میں بھی میرا قصور نکل آیا۔ مطلب ہر وہ چیز جو اپنے محور سے ہٹ کر کام کرے اس کا قصور شوہر کے کھاتے میں ہے۔۔ آپ تو ہمارے موجودہ وزیر اعظم سے بھی آگے نکل جاتی ہیں کبھی کبھی۔۔"

ان کے لطیف سے جملے نے جہاں فاطمہ کو جھنجھلایا تھا وہیں گل کو ہنسایا بھی تھا۔ اسے ہنستادیکھ کر افغان نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

"آپ سے تو کچھ بولنا ہی بیکار ہے افغان۔ کسی بات کی شکایت کیا کرے انسان آپ سے۔ جانتے بھی ہیں کیسی جنگجو طبیعت پائی ہے آپکی بیٹی نے۔۔ لوگ چھری سے سبزیاں کاٹتے ہیں اور وہ محترمہ اسی چھری کو جنید اور رامش پر تان کر ان سے برتن دھلواتی ہیں۔ اف تو بہ۔۔ جانے کیا کرے گی یہ لڑکی سسرال میں جا کر۔۔"

اور اب کہ افغان اور گل بے ساختہ ہی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔ رامش اور جنید، لالہ رخ کے چھوٹے جڑواں بھائی تھے۔ اور یہ تو اللہ ہی جانتا تھا کہ وہ ان دو معصوم جانوں پر کیسے کیسے ظلم ڈھایا کرتی تھی۔

"اچھا ہے ناں کہ وہ دونوں اسکی صحبت میں رہ کر ذرا شیر بنیں گے۔۔ نہیں تو وہ دونوں بیچارے آپکی طرح صدا ڈرپوک ہی رہیں۔۔"

گل کو دیکھ کر فاطمہ کی ڈری سہمی سی طبیعت پر چوٹ کرتے وہ ایک بار پھر سے ان کی گھوری کا شکار ہو رہے تھے۔۔

"افغان۔۔ آپ۔۔ اف ہے آپ سے۔۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سر پھری لڑکی آپ ہی کی بیٹی ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ آپ ذرا ٹھنڈے انداز میں وار کرتے ہیں اور وہ محترمہ تو منہ میں ہی آگ لی مئے پھرتی ہیں۔۔ جلا کر خاکستر کر دیتی ہے آگے والے کو۔۔"

وہ اب کانوں کی لو کو چھوتی اٹھ رہی تھیں۔ ان دونوں باپ بیٹی سے بات کرنا ان کے لی مئے ہمیشہ سے ہی بہت مشکل رہا تھا۔ وہ اٹھ کر جا چکیں تو افغان نے معصومیت سے کندھے اچکائے۔ گل لمحے بھر کو ان کے ایسے انداز پر کھکھلائی تھی۔

"جاؤ راین کو دیکھو جا کر۔۔ روتی ہوئی گئی ہے یہاں سے۔۔ سنبھالو جا کر بہن کو۔۔"

ان کے آہستہ سے کہنے پر وہ سر ہلاتی اٹھی اور دروازے کے اس پار بنے پورشن کی جانب بڑھ گئی۔ افغان اور ار مغان دو بھائی تھے۔ ار مغان لالہ کی بیوی کا انتقال ہوا تو راین اور گل لالہ کا ان کے گھر آنا جانا بڑھ گیا۔ وہ دونوں فاطمہ میں اپنی ماں کی نرم سی آغوش ڈھونڈنے لگی تھیں۔ اور خدا گواہ تھا کہ فاطمہ نے بھی ماں سے بڑھ کر ان دونوں کو پالا تھا۔ جیسے ان کے لی مئے لالہ رُخ تھی ویسے ہی ان کے لی مئے گل لالہ اور راین تھیں۔ جی بھی تو راین کے دل دکھ جانے پر وہ سب بھی اتنا ہی متاثر ہوئے تھے جتنا کوئی گھر والا اس سب سے متاثر ہو سکتا تھا۔

گہرا سانس لیتے افغان لاؤنج سے اٹھ گئے تو خالی پڑا لاؤنج زرد سے سنائوں میں ڈوب گیا۔

"کیا طریقہ تھا یہ جاوید سے بات کرنے کا۔؟"

وہ رامش اور جنید کے ساتھ بیٹھی کسی بات پر ہنس رہی تھی جب امی نے دھاڑ سے دروازہ کھول کر ان تینوں کی ہنسی گل کر دی۔ رامش تو باقاعدہ، دروازہ دھاڑ سے کھلنے پر سہم کر پیچھے ہٹا تھا۔

"کیا کیا ہے میں نے۔۔؟"

اس نے انجان سی سیاہ آنکھیں اٹھائیں۔ وہ اس کی معصومیت پر دانت کچکچاتی آگے بڑھ آئی تھیں۔

"ابھی جو تم نے نیچے کیا وہ کیا تھا۔؟"

"کیا تھا۔ کیا آپکو نہیں پتہ۔۔؟"

اور اب وہ مزاق نہیں کر رہی تھی۔ اب وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"نہیں مجھے نہیں پتہ۔۔ ذرا بتانا کیا کیا ہے تم نے نیچے۔۔"

اماں جان نے تو اب کہ ہاتھ باقاعدہ سینے پر باندھ لیئے تھے۔ بالکل اسی کے انداز میں۔ لیکن وہ ایسے کرتے ہوئے بہت مضحکہ خیز لگ رہی تھیں۔ فریبہ جسم پر چھوٹے اور ذرا موٹے ہاتھ باندھے، انکو اندازہ نہیں تھا کہ وہ غصے کے بجائے کیوٹ لگ رہی ہیں۔ انکے ایسے انداز پر رامش اور جنید کی کھی کھی کمرے میں گونجی تھی۔

"لگتا ہے آپ نے پھر سے کسی کو اٹھا اٹھا کر پٹخا ہے۔ کہیں جاوید بھائی کو یہ تو نہیں کہہ دیا کہ وہ عمر شریف میں ملتے ہیں۔۔؟"

"وہ تو چھوڑو۔ بس یہ دعا کرو کہ وہ آپ کے عتاب کے بعد بھی عمر شریف ہی رہے ہوں۔۔ عمر غریب نہ ہو گئے ہوں۔۔"

جنید کے دماغ سے نکلی دھیمی سی پھلجڑی نے رامش کے اندر گدگدی کر دی تھی۔ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنستے ہوئے اس نے لمحے بھر کو جو فاطمہ کو دیکھا تو تیر کی طرح سیدھا ہو بیٹھا۔

وہ دونوں سترہ سال کے تھے۔ فرسٹ ایئر کے نو عمر جوان۔۔ رامش بالکل رُخ جیسا تھا۔ سیاہ بال اور خوبصورت سیاہ آنکھوں والا۔۔ جبکہ جنید۔۔ ان کے برعکس فاطمہ جیسا تھا۔۔ کانچ سی سبز رنگ آنکھیں اور اٹھے سے نقوش کا حامل۔۔

انہوں نے اپنی گھوری ان دونوں سے ہٹا کر اب کہ بڑی فرصت سے رُخ کو دیکھا تھا۔

"اماں۔۔ انہوں نے بے عزتی کی تھی راین کی۔ بے عزتی۔۔!! اور بے عزتی پر کبھی خاموش نہیں رہتے۔ یہ انسان کے اپنے حق میں کمی کرنے کے مترادف ہے۔ یہ انسان کا اپنے ساتھ ظلم ہے۔ میں نے وہ ہی کیا جو راین کو کرنا چاہیئے تھا۔۔ مجھے تو غصہ اس پر ہے کہ بُت کی طرح ان کی باتیں سن کر آگئی۔۔ مطلب کچھ بھی نہیں کہا۔۔"

اسکے بہت سنجیدہ سے جواب پر فاطمہ لمحے بھر کو تھمی تھیں۔ پھر ذرا سنبھل کر آگے آئیں۔۔

"بات بیٹھ کر بھی تو کی جاسکتی تھی ناں رُخ۔۔"

"مجھے بیٹھنے اور لیٹنے کا نہیں پتہ۔ مجھے بات کرنی تھی سو میں نے کر لی۔۔ اور ویسے بھی میرا کوئی موڈ نہیں تھا اس گھٹیا آدمی کو اپنے لاؤنج میں بٹھانے کا۔۔"

"یا اللہ۔۔ میں کیا کروں تمہارا رخ۔۔"

"آپ اپنا بلڈ پریشر ہائی نہ کریں۔ میں نے انہیں وہی کہا ہے جو کہا جانا چاہیئے تھا۔ میرا دماغ خراب نہیں ہے کہ کسی کو بھی جا کر کچھ بھی بول دوں گی۔"

اس نے ہاتھ جھلا کر اس قدر بے نیازی سے کہا تھا کہ فاطمہ نے ماتھے پر ہاتھ ہی رکھ لیا۔۔

"کچھ غلط نہیں کہا تم نے۔۔ اور وہ جو اسکی ماں کو تم نے بھوت نات کہا ہے۔۔ وہ کس کھاتے میں آئے گا۔"

اب کہ راما مش اور جنید کا بہت زوردار قہقہہ ابلا تھا۔ لیکن رخ ویسے ہی بیٹھی رہی۔

"شکر کریں میں نے انہیں عینک والے جن کی چڑیل میں نہیں ملایا۔ ورنہ مزاج اور انداز میں وہ اس کردار پر پورا اترتی ہیں۔"

"لالہ رخ یہ بہت بری بات ہے۔"

"بری ہے یا اچھی۔۔ میرے نزدیک یہی بات ہے۔"

"لڑکیاں ایسے باتیں کرتے ہوئے اچھی لڑکیاں نہیں لگتی ہیں بیٹا۔"

"اچھا۔۔" وہ لمحے بھر کو سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ پھر پلکیں جھپکا کر ایک انداز سے فاطمہ کو دیکھا۔

"کیسی ہوتی ہیں پھر اچھی لڑکیاں۔۔؟ راین جیسی۔۔؟ جن پر کوئی بھی، کہیں سے بھی آکر بکواس کر جائے اور وہ انہیں جواب دینے کے بجائے، چپ چاپ کمرے کے کسی کونے میں بیٹھ کر روتی رہیں۔ کیا ایسی ہوتی ہیں اماں اچھی لڑکیاں۔۔؟ اگر ایسی ہوتی ہیں تب تو میں بالکل بھی اچھی نہیں ہوں۔۔ کوئی کچھ الٹا سیدھا نکال کر تو دیکھے اپنے منہ سے میرے بارے میں۔ ٹھیک ٹھاک بے عزتی کرنے کے بعد ایسا نظر انداز کرونگی کہ لوگوں سے پوچھتے پھریں گے۔۔" میں نظر آ رہا ہوں۔۔"

اس کی روانی سے ادا ہوئے مضبوط جملوں نے جہاں رامش اور جنید کو داد دینے پر مجبور کیا تھا وہیں فاطمہ کو ایک پل کے لیئے خاموش بھی کر دیا تھا۔ ان کی بیٹی حق میں کمی برداشت کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔ پھر چاہے وہ کمی اسکے حق میں ہو یا کسی دوسرے کے حق میں۔۔ یہ طے تھا کہ وہ غلط بات پر کبھی خاموش نہیں رہے گی۔

"بیٹا صبر و برداشت بھی کسی چیز کا نام ہے۔۔"

"بالکل اماں۔۔ میں رامین کے سسرالیوں کو پہلے دن سے برداشت ہی تو کر رہی ہوں۔۔ کیا اس سارے عرصے میں، میں نے کبھی انہیں کچھ کہا۔۔؟ نہیں ناں۔۔ لیکن آج میری برداشت جواب دے گئی تھی۔ شکر میرے سامنے نہیں کہا انہوں نے۔۔ وہیں تین چار عورتوں کے درمیان ذرا آئینہ دکھا دیتی ناں میں۔۔ تو پھر کبھی کسی اور کے چہرے پر بات کرنے سے پہلے سودفعہ سوچتیں۔۔ کسی نے دراصل ان کی کڑوی زبان کا ذائقہ انہیں چکھایا نہیں ہے۔۔"

اسے ایک بار پھر سے غصہ آنے لگا تھا۔ دل کیا شمیم آنٹی کو تو بس اف۔۔ یعنی کے بس اف۔۔ اف ہی اف۔۔

"آگے سسرال میں کوئی ذرا سی بات کر دے گا تو کیا تم یوں محاذ کھڑے کر لیا کرو گی، رُخ۔۔؟" وہ واقعتاً اسکے خوفناک خیالات کا پرچار سن کر پریشان ہو گئی تھیں۔ ان کی خوفزدہ سی آواز پر وہ ہنس پڑی۔۔

"نہیں اماں۔۔ کیوں پریشان ہوتی ہیں آپ۔۔؟ آپکو لگتا ہے میں بیوقوف ہوں۔۔؟"

"بیوقوف ہی تو نہیں ہو تم۔۔"

ان کا جواب سمجھ کر اس نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

"وہاں تو میرے شوہر مجھ سے بہت محبت کریں گے ناں اماں۔ وہاں تو وہ میرے لیئے ہر ایک سے بات کریں گے۔۔ پھر مجھے وہاں محاذ کھڑا کرنے کی کیا ضرورت ہوگی۔۔؟"

اسکی اتنی صاف گوئی پر فاطمہ کا چہرہ لمحے بھر کو سرخ ہوا تھا۔ یہ لڑکی۔۔ اللہ کی پناہ اس سے۔۔ دوسری طرف جنید اور رامش کو ہنس ہنس کر پھند الگ چکا تھا۔

"میرے شوہر۔۔ اتنی عزت آپ۔۔ زبان نہیں دکھے گی آپکی اتنی عزت سے بات کرتے ہوئے۔۔؟"

رامش کے جملے پر اسے ایک زوردار دھپ پڑی تھی رُخ کی جانب سے۔ پھر وہ ارسل کا خیال آتے ہی مسکرائی۔۔

"پاگل۔ اتنے اچھے ہیں وہ۔ ایسے ہی انہیں کچھ بولو نگی میں۔۔ وہ بیچارے تو شکل سے ہی اتنے معصوم لگتے ہیں کہ حد نہیں۔۔ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے تو کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کی ہوگی کسی سے۔۔"

جھانسی کی رانی سے مشرقی دوشیزہ بنتے ذرا وقت نہیں لگتا تھا اسے۔ ابھی بھی میٹھی سی مسکان لبوں پر سجائے اس نے خود ہی کچھ سوچ کر نفی میں سر ہلایا تھا۔ فاطمہ تو کمرے سے سر پیٹتی ہوئی نکلی تھیں۔ رامش اور جنید البتہ اسکے بدلتے رنگ روپ کو دیکھ رہے تھے۔

"اور اگر کبھی انہوں نے آپکا یہ چنگیز خان والا روپ دیکھ لیا تو کیا ہو گا۔؟"

"کوئی نہیں میں چنگیز خان۔۔ وہ تو بس مجھے کبھی کبھی ذرا سا غصہ۔۔"

وہ جوار سل کے خیال میں کھوئی ہلکی سی میٹھی آواز میں بول رہی تھی یکدم جنید کے چلانے پر ڈر کر چپ ہوئی۔۔

"ذرا سا۔۔ اومائی گاڈ آپی۔۔ ذرا سا غصہ۔۔"

"ہاں تو بس ذرا سا ہی تو آتا ہے۔۔"

اب کہ اس نے بھی چڑ کر کہا تھا۔ رامش ڈر کر پیچھے ہٹا، مبادہہ ساتھ رکھی کتاب اسکے سر پر آپڑتی۔ جنید کی تو مانو آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔۔

"ساری زندگی ہم پر ہٹلر کی طرح حکومت کرتی رہی ہیں آپ اور اب جب وہ ارسل آپکی زندگی میں آنے والے ہیں تو کتنی میٹھی بننے کی تیاری کر لی ہے آپ نے۔۔! ہم نے کونسا بابا سے آپ کی جائیداد کا مطالبہ کر لیا تھا آپی۔۔!"

جنید کو تو اپنے ہی غم لگ گئے تھے۔ اس نے دونوں کو دیکھا (گھورا) تھا۔

"اب تم لوگ جارہے ہو یا ابھی ہلا کو خان کی آخری بیوی بن کر دکھاؤں۔۔؟"

اور اس سے پہلے کے وہ ہلا کو خان کی آخری بیوی بن جاتی، رامش ناک پر ڈھلکتا نظر کا چشمہ اور جنید اپنی آنکھوں پر گرتے بالوں کو پیچھے جھٹکتے اسکے حجرے سے بھاگ آئے۔ رُخ کا کیا بھروسہ تھا۔۔ سزا کے طور پر شادی کا لہنگا بھی ان دونوں سے ہی استری کروا لیتی۔

ارسل نہا کر فریش ہوتا باہر نکلا تو یکلخت ہی ڈر کر پیچھے ہٹا۔ تین چار لڑکیاں اپنے رنگ برنگے سے آنچل سنبھالتی، اسکے ہی سنگھار آئینے کے سامنے کھڑیں اپنی زلفیں سنوار رہی تھیں۔ اس نے لحظہ بھر کو رک کر ان کے کھنکتے سے انداز کو دیکھا۔

"محترمہ۔۔ کہاں آگئی ہیں آپ لوگ۔۔؟"

اس نے کھنکھار کر لڑکیوں کو اپنی جانب متوجہ کیا تو وہ اس سے زیادہ گھبرا کر پیچھے ہٹیں۔

"یہ رمشہ کا کمرہ نہیں ہے۔۔؟"

اچھا تو وہ رمشہ کی دوستیں تھیں۔۔ جو غلطی سے اسکے کمرے میں گھس آئی تھیں۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"رمشہ کا کمرہ ساتھ والا ہے۔ آپ لوگ وہاں جائیں۔۔"

اس نے انہیں بتا کر جیسے ہی رخ پھیرا تو وہ جلدی جلدی باہر نکلیں۔۔ اسی اثناء میں کمرے کے دروازے سے کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ اس نے چوڑیوں کی کھنکھار پر، ہاتھ پر گھڑی باندھتے ہوئے کہا۔

"رمشہ کا کمرہ ساتھ والا ہے۔۔"

"لیکن میں تو آپ سے ملنے آئی ہوں۔۔"

اور لمحے کے ہزار ویں حصے میں وہ کرنٹ کھا کر دوسری جانب پلٹا تھا۔ اسکے سامنے زرتاج کھڑی تھی۔ وہی زرتاج جس نے پچھلے کئی مہینوں سے اسکی ناک میں دم کر رکھا تھا۔ وہ اس کی امی کی طرف سے دور کی خالہ زاد لگتی تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ اسکی آنکھوں میں واضح طور پر اپنے لیئے پسندیدگی وہ دیکھ چکا تھا۔ وہ بچہ ہر گز نہیں تھا کہ اسے اسکا یہ انداز سمجھ نہ آتا۔

"جی فرمائیں۔۔"

اس نے حتی الامکان لہجہ ہموار رکھا تھا۔ اسے جلدی کسی بات پر غصہ نہیں آتا تھا۔ مزاج کے اعتبار سے وہ خاصہ ٹھنڈا اور پرسکون تھا۔ لیکن اس لڑکی کو دیکھتے ہی جانے اسے کیوں ہر دفعہ نئے سرے سے کوفت ہوتی تھی۔

وہ مسکرا کر بڑی بے باکی سے پاس چلی آئی تو وہ لمحوں ہی میں پیچھے ہوا۔ شہر میں پڑھ کر بڑے ہونے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اپنی پختون روایات کو بھول جاتا۔ اسے یہی سکھایا گیا تھا کہ کبھی کسی عورت کے فاصلے کا خاص دائرہ عبور نہیں کرنا۔ اور اس نے آج تک اس بات کو اپنی ذات کے ساتھ باندھے رکھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ آمنہ کے ساتھ بھی آج تک ایک فاصلے سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ شاید یہی وہ بات تھی جو اسے عمر کے اس حصے میں بھی معصوم بناتی تھی۔

"ارے۔۔ آپ تو ڈر رہے ہیں مجھ سے۔۔ میں تو صرف بات کرنے آئی ہوں۔۔"

"میں نے کہا میں سن رہا ہوں۔"

اسکے جانے کان کیوں سرخ ہوئے تھے۔

"کہاں سنتے ہیں آپ۔۔؟"

اسکے نروٹھے سے انداز پر اسل نے آنکھیں گھمائی تھیں۔ پھر ایک گہرا سانس خارج کر کے اسے دیکھا۔

"جو آپ کر رہی ہیں وہ درست نہیں ہے۔ آپ میری شادی میں آئی ہیں۔ شادی ہو رہی ہے میری۔۔ مہربانی کریں اپنے طریقہ کار کو بدلیں۔ ایک لڑکی ہو کر آپ کو یہ سب زیب نہیں دیتا۔"

اسے اپنی شادی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن فی الحال زرتاج سے پیچھا چھڑانے کا یہی ایک راستہ تھا۔ کہتے کے ساتھ ہی اس نے قدم کمرے سے باہر کی جانب بڑھائے اور زرتاج کو اس کمرے میں تنہا چھوڑ دیا۔ زینے اترتے اسے رمشہ مل گئی تھی۔ اسکے چہرے کے بگڑے زاویے دیکھ کر وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔۔

"شادی کل ہے آپکی۔۔ اور بارہ ابھی سے بج رہے ہیں چہرے پر۔۔؟"

اس نے کوفت زدہ سی سانس خارج کی تھی۔

"یاریہ کیا مخلوق پیچھے پڑ گئی ہے میرے۔"

اسکا اشارہ سمجھ کر رمشہ نے ہنستے ہوئے کندھے اچکائے تھے۔ پھر ذرا زرداری سے بولی۔

"بھابھی آکر خود ٹھیک کر دینگی انہیں بھائی۔۔ آپ فکر ہی نہ کریں۔۔"

چلو جی۔۔

"کیا خاک ٹھیک کرے گی۔۔! ماں نے تو کہا ہے کہ وہ انتہائی سوبر، خاموش طبع اور معصوم سی دبو لڑکی

ہے۔ ایسی لڑکیوں کو بات تو کرنے آتی نہیں ہے۔۔ وہ کیا یہاں آکر ان مخلوقات سے میرا پیچھا

چھڑائے گی۔۔!!"

اسے اب ہر چیز پر غصہ آرہا تھا۔ ان چاہا ہمسفر اور اوپر سے زبردستی کی شادی۔۔! کچھ بھی تو اسکے حق

میں نہیں جارہا تھا۔

"ہاں۔۔ سب کہہ تو رہے ہیں کہ وہ اچھی پیاری سی ہیں۔ اور آپ کو بھی تو ایسی ہی لڑکیاں پسند ہیں

ارسل بھائی۔ اچھی پیاری اور چپ چاپ سی۔۔ پھر مسئلہ کیا ہے۔۔؟"

اسکے پاس رمشہ کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا اسی لی مئے خاموشی سے زینے اتر آیا۔ دوسری جانب کھڑکی کے پار اترتی شام کے اندھیرے میں وقت نے اسے دیکھتے اپنی ہنسی دبائی تھی۔ اب یہ تو قدرت ہی جانتی تھی کہ اسکے نصیب میں کتنی اچھی پیاری اور خاموش سی لڑکی لکھی گئی تھی۔۔

وہ بہت دلگرفتگی سے آمنہ کے سامنے بیٹھا تھا۔ ریستورینٹ کے قد آور گلاس ڈور سے، چمکتی دھوپ اندر کو گر رہی تھی۔ لیکن وہ اس سردی میں گھلتی نرم دھوپ کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ وہ تو اپنے سامنے بیٹھی، ایک پیاری سی لڑکی کی برستی آنکھوں کے سامنے براجمان، خود کو بے حد بے بس محسوس کر رہا تھا۔

"آ۔۔ آمنہ۔۔"

"کوئی لفظ مت کہیں آپ ارسل۔۔! وہ سب وعدے، وہ سارے خواب، وہ زندگی بھر ساتھ نبھانے کے پختہ عزائم۔۔! وہ سب کیا ہوئے ارسل۔۔! میں نے اپنے گھر والوں کو روکے رکھا۔۔ کتنے ہی اچھے رشتے ٹھکرائے میں نے آپکے آسرے پر ارسل۔۔ اور آپ۔۔ آپ اب مجھے کہہ رہے ہیں کہ آپ مجھ سے شادی نہیں کر سکتے۔۔!"

اسکی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ ارسل نے بے اختیار ہی لب آپس میں مس کیئے تھے۔
"آپ نے تو کہا تھا کہ پٹھان اپنی زبان کے بہت پکے ہوتے ہیں۔ وہ اپنا سر تو کٹوا سکتے ہیں لیکن کبھی اپنی زبان سے نہیں مگر سکتے۔ پھر اب یہ سب کیا ہے۔۔؟ یا تو آپ پٹھان نہیں ہیں یا پھر آپکی زبان شروع دن سے ہی سچی نہیں تھی۔۔!"

ہک ہا۔۔! یہ والا طعنہ بہت زور سے لگا تھا ارسل کو۔ اب وہ اسے کیا بتاتا کہ اسکے والد صاحب اس سے کہیں زیادہ پٹھان تھے۔ وہ زبان دے دیں تو دوبارہ انحراف کی جانب کبھی نہیں پلٹتے۔ نہیں مطلب کبھی کبھی انسان سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔۔ کبھی اسکے منہ سے کچھ جذباتیت میں بھی نکل جاتا ہے۔۔ پتہ نہیں یہ پٹھان لوگ ہر چیز کو زندگی اور موت کا مسئلہ کیوں بنا لیتے ہیں۔۔؟ اسے ہمیشہ سے ہی اپنے

باپ کی اٹل زبان اور چٹان سے عزائم پر غصہ آیا تھا۔ کیا کرے اب وہ اپنے باپ کا۔! بلکہ باپ کو تو چھوڑو، اب وہ اپنا کیا کرے۔!

"آمنہ میری بات۔"

"ارسل مجھے اب آپ کی کوئی بات نہیں سننی! مجھے اب آپ کی کسی بھی بات پر اعتبار نہیں ہے۔ مجھے لگا تھا کہ آپ باقی مردوں سے الگ ہیں۔ آپ اپنی بات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کسی بھی حد تک جائیں گے۔ لیکن ارسل آپ۔۔ آپ نے میری ہر امید پر پانی پھیر دیا۔ انسانوں سے رشتے جوڑتے اب سو سو بار سوچو نگہ میں۔ رشتے بناتے وقت ہزار خدشات ڈسیں گے مجھے اور اسکے ذمہ دار۔۔ صرف اور صرف آپ ہونگے ارسل۔!"

اگلی کوئی بھی بات سنے بغیر، اس نے سامنے رکھا بیگ جھپٹا اور آنکھیں رگڑتی باہر نکلتی چلی گئی۔ ارسل نے بھاری سی سانس لی۔ پھر آنکھیں لمحے بھر کو موند کر سر کر سی کی پشت سے ٹکا دیا۔ کھڑکی سے گرتی دھوپ، اب تک اپنی بھرپور تمازت سے جگمگا رہی تھی۔

سرِ شام ہی اسے سنگھار آئینے کے سامنے بٹھایا گیا۔ اسکا دھلا دھلا یا سا چہرہ بھی جگمگا رہا تھا۔ اگلے کئی لمحات بیوٹیشن اسے سنوارتی رہی۔ لیکن اس سے مزید اب بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ بار بار ہلنے کی وجہ سے دو تین دفعہ اسے بیوٹیشن سے جھاڑ بھی پڑ چکی تھی۔ ابھی بھی ذرا سی جنبش کی وجہ سے، احتیاط سے اسکی آنکھوں کو سجاتی بیوٹیشن نے ہاتھ روکا۔ پھر اسے گھورا۔ اس نے پورے دانت نکال کر ہلکا سا "سوری" کہا تھا۔ آج کے دن غصے میں نہیں آنا۔ آج تو شادی ہے ناں بھی۔۔

وہ خود کی سوچ پر ابھی بیوقوفوں کی طرح مسکرا ہی رہی تھی کہ کمرے کے بند دروازے کے پار سے بہت سی آوازیں ابھریں۔ اسی وقت کمرے کا دروازہ کھول کر رامین اور گل لالہ اندر آئی تھیں۔

"آپ مجھے اس ٹانگ جتنی لڑکی سے بات تو کرنے دیں ایک دفعہ۔۔ میرے بیٹے کو میری شکایتیں لگاتی پھرتی ہے یہ۔۔ ہمت کیسے ہوئی اسکی۔۔!"

اور یہ لیس جی۔۔ سارے غصے میں نہ آنے کے عزائم گمے تیل لینے۔۔!

رامین کی ساس اب زور زور سے بول رہی تھیں اور ساتھ فاطمہ انہیں ٹھنڈا کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھیں۔۔

"بچی ہے بھا بھی۔۔ غلطی ہو گئی۔۔"

اور اس بچی نے دانت پیستے ہوئے، سر پر سجا سرخ دوپٹہ دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اٹھنے ہی لگی تھی کی
رامین نے اسکے کندھوں پر زور ڈال کر اسے دوبارہ بٹھایا۔۔

"شادی ہے تمہاری آج۔ بلا وجہ کیوں موڈ خواب کرنے لگی ہوا اپنا۔۔؟"

رامین کے پچکارنے پر بیوٹیشن اب ذرا حیرت سے لالہ رخ کو تک رہی تھی۔ اور لالہ رخ رامین کے
آئینے میں نظر آتے عکس کو گھور رہی تھی۔

"شادی ہے تو کیا مطلب۔۔؟ ان محترمہ سے میں نے ویسے بھی دو دو ہاتھ کرنے تھے۔ مجھے تو ابھی تک
افسوس ہو رہا ہے کہ اس دن لاؤنچ میں تمہارے شگوفے کے ساتھ ان کی ماں کیوں موجود نہیں
تھیں۔۔"

اور میٹھی سی مسکان والی لڑکی کی زبان اب شعلے اگل رہی تھی۔ رامین نے برا سامنہ بنا کر اسے دیکھا۔۔
"منگیتر ہیں میرے وہ اور عنقریب شوہر بھی ہو ہی جائیں گے۔۔ لیکن تمہیں دیکھو۔۔ کیسے منہ بھر کر
شگوفہ کہہ رہی ہوا نہیں۔۔"

"ہاں تو تم بھی کہہ لیا کرو۔ اس میں کیا ہے۔۔ بلکہ ایک کام کرنا۔۔ انہیں تو پشتو کا ایک لفظ بھی چھو کر نہیں گزرا۔ اپنی بھڑاس تم ان پر پشتو میں نکال لینا۔"

"اور اگر انہوں نے پوچھ لیا کہ میں کیا کیانیک کلمات ان کے لیے اپنے منہ سے نکال رہی ہوں۔۔ تو کیا ہو گا پھر میرا۔"

"لو۔۔ تمہیں اتنی سی بات سنبھالنے نہیں آتی۔۔ کہہ دینا عربی میں جوش و خروش والی شاعری پڑھ رہی تھی میں۔۔"

پیچھے کھڑی گل لالہ کی ہنسی بے ساختہ نکلی تھی۔ بیوٹیشن نے بھی بمشکل لبوں پر ابھرتی مسکراہٹ روکی تھی اور رامین۔۔ رامین کھکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ پھر پیار سے اپنی دلہن بنی کزن کو دیکھا۔ وہ اسے اس سے اور بھی پیاری لگی۔ وہ اس کے حق کے لیے خود کا موڈ خراب کر رہی تھی۔ وہ اسے بد تمیز لوگوں سے عتاب سے بچانے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتی تھی۔۔ ہاں۔۔ ایسا لالہ رُخ ہی کر سکتی تھی۔ زبان بھلے ہی تیز دھار جیسی تھی اس کی۔۔ لیکن دل۔۔ بقول۔۔ ار مغان کے۔۔ سونے کا پایا تھا اس نے۔

"اچھا اب پلیز مسکرا دو رُخ۔ ارسل بھائی کے سامنے یہ تنے نقوش اور بھنچے جبرے لے کر جاؤ گی تو کیا بنے گا ان کا۔؟"

"ان کا جو بھی بننا ہو گا وہ بن جائے گا، فی الحال تم اپنی فکر کرو۔ اگر تم نے ان لوگوں کو آزادی دی ناں راین تو وہ عنقریب تمہارے سر پر چڑھ کر ناچیں گے۔ تم کا پیر و مانز کرو۔۔ ضرور کرو۔۔ ہر لڑکی اپنا گھر بچانے کے لیئے ایسا کرتی ہے لیکن۔۔"

وہ لمحے بھر کو ٹھہری تھی۔ سنجیدہ اور بے حد زیرک سیاہ آنکھیں راین کو ہی تک رہی تھیں۔

"اگر تم نے انہیں اپنی ذات پر بات کرنے سے نہیں روکا۔۔ یا انہیں بلاوجہ کے رعب سے باز نہیں رکھا تو یاد رکھنا پھر۔ ساری زندگی ان کی غلامی کرتے گزارنی پڑے گی تمہیں۔ کبھی بھی خود پر کسی کو مت بولنے دیا کرو راین۔ لوگ آپکی خاموشی کی قدر نہیں کرتے۔ لوگ اس خاموشی کو آپکی بزدلی پر محمول کر کے ہمیشہ اپنے خراب موڈ کی بھڑاس آپ پر اتارتے رہیں گے۔ ان کے لیے وہ سب آسان مت کرو۔ انہیں اپنی بے عزتی کرتے رہنے کو "نارمل" مت ہونے دو۔۔"

وہ اس کی کڑوی لیکن کڑی باتوں پر پھیکا سا مسکرا کر رہ گئی تھی۔ اب وہ اسے کیا بتاتی کہ ہر کوئی لالہ رُخ نہیں ہوتا۔ بہت سی راین بھی ہوا کرتی ہیں۔ ڈرپوک اور بزدل۔ ہلکا سا جھک کر اپنے تنخ ہاتھ سے اسکا رخسار تھپتپا کر وہ سیدھی ہوئی تھی۔ اسی اثناء میں دروازہ کھول کر افغان داخل ہوئے تو سب لڑکیاں کمرے سے باہر نکل گئیں۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے اس تک آئے تھے۔ ابھی کل ہی کی تو بات تھی جب چھوٹی سی لالہ رُخ ان سے کسی بات پر ضد کر رہی تھی۔ اور آج۔۔ آج وہ دلہن بن کر کسی اور کے گھر رخصت ہو رہی تھی۔ وقت اتنی جلدی کیسے گزر سکتا تھا !

"موڈ کیوں آف ہے۔۔؟"

انہیں دیکھتے ہی اس کے بگڑے تیوروں کا اندازہ ہو گیا تھا۔

"بھوت نات کی باتیں کانوں میں پڑ چکی ہیں میرے۔۔"

اس نے آنکھیں گھما کر اپنی بیزاریت چھپانے کی کوشش ہر گز نہیں کی تھی۔ اس نے خود کے اصل جذبات کو چھپانے کی سعی کبھی کی ہی نہیں تھی۔ اسے یہ سب نہیں آتا تھا۔ جو ہوں۔۔ جیسی ہوں۔۔ قبول کریں۔۔ اور اگر قبول نہیں کرنا تو بھاڑ میں جائیں۔۔

"رُخ۔۔ بیٹے آج تو موڈ ٹھیک کر لو۔۔"

"آپ کو پتہ ہے میں صبح سے مسکرا رہی تھی۔۔ ہنس رہی تھی۔۔ میں نے وعدہ کیا تھا خود سے۔۔ کہ آج کسی بھی بات پر غصہ نہیں کرنا۔۔ لیکن نہیں۔۔ کچھ لوگوں کا وجود ہی آپ کا پارہ گھمانے کے لیئے کافی ہوتا ہے۔۔"

"اللہ ارسل کا محافظ ہو گا۔۔"

"کیا کہا آپ نے۔۔؟"

انکی بہت دھیمی سی برجستہ سرگوشی اسکے کانوں سے بچ نہیں سکی تھی۔ انہوں نے مسکرا کر کان کی لو کھجائی۔

"ارسل کو دعا دی ہے۔۔"

"بالکل۔۔ میرے عتاب سے حفاظت کی دعا۔۔ سب سمجھتی ہوں میں بابا۔۔"

"سمجھتی ہو تو غصہ ذرا کم کیا کرو۔ وہ بچا رہا اگر کمزور دل کا ہوا تو کیا بنے گا اسکا۔۔؟"

"کمزور دل۔۔؟ لڑکے بھی کمزور دل ہوتے ہیں کیا۔۔؟"

اس نے اپنے پختون گھرانے میں شازہ ہی کسی لڑکے کو کمزور دل کا دیکھا تھا۔ اب اسے کون بتاتا کہ اس جہان کے پار بھی ایک اور جہاں آباد ہے۔۔

"بالکل۔۔ لڑکے بھی انسان ہوتے ہیں۔ ان کا دل بھی کمزور ہو سکتا ہے۔ تم نے صرف فرقان لالہ اور اسفندیار جیسے لوگوں کو ہی آس پاس دیکھا ہے۔ ہر جگہ ایسا نہیں ہوتا بچے۔۔ بعض لوگ بہت حساس ہوتے ہیں۔۔ نازک طبیعت رکھتے ہیں۔۔ لڑکے بھی نازک ہو سکتے ہیں۔۔"

بابا کی باتوں پر وہ لمحے بھر کو حیران ہوئی تھی۔ حیران آنکھیں ان پر جمائے وہ پل بھر کو لاجواب بھی ہوئی تھی۔

"لڑکے اور نازک۔۔ ارسل کو دیکھ کر لگتا تو نہیں ہے بابا۔ وہ تو اتنے مضبوط قد کاٹھ کے، اونچے سے مرد ہیں۔ بالکل اسفندیار لالہ اور فرقان لالہ جیسے۔۔ پھر وہ نازک کیسے ہو سکتے ہیں۔۔؟"

اسکی بات سن کر افغان بے ساختہ ہی مسکرا دیئے تھے۔

"ہو سکتے ہیں بچے۔۔ وہ جسمانی طور پر مضبوط ہوں تب بھی وہ عادت و اطوار میں نزاکت سے کام لے سکتے ہیں۔ اور یہ وہ کوئی جان بوجھ کر نہیں کرتے۔۔ بلکہ وہ پیدا ہی ایسے کیئے جاتے ہیں۔۔"

انکی عجیب و غریب سی باتوں پر کندھے اچکا کر اس نے اپنا سر اپا ان کی جانب پھیرا تھا۔

"اچھا بتائیں۔۔ میں پیاری لگ رہی ہوں ناں۔۔؟"

وہی بیٹیوں کا باپ سے تعریفیں کروانے کا آزمودہ نسخہ۔۔

"ہاں۔۔ بہت بہت پیاری لگ رہی ہو تم۔۔ ہمیشہ ہی پیاری لگتی ہو۔۔"

وہ آگے بڑھ کر ان کے سینے سے آگئی تھی۔ رخصتی کا وقت قریب آرہا تھا۔ اور جیسے جیسے اس وقت کی قربت بڑھتی جا رہی تھی، رُخ کا دل بھی ساتھ ہی رکتا جا رہا تھا۔ بابا کو چھوڑ کر جانا۔۔ اس جیسی شیرنی کے لیئے بھی بہر حال بہت کٹھن تھا۔

ارسل نے سفید کرتا شلوار پر سیاہ واسکٹ زیب تن کر رکھی تھی۔ اگرچہ وہ اس شادی سے خوش نہیں تھا لیکن وہ پھر بھی، ماں اور دادی کے لیئے خوش دکھ تو سکتا تھا ناں۔۔ شیر افگن کے لیے اسکے دل میں کورنجش نہیں تھی۔۔ بس وہاں خاموشی چھا گئی تھی۔۔ وہ اب ان سے گلہ تک نہیں کرنا چاہتا تھا۔

رات۔۔ شادی کی رسمومات سے فارغ ہو کر وہ کمرے کی جانب پلٹا تو دیکھا وہ لڑکی گردن جھکائے، گھونگٹ نکالے۔۔ اس کے بیڈ پر بیٹھی، اسکی منتظر تھی۔ لمحوں ہی میں اسکے اندر غصہ ابلا تھا۔ اگر جو یہ لڑکی اس جگہ نہ ہوتی تو۔۔ آج اس جگہ آمنہ ہوتی۔۔ طیش کی ایک تیز لہر نے اسکے جسم کا احاطہ سماعتوں میں کیا تھا۔ بمشکل گہرا سانس لے کر اس نے محض اتنا ہی کہا۔۔

"مہربانی کریں۔۔ آپ میرے بستر سے ہٹ جائیے۔۔ مجھے نیند آرہی ہے۔۔"

ابھی اس کے لفظوں نے ساکت فضا میں اپنی جگہ بھی نہ بنائی تھی کہ اس لڑکی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ساتھ اس نے گھونگھٹ بھی اٹھالیا تھا۔ ارسل اب اپنی کلائی پر بندھی گھڑی اتار رہا تھا۔

"کیا کہا آپ نے۔۔؟"

اور اس کی توقع کے برعکس اس لڑکی نے جلدی سے بستر چھوڑنے کے بجائے، حیران سا سوال کیا تھا۔

"میں نے کہا مجھے نیند آرہی ہے۔۔ میرے بیڈ سے اتریں۔۔"

"پھر کس کے بیڈ پر جاؤں۔۔"

اور اب کہ سر جھکا کر گھڑی اتارتا وہ چونکا تھا۔ ایک لمحے کے لیئے چہرہ اٹھا کر سنگھار آئینے میں اس جھلملاتے عکس کو دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ اسے پتہ تھا کہ وہ خوبصورت ہوگی۔۔ وہ پٹھان تھی۔۔ اسکا خوبصورت ہونا بنتا تھا۔۔ لیکن وہ اتنی خوبصورت ہوگی۔۔ اسکا اسے اندازہ نہیں تھا۔

"کہیں بھی جائیں لیکن یہاں سے ہٹیں۔۔"

"میں آپکے رویے کو سمجھ نہیں پا رہی ارسل۔۔ کیا کہنا چاہ رہے ہیں آپ۔۔؟"

وہ واقعی اسکے بے تکے سے مطالبے پر جربز ہوئی تھی۔ ارسل ٹھنڈے تاثرات لیئے پلٹا۔

"میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں مس لالہ رُخ۔۔ کہ مجھے نیند آرہی ہے۔۔ میں تھکا ہوا ہوں اور مجھے سونا ہے۔ اسی لیئے بغیر کسی مزید بحث کے۔۔ آپ اپنا بھاری لباس سنبھالیں اور میرے سونے کی جگہ خالی کریں۔۔"

آن کی آن میں، رُخ کی آنکھیں جھلملا اٹھی تھیں۔ وہ آنکھیں جو نا سمجھی سے سکڑی ہوئی تھیں لمحے بھر میں سپاٹ ہو گئیں۔ پھر وہ اپنا فرشی لہنگا سنبھالتی بستر سے اتری اور ڈریسنگ روم میں داخل ہونے کے بعد دروازہ "ٹھاہ" کی آواز سے بند کیا۔ ارسل بے اختیار ہی اسکے دروازہ زور سے بند کرنے پر چونکا

تھا۔ اسے ایسے "ٹھاہ" دروازہ دے مارنے کی توقع نہیں تھی۔ پھر اس نے دیکھا کہ کچھ ہی لمحوں بعد وہ ڈریسنگ روم سے نکلی، کامدار لباس اس نے لا کر صوفے پر ڈال دیا تھا اور زیورات سنگھار آئینے پر رکھ دیئے تھے۔ ارسل پر ایک بھی نگاہ غلط ڈالے بغیر وہ بھنچے لب لیئے بیڈ تک آئی اور کمبل منہ تک اوڑھ لیا۔ وہ اسکی ساری کارروائی نا سمجھی سے دیکھتا رہا۔ پھر سر کھجاتا خالی صوفے کو دیکھنے لگا۔ اصولاً تو رُخ کو اس صوفے پر سونا چاہیئے تھا۔

"میں نے آپ سے کہا کہ میرے بیڈ سے ہٹیں اور آپ الٹا آکر یہاں سو رہی ہیں۔ اٹھیں یہاں سے۔۔"

وہ اس کے سر پر پہنچ کر جھنجھلایا تھا۔ رُخ نے ایک جھٹکے سے کمبل ہٹایا۔

"مجھے بھی نیند آرہی ہے اور میں بھی تھک چکی ہوں۔ اسی لیئے میں بھی سو رہی ہوں۔ اور یہ صرف آپکا بستر نہیں ہے۔۔ یہ اب میرا بھی بستر ہے۔ سمجھے آپ۔ اگر اتنا ہی شوق ہے آپکو تو اس صوفے پر سو جائیں۔۔"

"میں اس صوفے پر سوؤں۔۔؟"

"نہیں تو کیا پھر میں وہاں سوؤنگی۔۔؟"

اس نے ایسے غرا کر سوال کیا تھا کہ وہ جھر جھری لے کر پیچھے ہٹا۔ یہ کونسی مخلوق سے شادی ہوگئی تھی اس کی۔۔؟ اس نے تو سنا تھا کہ رُخ بڑی معصوم اور خاموش سی ہے۔۔ لیکن اس کے بیڈ پر قبضہ جما کر لیٹی یہ لڑکی تو کہیں سے بھی اس کردار پر پورا نہیں اتر رہی تھی۔۔ کہیں وہ کسی اور کی بیوی تو نہیں اٹھا لایا۔۔!

خیال اگرچہ بھونڈا تھا مگر ارسل نے کنفرم کرنا ضروری سمجھا۔

"سنیں آپ۔۔ لالہ رُخ ہی ہیں ناں۔۔؟"

اور اس کے اس قدر احمقانہ سوال پر رُخ اتنے غصے میں بھی اپنی حیرت نہیں چھپاپائی تھی۔

"یہ کس قسم کا گھٹیا سوال آپ رات کے دو بج کر رہے ہیں مجھ سے۔۔؟"

ائیں۔۔! اس نے ایک بار پھر سر کھجایا۔۔ ایسا کیا پوچھ لیا تھا اس نے۔۔؟

"جو بھی ہے۔۔ میں آپ کے ساتھ اپنا بستر شیئر نہیں کر سکتا۔۔ آپ ابھی کہ ابھی میری جگہ سے ہٹیں۔۔"

وہ بھی ٹین ایجرز کی طرح ضد کرنے لگا تھا۔ رُخ نے پہلے اسے گھورا پھر سمجھ کر سر ہلاتی بستر سے نکلی۔
"ٹھیک ہے۔۔ آپ کھلے ہو کر سو جائیں اپنے بستر پر۔۔ میں ایسا کرتی ہوں رمشہ کے کمرے میں جا کر سو جاتی ہوں۔"

اور جھانسی کی رانی نے بیڈ پر رکھا تکیہ جھپٹا تھا۔ پھر جیسے ہی دروازے کی جانب بڑھی، ایک جھٹکے سے ارسل نے اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔ پہلی دفعہ دیکھا تھا اس نے ارسل کی بھوری آنکھوں کو اتنے قریب سے۔۔ اور اسے داد دینی چاہیئے تھی۔۔ وہ آنکھیں معصوم تھیں۔۔ معصوم اور ذرا گھبرائی ہوئیں۔ اس نے کبھی کسی لڑکے کی ایسی آنکھیں نہیں دیکھی تھیں۔

اسکے محو سے تاثر کو محسوس کر کے وہ بے اختیار ہی کھنکھارا تھا۔ رُخ چونکی۔۔ پھر اسکے ہاتھ میں قید اپنی کلائی دیکھی۔ لمحوں ہی میں وہ لطیف سا احساس کمرے کی فضا میں عنقا ہو گیا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا۔ پھر سپاٹ نگاہیں ارسل کے حیران چہرے پر جمائیں۔

"یہ میری زندگی ہے ارسل افگن! کسی ناول یا ڈرامے کا سین نہیں کہ میں جا کر صوفے پر سو جاؤں اور آپ خوابِ خرگوش کے مزے اپنے بستر پر لیتے رہیں۔ میں نے جب ایک دفعہ کہہ دیا کہ میں اس غیر

آرام دہ سے صوفے پر نہیں سوؤنگی تو اسکا مطلب ہے میں نہیں سوؤنگی۔ اور اگر آپکو اتنا ہی مسئلہ ہے میری موجودگی سے تو آپ جا کر اپنے ابو کے کمرے میں سو سکتے ہیں۔ میں بزدلوں کی طرح آپکو نہیں روکوؤنگی۔۔ کیونکہ میں اپنے فیصلوں پر ڈٹ کر کھڑی ہونے والی لڑکی ہوں۔۔ آپکی طرح اپنے کیئے گئے فیصلوں پر پچھتانے والی نہیں۔۔!"

اومے ہوئے۔۔ کیا کبھی تم نے کسی پٹھانی کو غصے میں آتے دیکھا ہے۔۔؟ دیکھنا بھی مت۔۔ اپنی زندگی بھر کی ریاضت پر لات مارنے کو دل چاہے گا۔ ارسل کا دل بھی یہی چاہ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک نگاہ سر سے لے کر پیر تک اس پر ڈالی تھی۔

"سو جائیں آپ یہاں پر۔۔ کوئی تماشہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے بخوبی پتہ ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں اور مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ بنا کسی بات کو جانے، اتنے بڑے بڑے تاثرات آپ نہ ہی قائم کریں تو بہتر ہو گا۔"

اس نے اسکے ہاتھ سے تکیہ لے کر بیڈ پر پھینکا اور پھر جا کر بے بسی سے صوفے پر لیٹ گیا۔ بے دھیانی میں صوفے پر لیٹتے وقت اسے اس کا کامدار سالباس بری طری چھ گیا تھا۔ ائی۔۔ وہ بمشکل اپنی پشت سہلانا سیدھا ہو بیٹھا۔ پھر دانت پیس کر کمبل سر تک تان کر لیٹی لالہ رخ کو دیکھا۔ اگلے ہی لمحے بے حد

بردبار سے ارسل نے اسکا لباس صوفے سے جھپٹا اور ابھی وہ اسے ڈریسنگ روم میں رکھنے کے لیئے اٹھا ہی تھا کہ زمین پر جھولتے دوپٹے میں الجھ کر دھم سے زمین پر آگرا۔ دھڑام کی آواز پر رُخ نے بے ساختہ ہی کمبل چہرے سے ہٹایا تھا۔ پھر زمین بوس ہوئے ارسل کو دیکھا۔۔

"بہت اچھا ہوا۔۔"

اتنا کہا اور غڑاپ سے چہرہ کمبل کے اندر کر لیا۔ ارسل نے گہرا سانس لیا اور آنکھیں بند کر کے زور زور سے سرنفی میں ہلانے لگا۔ اسکے کان ہتک کی وجہ سے بے طرح سرخ ہو رہے تھے۔ پتہ نہیں کس گناہ کی سزا مل رہی تھی اسے۔۔ ماں نے تو کہا تھا کہ بیویاں اللہ کی جانب سے تحفہ ہوتی ہیں۔۔ پھر یہ کس طرز کا تحفہ دیا گیا تھا آخر اسے۔۔؟

تھکن کے باعث دکھتا سر لیئے وہ اٹھا اور پھر اسکا لباس صوفے کی پشت پر ہی ڈال کر لیٹ گیا۔ گہرا سانس لے کر آنکھیں موندنا چاہیں لیکن ایک طویل اور تھکا دینے والا سفر نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگا۔! جانے وہ اس لڑکی کے ساتھ زندہ کیسے رہے گا۔؟

وہ ٹھہرا ایک دھیمے مزاج کا شریف سا انسان اور رُخ۔ رُخ ٹھہری چنگیز خان کے لشکر کا آخری سپاہی۔۔! پتہ نہیں آگے اسکی زندگی اسے کون کون سے رنگ دکھانے والی تھی۔۔!!

صبح کی نرم سی دھوپ اس کے چہرے پر پڑی تو وہ لمحوں ہی میں جاگ گیا۔ مندی مندی سی آنکھیں کھول کر دیکھتا وہ کمرہ پہچاننے کی سعی کر رہا تھا۔ بیشتر دفعہ آنکھیں جھپکنے کے باوجود بھی اس کے سامنے کا منظر سرخ ہی رہا۔ کہیں رُخ نے اسے نیند میں قتل تو نہیں کر دیا تھا۔؟ اور اب وہ جوابی طور پر سرخ رنگ کی بستی میں پہنچ گیا تھا۔؟ وہ گھبرا کر سیدھا ہو بیٹھا۔ وہ کسی سرخ بستی میں نہیں پہنچا تھا۔ بلکہ اس کے چہرے پر رُخ کا سرخ دوپٹہ تھا۔ اس کے جالی دار سے اثر کے باعث اسے ساری دنیا پل بھر کو سرخ نظر آرہی تھی۔

بے اختیار ہی اسکی نگاہ رُخ کے بستر کی جانب اٹھی تھی۔ بیڈ پر کمبل سلیقے سے لپٹا ہوا رکھا تھا اور صاف ستھرا سا بستر اسے منہ چڑا رہا تھا۔ آنکھیں مسل کر اس نے گھڑی کی جانب نگاہ گھمائی اور پھر بھک سے اڑا۔ صبح کے دس بج رہے تھے۔ دس۔۔!! وہ اتنی دیر کیسے سو تا رہا۔؟ سر کھجا کر اس نے اپنا رُخ

ڈریسنگ روم کی جانب پھیرا تھا۔ جب وہ فریش ہو کر باہر نکلا تو دیکھا رخ سبز رنگ کے لباس میں ملبوس اپنے سیاہ ہاف بندھے بالوں پر دوپٹہ ڈال رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے پل بھر کو چہرہ اسکی جانب پھیرا تھا۔ پھر بڑی بے باکی سے نزدیک چلی آئی۔ اپنی سپاٹ آنکھیں اسکی آنکھوں میں گاڑیں۔ جانے کیوں۔۔ لیکن ارسل کو ہر گزرتے لمحے اس لڑکی سے خوف آتا جا رہا تھا۔

"جورات کو آپ نے میرے ساتھ کیا ارسل، وہ کسی بھی طرح قابلِ فراموش نہیں ہے۔ یہ مت سمجھیئے گا کہ میں وہ سب بھول گئی ہوں۔ میں کچھ بھی نہیں بھولی ہوں۔ اور جورات آپ کا رویہ تھا، اسکی وضاحت آپ پر ادھار رہی۔ ابھی پوچھ کر میں آپکے چہرے کا یہ رنگ نہیں اڑانا چاہتی۔ اسی لیئے آپ مجھے اپنے اس عمل کی کیا وضاحت دیں گے، یہ آپ نے طے کرنا ہے۔"

اسکی دھیمی سی آواز بہت سرد تھی۔ ایسے جیسے رنگ برنگی سی کہانی میں کوئی بے حد چھبتا تھا پہلو ہو۔ لیکن اب کہ ارسل نے بھی لمحے بھر کو اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"میں آپکو۔۔ کسی بھی قسم کی۔۔ وضاحت دینے کا پابند نہیں ہوں مس لالہ رخ۔۔!"

اسکا لہجہ اور اس کے لہجے کا ٹیلا سا تاثر رُخ کے حلق تک کو کڑوا کر گیا تھا۔ اس نے دانت جما کر ارسل
انگلن کو گھورا تھا۔

"اچھا۔۔"

اس نے سمجھ کر سر ہلایا۔ پھر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں کون ہوں آپ کی۔۔؟ بتائیں۔۔ کیا ہوں میں۔۔؟ مجھ سے کیوں رشتہ گانٹھا جب اس رشتے کو
نبھانے کی جرأت نہیں تھی آپ میں۔۔؟ پٹھان کہتے ہیں آپ خود کو۔۔! ذرا سا بھی احساس نہیں ہوتا
بزدلوں کی طرح غلط بیانی کرتے ہوئے۔۔؟ میں نے تو اپنے آس پاس بستے ہر مرد کو ہمیشہ ڈٹ کر اپنے
فیصلوں پر کھڑے ہوتے دیکھا ہے ارسل۔ فرقان لالہ نے ایک بیوہ سے شادی کی تھی۔۔ لوگوں نے
بہت مخالفت کی لیکن وہ ڈٹے رہے۔ اسفند لالہ نے اپنے دوست کا قصاص لینے کے اپنی جان لگادی
تھی، ارمغان تایا نے ہمیشہ خود کو، بیوی کی موت کے بعد سینت سینت کر رکھا اور میرے بابا نے۔۔
میرے بابا نے کبھی اپنے فیصلوں کی وضاحت سے صرفِ نظر نہیں کیا۔۔ پھر آپ کو نسی قسم سے ہیں
مردوں کی۔۔؟"

لمحے بھر کو ارسل کارنگ تپتے تانبے کی مانند سرخ ہو گیا تھا۔ وہ باتیں ہی ایسی تھیں۔۔ ایسی چبھتی ہوئیں۔۔ اسکی مردانگی پر واضح سا تمانچہ۔۔ کچھ شک نہیں تھا کہ یہ لڑکی جنگجوؤں کے خاندان سے تھی۔۔ اب کہ اس نے بھی اپنی بھوری آنکھوں کو اسکے سرخ و سپید چہرے پر جمایا تھا۔ پھر دھیمی سی آواز میں بولا۔۔

"وضاحت چاہیئے آپکو۔۔؟ کیا برداشت کر پائیں گی میری وضاحت کو آپ..؟"

اسکی ٹھنڈی سی سرگوشی پر رُخ لمحے بھر کو لاجواب ہوئی تھی۔

"مجھے آپ پسند نہیں ہیں لالہ رُخ۔ کسی اور کو پسند کرتا ہوں میں۔ زندگی گزارنے کے خواب تک اسکے ساتھ سجا ئے تھے میں نے۔ اب جسم آپکے ساتھ اور روح سے وابستہ رشتہ کسی اور کے ساتھ رکھ کر میں آپکو اور خود کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا۔ میں آپکو اور خود کو کسی بھی قسم کی شرمندگی سے بچا رہا ہوں۔ کیا آپ اس شرمندگی سے بچنا نہیں چاہتیں۔۔؟ اگر نہیں بچنا چاہتیں تو مجھے آگاہ کر دیجیے گا۔ آپکے سارے شکوے دور کر دوں گا میں۔۔"

اسکی بات کا مطلب سمجھ کر رُخ کی نگاہیں پتھرا گئی تھیں۔ ایک ہی لمحے میں اس نے اسے لفظوں سے کھوکھلا کر دیا تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس قدر واضح بات پرنا سمجھی کا تاثر نہیں دے سکتی تھی۔ اسے زندگی میں پہلی بار، بات کرتے ہوئے دشواری ہوئی تھی۔

"کس قدر گھٹیا ہیں آپ ارسل۔۔!"

بے بسی سے یہی نکلاتھا اس کے منہ سے۔ ارسل مسکرایا۔ پھر اسکے سامنے ہلکا سا جھکا۔ بھوری آنکھیں اپنی تمام تر خوبصورتی کے ساتھ جگمگا رہی تھیں۔

"یہ گھٹیا پن نہیں ہے لالہ رُخ۔ یہ میرے عمل کی وضاحت ہے۔ جسے سننے کی آپکی دیرینہ خواہش میں پوری کر چکا ہوں۔ اب آپکا کوئی اور سوال ہے یا میں جاؤں۔۔؟"

سفید کرتا شلواری میں اس اونچے سے بندے نے بڑے ٹھنڈے انداز میں استفسار کیا تھا۔ وہ اس کے اس قدر اعصابی تغیرات پر دنگ رہ گئی تھی۔ بابا نے بجا فرمایا تھا۔ دنیا فرقان لالہ اور اسفند لالہ کے گرد نہیں گھومتی تھی۔

"نفرت کرتا ہوں میں آپ سے۔۔"

اور اسکی اس آخری سرگوشی نے تو رُخ کا دل ہی توڑ دیا تھا۔ لیکن اگلی کوئی بھی بات سوچے بغیر وہ دانت پیستی آگے بڑھی اور اس کی دائیں کلائی تیزی سے پکڑی۔ پھر بے حد پھرتی سے اس نے اسے الماری کے دروازے کے ساتھ جمایا تھا۔ وہ اسکی ایسی حرکت پر بھونچکا رہ گیا تھا۔ اسے اس سے ایسے کسی رد عمل کی توقع نہیں تھی۔ چہرہ اٹھا کر اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا جو رُخ کی گرفت میں دبا الماری کے اوپر سختی سے جمایا تھا۔ اس نے حیران سی بھوری آنکھیں رُخ کی جانب پھیریں۔

"اگر میرے سامنے۔۔ کسی لڑکی کے ساتھ۔۔ فلرٹ کرنے کی کوشش بھی کی آپ نے ارسل۔۔ تو زندہ نہیں چھوڑو گی آپکو میں۔۔ ابھی مجھے جانتے نہیں ہیں آپ۔۔ میں تباہ کر دو گی آپکی زندگی۔۔ اس لڑکی کی زندگی اور خود کی زندگی۔۔ لالہ رُخ کی زبان یاد رکھیئے گا آپ۔۔ کیونکہ اسکی زبان ارسل جیسی نہیں ہے۔۔!"

کیا تم نے کبھی کسی لڑکی کو اس قدر جرأت مند اور بے خوف دیکھا ہے۔۔؟ نہیں ناں۔۔ ارسل نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ اسی لیئے اسکے بے حد جارہانہ سے رویے پر وہ آنکھیں پھیلائے اسکے تپتی سیاہ آنکھوں کو تک رہا تھا۔

اگلے ہی لمحے اس نے رُخ کو اپنا ہاتھ جھٹکتے دیکھا تھا۔ وہ پیچھے ہٹی، سر پر جمادو پٹہ درست کیا اور پلٹ کر دروازہ پار کرتی کمرے سے نکل گئی۔ ارسل نے بے یقینی سے اپنی سرخ کلائی دیکھی۔ اس دھان پان سی لڑکی کی گرفت بہت پروفیشنل اور منجھی ہوئی تھی۔ تو کیا وہ لڑنا بھی جانتی تھی۔۔! اور اگلے ہی پل وہ سر دونوں ہاتھوں میں گراتا بیڈ پر دھم سے بیٹھا تھا۔ اسے اب اندازہ ہوا تھا کہ اسکے مقابلے پر کون تھا۔! وہ لالہ رُخ تھی۔۔ وہ آمنہ نہیں تھی جو رو دھو کر اسے دو چار کونے دیتی بھول جاتی۔۔ اسے اب پتہ چلا تھا کہ وہ شیر افگن کو کیوں پسند آئی تھی۔۔

"ہمیں آپ کی کو مارشل آرٹس نہیں سکھانا چاہیے تھا۔۔"

آئینے کے سامنے کھڑے رامش نے فکر مندی سے کہا تھا۔ پیچھے بیٹھا جنید، اسکی بات پر البتہ جھنجھلایا تھا۔

"تم تیار ہو رہے ہو یا پھر مزید کوئی فضول بات کرنی ہے تم نے۔۔؟"

"جنید میں سیریس ہوں یا۔۔"

اب کہ وہ واقعی ماتھے پر فکر کی بہت سی لکیریں لیئے اسکی جانب پلٹا تھا۔ جنید نے گہر اسانس لے کر ٹائی کی گرہ گردن کے گرد باندھی تھی۔ پھر اٹھ کر خود کو آئینے میں دیکھنے لگا۔ ساتھ ساتھ لا پرواہی سے تیز تیز بولنے بھی لگا تھا وہ۔۔

"تمہیں لگتا ہے کہ آپ کی کوئی چھوٹی بچی ہیں۔۔! انہیں پتہ ہے کہ انہیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔ تم اپنے چھوٹے سے دماغ پر زیادہ بوجھ مت ڈالو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ آپ بہت سمجھدار ہیں۔۔ سب اچھے سے ہینڈل کر لیں گی۔ اور انہوں نے مارشل آرٹس اسی لیئے نہیں سیکھا تھا کہ وہ ہر کسی کو مارتی، ڈراتی پھریں۔ وہ انہوں نے اپنی حفاظت کے لیئے سیکھا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ خود کو اچھے سے پروٹیکٹ کرنا جانتی ہیں۔"

اسکی بات پر اگرچہ رامش کو تسلی نہیں ہوئی تھی لیکن وہ پھر بھی نیم رضا مند سا سر ہلا گیا تھا۔ اسے ارسل کا تو نہیں پتہ تھا لیکن اسے اپنی بہن کے مزاج کا بخوبی اندازہ تھا۔ اور یہ اسکا اندازہ ہی تھا جو اسے رُخ کی جانب سے خوفزدہ کر رہا تھا۔

ولیمے کی تقریب کے بعد وہ لاؤنج ہی میں شیر افگن، دادی اور سمیرا بیگم کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ شیر اس سے چھوٹے موٹے سوالات کر رہے تھے، جن کا وہ مختصر لیکن تسلی بخش جواب دے رہی تھی۔

"آگے پڑھائی کیوں جاری نہیں رکھی تم نے۔۔؟"

سمیرا بیگم نے اس کا پیار سا چہرہ نظروں کی گرفت میں لے کر پوچھا تھا۔ وہ ہلکا سا مسکرائی۔۔

"بس آنٹی۔۔ مجھے پڑھائی کا شوق نہیں تھا تو بابا نے بھی زیادہ زور دینا ضروری نہیں سمجھا۔۔"

اسکی بات پر دادی مسکرائی تھیں۔ اس کے خالص پشتو لہجے پر بے حد پیار آیا تھا انہیں۔

"پڑھائی کے علاوہ کن چیزوں میں دلچسپی ہے تمہیں۔۔؟"

"کسی خاص چیز میں تو نہیں آنٹی لیکن میں پڑھائی چھوڑنے کے بعد بھی کافی عرصے تک اپنے مارشل

آرٹس اسکول کے ساتھ منسلک رہی ہوں۔ بچپن سے بابا کے ساتھ چینی فلمیں دیکھ دیکھ کر یہی شوق تھا

میرا۔۔ کہ کسی دن مارشل آرٹسٹ بن کر خود کا خواب پورا کر سکوں۔۔ پھر بابا کو بھی اس بات پر

اعتراض نہیں تھا سو میں نے کافی سال تک اس پریکٹس کو جاری رکھا۔۔"

شیر افگن زیر لب مسکرائے تھے۔ پھر زینے اترتے ارسل کی جانب فخر سے دیکھا۔ (میں نہ کہتا تھا یہ لڑکی ہیرا ہے) والی نظریں تھیں وہ۔ اس نے کوفت زدہ سی سانس خارج کی تھی پھر غیر محسوس طریقے سے اپنی کلائی کمر کے پیچھے کی۔ رُخ نے اس پر ایک نگاہ ڈالی تھی۔

"ماں میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔ رات دیر تک واپس آؤنگا۔ آپ پلیز اپنی دوا وقت پر لے لیجیئے گا۔"

اس نے ہلکے پھلکے سے لہجے میں کہا تو سمیرا سمیت سب نے یکبارگی اسکی جانب دیکھا۔ سب کے چہروں پر بے ساختہ سی ابھرتی نا سمجھی کو اس نے دیکھا تو پل بھر کو زبان لڑکھڑاسی گئی۔

"می۔۔ میں واپس آ جاؤنگا جلدی۔۔"

"یہ کونسا وقت ہے باہر جانے کا۔۔؟ تھک چکے ہو تم بھی اور رُخ بھی۔ اب تم اس وقت باہر جاؤ گے تو وہ تمہارے انتظار میں سوکھتی ہی رہے گی۔ ابھی جاؤ کمرے میں اپنے۔ آرام کرو۔۔ شادی کی تھکن چہرے سے ٹپک رہی ہے تمہارے۔۔"

شیر افگن نے نرمی سے کہتے کہتے اسکے اترے چہرے کو شادی کی تھکن سے تشبیہ دی تو اسکا دل کیا وہیں بال نوچ لے اپنے۔ کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ تھکن کس چیز کی تھی۔۔؟

"بیٹے سہی کہہ رہے ہیں تمہارے بابا۔ جاؤ آرام کرو جا کر اور یہ بچی بھی دیکھو کس قدر تھک گئی ہے۔"

سمیرانے رُخ کے بیچارے سے چہرے کی جانب دیکھ کر کہا تو ارسل نے ایک تیرنگاہ اس پر ڈالی۔ ابھی اسے اپنی کلائی کی بے حرمتی بھولی نہیں تھی۔

"کیوں نہ ہم رُخ سے ہی پوچھ لیں کہ وہ مجھے جانے دینا چاہتی ہے یا نہیں۔۔؟"

اس نے زبردستی مسکراہٹ لبوں پر چپکا کر سب کا رُخ اسکی جانب پھیرا تھا۔ وہ اسکے براہ راست سے استفسار پر ہرگز بھی نہیں گھبرائی تھی۔ بلکہ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ سجا کر، سیاہ آنکھوں کو معصومیت سے جھپکا کر کہنے لگی۔

"سب ٹھیک کہہ رہے ہیں ارسل۔ آپکو آرام کرنا چاہیئے۔ اس طرح صحت خراب کر لیں گے آپ اپنی۔"

اور وہ جو اسکے کسی کرارہ سے جواب کا منتظر تھا، اسکے یوں بازی پلٹنے پر بھک سے اڑا۔ چہرے پر سچی مسکراہٹ لمحوں ہی میں غائب ہوئی تھی۔ لاؤنج میں سب نے رُخ کے جواب کو سراہا تھا۔

"چلو بیٹا۔۔ اب تم بھی سو جاؤ۔۔ بہت تھک گئی ہو۔۔"

ارسل تو دھم دھم کرتا کمرے کی جانب واپس پلٹ آیا تھا۔ رُخ کو واپس پلٹنے میں کچھ وقت لگا۔ وہ جیسے ہی واپس آئی، تو دیکھا وہ سخت غصے میں درمیان میں آئے پردے کے ساتھ کشتی لڑ رہا تھا۔ اسکی ہنسی بے ساختہ ابھری تھی۔ اسکی ہلکی سی قلقاری ہی تھی جسکے باعث وہ اسکی جانب پلٹا تھا۔ پھر دانت پیس کر اسے دیکھا۔ وہ اسکے یوں غصہ غصہ چہرے سے محفوظ ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ غصے میں بھی بچوں جیسا لگتا تھا۔

"کیا۔۔ کیا تھا یہ نیچے۔۔؟"

اسکی اٹکتی زبان سے پتہ چل رہا تھا کہ اسے تیز تیز بولنا نہیں آتا۔ اسے تو غصہ کرنا ہی نہیں آتا تھا۔ اور اس لالہ رُخ نے ایک ہی دن میں کیا حال کر دیا تھا اسکا۔۔!

"کیا۔۔؟"

اور لالہ رُخ کو تو عادت تھی، تباہ کاریاں کرنے کے بعد انجان بننے کی۔

"تم وہ روپ میرے گھر والوں کو بھی دکھاؤناں جو صبح تم نے مجھے دکھایا تھا۔ انہیں بھی بتاؤناں ذرا کہ کیسی لڑاکا اور آفت کی پرکالہ والی طبیعت پائی ہے تم نے۔۔!"

"تم۔۔! آپ نے مجھے "تم" کہا۔۔! کس کی اجازت سے آپ مجھے "تم" کہہ رہے ہیں۔۔؟"

اسے ساری بات میں صرف اس بیکار سے "تم" پر اعتراض ہوا تھا۔ ارسل نے اب کہ واضح طور پر اپنے بال نوچے تھے۔

"لالہ رُخ تم میری برداشت سے باہر ہوتی جا رہی ہو اب۔"

"آپ کی برداشت بھی تو آپ کی طرح چڑیا جتنی ہے۔۔"

اس نے ذرا سا بھی متاثر ہوئے بغیر ہاتھ جھلا کر اسے پرے ہٹنے کو کہا تھا۔

"تم نے مجھے چڑیا کہا۔۔؟"

وہ گھوم کر اسکے سامنے آیا تھا۔

"ہاں تو ظاہر ہے۔ اب آپ کو شیر تو کہنے سے رہی۔ دیکھیں ذرا اپنے کان۔۔ بالکل کسی میمنے کی مانند سرخ

ہو رہے ہیں۔۔"

میمنہ۔۔ او گاڈ۔۔ میمنہ۔۔!

"تم اپنی زبان درست کرو لڑکی۔۔!"

"آپ اپنا رویہ درست کریں پہلے۔۔"

"میری مرضی میں جیسے بھی رہوں۔ تم ہوتی کون ہو مجھے بولنے والی۔۔"

تمیزدار سے ارسل کی برداشت اب ختم ہوتی جا رہی تھی۔ وہ جس نے کبھی کسی سے اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی، آج وہ ذرا جتنی لڑکی۔۔ اوہ خدا معافی۔۔ آج وہ لڑکی اسکا ضبط آزما رہی تھی۔

"میں آپکی بیوی ہوتی ہوں ارسل افگن۔ اور بیویاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ایسی ہی مارتی دھاڑتی اور اٹھا اٹھا کر پٹخنے والیں۔۔"

"کچھ خدا کا خوف کر لو تم۔ کوئی اس طرح بات کرتا ہے اپنے شوہر سے۔۔؟"

اس نے اسے شرم دلانے کی بالکل آخری کوشش کی تھی۔ لالہ نے اسے خونخوار آنکھوں سے گھورا تھا۔

"شوہر۔۔ مطلب بھی پتہ ہے آپکو اس لفظ کا۔۔ ایسے ہوتے ہیں شوہر۔۔ جو شادی کی پہلی رات ہی اپنی بیوی کو کہتے ہیں کہ میرے بستر سے اترو۔۔ کیا ایسے ہوتے ہیں شوہر کہ شادی کی پہلی صبح اپنی بیوی سے

یہ کہیں کہ وہ ان سے نفرت کرتے ہیں۔۔ کیا ایسے ہوتے ہیں شوہر جو کسی اور عورت کا یوں منہ بھر کر ذکر اپنی بیوی کے سامنے کر دیں۔۔ "

"ہاں تو اگر یہی کام شوہر چھپ کر کریں تب بھی تکلیف سب سے زیادہ آپ بیویوں کو ہی ہوتی ہے۔۔ "

دھت تیری کی۔۔ !

"اچھا۔۔ زیادہ ہی بولنا آگیا ہے آپکو۔۔ رکیں۔۔ میں ابھی شیر بابا کو بلا کر لاتی ہوں۔۔ ساری غنڈہ گردی ابھی کہ ابھی سر کے بل نکل جائے گی۔۔ "

ابھی وہ دروازے کی جانب بڑھنے ہی لگی تھی کہ دروازہ کھٹکھٹائے جانے کی آواز پر رک سی گئی۔ ارسل نے جلدی سے اسے اپنے پیچھے کیا تھا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ رمشہ فکر مند سی باہر کھڑی تھی۔

"بھائی۔۔ سب ٹھیک تو ہے ناں۔۔؟ آپکے کمرے سے آوازیں آرہی ہیں۔۔ "

"آوازیں۔۔ کیسی آوازیں۔۔؟ نہیں نہیں کوئی آواز نہیں یہاں تو۔۔ "

اسکے عجلت سے کہنے پر بھی رمشہ نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"بھائی میں نے خود سنی ہیں آوازیں۔۔ ایسے جیسے کوئی لڑ رہا ہو۔۔"

اور اسکی بات سن کر وہ بھک سے اڑا تھا۔ پھر تیزی سے بولا۔

"ارے نہیں۔۔ وہ تو میں اور لالہ رُخ زور زور سے ہنس رہے تھے۔۔ کیوں لالہ رُخ۔۔"

وہ زبردستی ہنستا ہوا اندر پلٹا تو دیکھا وہ ڈریسنگ روم کا دروازہ "ٹھاہ" سے بند کرتی اندر جا رہی تھی۔

دروازہ زور سے دے مارنے کی آواز پر رمشہ نے چونک کر اسکی جانب دیکھا۔۔

"بھائی۔۔ بھابھی کیا غصے میں ہیں۔۔؟"

"نہیں وہ غصے میں نہیں۔۔ بس ذرا سنا ناراض ہے مجھ سے۔۔"

اسکے کہنے پر رمشہ نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا تھا۔

"خیر ذرا سنا تو ناراض نہیں لگ رہیں وہ۔ یوں لگ رہا ہے ڈریسنگ روم سے نکلتے ہی شوٹ کریں گی

آپکو۔۔ خیال رکھیئے گا بھائی۔۔"

وہ آہستہ سے کہہ کر پٹی توار سل نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر دروازے کے ساتھ لگ کر ہی گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ یہ زندگی کیا سے کیا ہو گئی تھی چند ایک دنوں میں۔۔! اسے اب سچ میں رونا آ رہا تھا۔

وہ ڈریسنگ روم سے نکل کر آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال سلجھانے لگی تھی۔ ارسل کی نگاہ لمحے بھر کو اسکے سیاہ لمبے بالوں میں الجھی تھی۔ کمرے میں پھیلی خاموشی نے عجیب سی کثافت پیدا کر دی تھی۔ وہ صوفے پر جا کر بے بسی سے بیٹھ گیا تھا۔ پھر سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔ رُخ نے اسکی جانب دیکھے بغیر بستر کی جانب قدم بڑھائے پھر اسکے جھکے سر کو دیکھ کر لمحے بھر کے لیئے رکی۔ جانے کیوں اسے اس مہینے پر ترس آیا تھا۔

"یہ ہاتھ پر کیا ہوا ہے آپکے۔۔؟"

اور وہ لڑتی بھڑکتی لڑکی اب اسکے سر پر کھڑی فکر مندی سے پوچھ رہی تھی۔ اس نے چونک کر چہرہ اٹھایا۔

"کچھ نہیں۔۔"

"مجھے دیکھنے دیں۔۔"

وہ اسکا ہاتھ لینے کے لیئے ہلکا سا جھکی تو اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ رُخ نے اپنا سیاہ ارتکا اس پر جمایا تھا۔

"مجھے ہاتھوں کو گھما کر بہت اچھے سے قابو کرنا آتا ہے ارسل انگن۔۔ اسی لیئے میرے ساتھ یہ ڈرامے مت کریں اور مجھے دیکھنے دیں کیا ہوا ہے آپکو۔۔"

وہ دھمکی نہیں تھی۔۔ ارسل جانتا تھا کہ وہ دھمکی نہیں تھی۔۔

"مجھے تم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے رُخ۔۔ پلیز تم جاؤ یہاں سے۔۔"

اس نے تھک کر کہا تھا۔ اور اب کہ وہ لب بھینچ کر بالکل سیدھی ہو گئی تھی۔ پھر سنگھار آئینے پر رکھے چھوٹے سے بینڈج کو اسکی مٹھی میں زبردستی لا کر تھمایا۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ اس کے بعد، ایک دفعہ بھی اسکی جانب دیکھے بغیر اس نے بستر سنبھالا اور کمبل حسبِ عادت سر تک تان لیا۔ اس نے اپنی مٹھی میں رکھی بینڈج کو دیکھا پھر ہلکے سے مسکراتے ہوئے اسے ہاتھ پر باندھنے لگا۔ اگلے ہی پل اس

نے چہرہ اٹھا کر رُخ کی جانب دیکھا تھا۔ وہ کمبل ہٹائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اسے دیکھتا پا کر غڑاپ سے اندر گھس گئی۔

وہ دو بہت مختلف انسان زندگی کی بندھی ڈور کو ساتھ لیئے چلنے لگے تھے۔ کیا ہوا جو ایک خونخوار اور دوسرا بکری کا چھوٹا سا بچہ تھا۔ جن کے رشتے آسمانِ دنیا پر طے کر دیئے جائیں۔۔ زمین پر بسنے والے لوگ ان فیصلوں کو نہیں بدل سکتے۔۔ یہ تبدیلی انسانوں کے ہاتھ میں رکھی ہی نہیں گئی تھی۔۔ انسان کے ہاتھ میں تو محض کوشش رکھی گئی تھی۔ وہ بھی کوشش کر کے اس غیر آرام دہ سے صوفے پر لیٹ گیا تھا۔ پھر آنکھوں پر بازو رکھ کر گہرا سانس لیا۔ زندگی کبھی یوں بھی ہو سکتی تھی۔۔ ارسل افگن نے ہر گز نہیں سوچا تھا۔۔

اگلی صبح وہ اپنے گیلے بالوں کو تولیئے سے رگڑ کر خشک کر رہا تھا، جب لالہ رُخ کی تیاری پر ٹھٹک کر رہا۔ وہ آف وائٹ ریشمی قمیص شلوار میں ملبوس تھی۔ قمیص کے گلے پر سبز رنگ کے موتیوں کا باریک کام جگمگا رہا تھا۔ سبز ہی دوپٹہ کندھے پر ڈالے وہ ایک ہاتھ سے کان میں جھمکا پہن رہی تھی۔ اس نے

سنگھار آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو بغور دیکھا۔ اب وہ سیاہ بالوں کو ایک جانب کرتی دوسرے کان میں جھمکا ڈال رہی تھی۔

یہ محترمہ کس کے ولیمے پر جا رہی ہیں اتنی صبح صبح۔۔!

اس نے نم بالوں کو یونہی ماتھے پر بکھرے رہنے دیا پھر اسکی جانب پلٹا۔

"آپ کہیں جا رہی ہیں۔۔؟"

"جی۔۔"

اس نے بالوں کو کمر پر جھٹکتے مختصر سا جواب دیا تھا۔ اسکے جواب پر ارسل کے ابرو اٹھتے ہوئے۔۔

"کہاں۔۔؟"

"آپ سے مطلب۔۔؟"

اگلا جواب بہت بر جسگتی سے آکر اسکے منہ پر لگا تھا۔ اس نے لب بھینچ کر رخ سائیڈ ٹیبل کی جانب

پھیرا۔ پھر گھڑی اٹھا کر کلائی پر باندھتا سر سری سا پوچھنے لگا۔

"کس کے ساتھ جا رہی ہیں۔۔؟"

"آپ کے ساتھ۔۔"

وہ اگلے ہی لمحے کرنٹ کھا کر مڑا تھا۔

"واٹ۔۔!!"

اور اب رُخ نے ایک پل کو رک کر اسکی جانب دیکھا تھا۔ مسکارے سے سچی آنکھیں بے نیازی سے جھپکائیں۔

"بھول تو نہیں گئے کہیں کہ آپ میرے شوہر ہیں۔ اور یہ کہ شادی کے بعد لڑکیاں اپنے میکے بھی جاتی ہیں۔ لیکن آپ کو کیوں یاد رہے گا۔۔ پچھلی محبوبہ کی یاد نے عقل و خرد سے بیگانہ جو کر رکھا ہے آپ کو۔۔ اب بھی اگر آپ کو یاد نہیں آ رہا کہ آپ میرے کیا لگتے ہیں تو کیا میں کوئی قدم اٹھا کر آپ کو یاد دلاؤں اور سل جی۔۔؟"

وہ بے ساختہ ہی پاس چلی آئی تو اس سل دو قدم پیچھے ہٹا۔ اسکی پشت الماری سے جا ٹکرائی۔ لیکن لالہ رُخ کی بے نیازی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

شرمانا نہیں آتا تھا کیا اس لڑکی کو۔۔؟ جب دیکھو مجھے الماری کے ساتھ لگا کر دھمکار ہی ہوتی ہے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتا کہ ہم میں سے آخر شوہر ہے کون۔۔!

اس نے بہت سا تھوک نگل کر ہاتھوں کو حفاظتی طور پر، اپنے دونوں شانوں پر کر اس کی صورت رکھا تھا۔ لالہ نے اس کے حفاظتی بندھ کو دیکھا اور پھر ہنس پڑی۔ موتیوں سے جگمگاتے دانت ارسل نے زندگی میں پہلی بار دیکھے تھے۔ اچھی لگتی تھی یا رہنتے ہوئے۔۔! اس نے خود سے اعتراف کیا اور پھر خود ہی بری طرح سر جھٹکا۔

"ڈرگئے آپ۔۔! اتنی جلدی۔۔!"

اور اسکا ذو معنی جملہ سن کر اب کہ وہ پورا سرخ ہوا تھا۔ پھر دانت پیس کر اسے دیکھا۔

"یہ کیا طریقہ ہے کسی کے انتہائی ذاتی اسپیس میں داخل ہونے کا۔۔!"

"اور طریقے ہیں ارسل افگن لیکن پھر وہ آپکی نازک طبیعت کے لیئے درست نہیں۔۔"

اف۔۔ اور اب تو ارسل کے کانوں سے واضح طور پر دھواں نکلنے لگا تھا۔ اس نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر پیچھے ہٹایا تھا۔ رُخ نے بہت مشکل سے اپنی ہنسی روک رکھی تھی۔

"کیا چاہتی ہیں آپ۔۔؟"

"میں تو بہت کچھ چاہتی ہوں ارسل۔۔ کیا بتا دوں۔۔؟"

اس نے آنکھیں پھیلا کر اس بے باک سی لڑکی کو دیکھا تھا کہ جسکی آنکھیں شریر سی شرارت لیئے جگمگا رہی تھیں۔ اسے لالہ رخ کو سمجھنے میں تھوڑا نہیں بہت وقت لگنا تھا۔

"آپکو اندازہ بھی ہے کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔۔؟"

"آپکو کیا لگتا ہے مجھے اندازہ نہیں ہوگا۔۔؟"

"اچھا جو بھی ہے۔۔ کیا کام تھا آپکو مجھ سے۔۔"

"مجھے میری امی کے گھر لے کر جائیں۔ اور وہ بھی انتہائی خوش مزاجی اور خوش اخلاقی کے ساتھ۔ یہ سڑے ہوئے نارنگی جیسا مخ (چہرہ) نہیں ہونا چاہیئے آپکا۔ میرے علاقے میں میری بہت عزت ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ آپکی وجہ سے ذرہ بھر بھی متاثر ہو۔"

اپنا علاقہ تو ایسے کہہ رہی تھی جیسے کسی گینگسٹر علاقے کی باس ہو۔ جیسے بہت سے لوگوں کو تربیت دیتے ہوئے اسکی پچھلی زندگی گزری ہو۔ گزری بھی ہو سکتی ہے بہر حال۔۔! اس خیال کے آتے ہی ارسل نے جھر جھری لی تھی۔ پھر اسکے کندھے سے ہاتھ ہٹالیئے۔

"میں کیا ملازم ہوں آپکا۔۔؟"

اسکے پیچھے ہوتے ہی وہ بگڑ کر بولا تھا۔ لالہ رُخ کابالوں کو سہلاتا ہاتھ لمحے بھر کو ساکت ہوا۔

"اور آپکو لگتا ہے کہ میں اتنا بیکار ملازم رکھوں گی۔۔!"

بکرا بکرا ہضم اور بکری پہ دم! لالہ رُخ کی وہ مثال تھی۔ وہ انسان کے الفاظ اسی کے خلاف بہت اچھے سے استعمال کرنا جانتی تھی۔ دوسری جانب ارسل نے اسکی بات سن کر سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"اب یہ بیکار انسان آپکو لے جانے سے انکار کر رہا ہے۔۔ سمجھیں آپ۔۔!"

"چہ۔۔"

رُخ نے ایک انداز سے اسکے آگے ہاتھ جھلایا تھا، جیسے کہہ رہی ہو۔۔ "تم تو چپ کرو یا ر۔۔!"

"جنکی صلاحیت مفلوج ہو، وہ انکار نہیں کرتے۔ بلکہ خاموشی سے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

تاکہ کوئی انہیں، انکے بیکار ہونے کے طعنے نہ دے سکے۔۔"

ارسل نے اسے جواب دینے کے لیئے لب کھولے لیکن پھر بند کر لیئے۔ اسکا سانس لمحوں میں ضبط کے باعث تیز ہو گیا تھا۔

"آپ۔۔"

"ارسل پلیز۔۔ آپکو لڑنا نہیں آتا ہے۔ اسی لیئے مہربانی کریں یہ بلاوجہ کوشش بھی مت کیا کریں۔"

اور وہ واقعی اگلے پل خاموش سا ہو گیا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ وہ لالہ رخ کی طرح کبھی بھی تیز تیز نہیں بول سکتا۔ وہ کوشش بھی کر لیتا تب بھی ناکام ہی رہتا۔ اور پھر جب آگے لالہ رخ جیسے "پروفیشنل" لوگ ہوں پھر ان کے سامنے تو بالکل بھی نہیں۔۔! اس نے اگلے ہی پل گہرا سانس لے کر، آنکھیں بند کیں۔ پھر سمجھ کر سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ لے جاتا ہوں میں۔ آپ نیچے آجائیں۔ میں انتظار کر رہا ہوں آپکا۔۔"

اور اسکا نارنگی بہت بر باری سے کہہ کر باہر کی جانب بڑھا تو لالہ رُخ نے آنکھیں گھمائیں۔ پھر جھنجھلا کر بالوں کو شانے سے جھٹکا۔ کیوں کرتا تھا وہ ایسے۔۔ ایسے بردباری سے بات مان کر وہ اسے اچھا لگنے لگا تھا۔۔ وہ جانتی تھی کہ اسے زبان دراز لوگ نہیں ہر اسکتے۔۔ اسے صرف وہی ہر اسکتا تھا جو اپنا جواب بہت شریفانہ سے انداز میں چھوڑ کر دو قدم پیچھے ہٹ جاتا۔۔ جو اس سے مقابلہ نہ کرتا۔۔ جو ہار جاتا۔۔ ہاں۔۔ جو ہار جاتا۔۔ !

اور وہ جانتی تھی کہ اسکا "نارنگی" ہارتے ہارتے اسے ایک دن جیت جائے گا۔۔ !

گھر والوں سے پیار لے کر پلٹتے پلٹتے اسے بہت وقت لگ گیا تھا۔ ارسل اسکا گاڑی میں انتظار کر رہا تھا۔ پھر وہ ساتھ والی نشست کا دروازہ کھول کر اندر آ بیٹھی۔ اس نے خاموشی سے گاڑی آگے بڑھادی تھی۔ لالہ رُخ جو صبح الگ ہی جون میں تھی، اس سے ارسل کو بے حد خاموش لگی۔ اس نے ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"آپکی طبیعت ٹھیک ہے۔۔؟"

اس نے پوچھ ہی لیا۔

"میری طبیعت ٹھیک ہو یا نہیں آپکو کیا فرق پڑتا ہے اس سے ارسل۔۔"

اس نے تیز لہجے میں کہہ کر اب کہ رخ بالکل ہی کھڑکی کی جانب پھیر لیا تھا۔ بے اختیار ہی ارسل کے ہونٹ سیدھی سی لکیر میں خاموش ہو گئے۔ اسے تو ویسے بھی زیادہ گفتگو کرنے کی عادت نہیں تھی۔ اسی لیئے لالہ رخ کی خاموشی نے اسے بہر حال سکون سے ڈرائیو کرنے دیا تھا۔ پھر گاڑی اسکے گھر کے آگے روکتے ہوئے وہ باہر نکل آیا۔ رخ بھی اسکے ساتھ ہی باہر نکلی تھی۔ پھر اپنے عقد کے مطابق وہ دونوں مسکراتے ہوئے گھر کے اندر بڑھے۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ یہ مسکراہٹ گھر والوں کی زندگیوں کو ثابت رکھنے کے لیئے بے حد ضروری تھی۔ ان کا خاموش معاہدہ دونوں جانب سے اس معاملے میں بے حد مضبوط تھا۔

لالہ رخ گھر میں کیا داخل ہوئی وہاں تو گویا بہار اتر آئی تھی۔ اسے بھی اکلوتا داماد ہونے کے باعث بہت عزت اور ہاتھ کے چھالے کی صورت رکھا گیا۔ وہ جب اپنی امی کے ساتھ اوپر کی جانب بڑھ گئی تو رامش اور جنید اسے اپنے ساتھ ہی لیئے لاؤنج میں بیٹھ گئے تھے۔ افغان صاحب شاید کسی کام سے

باہر گئے تھے جیسی اسے وہ دکھائی نہیں دیئے۔ جنید اور راما مش، لالہ رُخ کے برعکس بہت خوش اخلاق اور معصوم سے تھے۔ اسے وہ دونوں بے حد اچھے لگے تھے۔

"اچھا آپکو کس قسم کا میوزک پسند ہے۔۔؟"

بات سے بات یونہی نکلی تو جنید نے پر جوش ہو کر پوچھا۔ وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"مجھے کلاسیک اور ذرا دھیماسا میوزک پسند ہے۔ ویسے میں نہیں سنتا اتنا زیادہ لیکن جب بھی اتفاق ہوا ہے سننے کا تب زیادہ تر غزلیں وغیرہ یا پھر جگجیت سنگھ کو ہی سننا پسند کیا ہے۔۔"

اسکی بات پر جنید اور راما مش نے بے اختیار ہی نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا۔ اس نے دونوں کی جانب باری باری دیکھا۔

"کیا ہوا۔۔؟ کیا اچھا نہیں ہے میرا میوزک ٹیسٹ۔۔؟"

اسکے پوچھنے پر جنید نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔ پھر بولا۔

"ہم بس تھوڑا حیران ہیں کیونکہ آپی کا میوزک ٹیسٹ بہت وائلڈ قسم کا ہے۔ انہی Eminem پسند

ہے، Suga اور RM۔۔"

"یہ سب لوگ کون ہیں۔۔؟"

اسے یقین تھا کہ اس نے ان ناموں کو اپنی زندگی میں کبھی پہلے نہیں سنا۔

"یہ سب لوگ اپنی زبان کے تیزی سے rap کرنے کے لیئے مشہور ہیں۔ ایمینم کے بارے میں تو کہا جاتا ہے کہ وہ سانس لیے بغیر اتنی تیزی کے ساتھ گاتا ہے کہ سننے والے اسکا گانا روک کر اسے سانس لینے کے لیے کہتے ہیں۔ شوگا بھی اپنے اسی انداز کے باعث مشہور سمجھا جاتا ہے۔ اسکے گانوں کے lyrics بہت غصیلے اور بھڑکتے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ دوسری جانب آرایم یعنی rap monster مشہور ہی اپنے نام سے ہوا ہے۔ وہ واقعی کسی حیوان کی طرح rap کرتا ہے۔ آپنی کے یہ سب لوگ پسندیدہ ہیں۔ وہ ان کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں سنتیں۔۔"

اور وہ حیرت سے کبھی جنید کو دیکھتا اور کبھی رامش کو۔ کچھ شک نہیں تھا کہ اس لڑکی کو ایسے لوگ اور اس طرح کے وائلڈ گانے پسند تھے۔ اسکی خود کی طبیعت کیا کسی جنگلی سے کم تھی۔۔؟ اس نے گہرا سانس لیا۔۔

"یہ تمہاری آپنی کو کچھ عجیب مخلوقات نہیں پسند۔۔؟"

اسکی بات سن کر جنید اور رامش بے ساختہ ہنس دیئے تھے۔

"ہم سارے گھر والوں بلکہ پورے خاندان کا ہی یہی خیال ہے کہ انہیں انتہائی عجیب و غریب چیزیں پسند آتی ہیں۔ آپکو پتہ پے آپی کو کبھی لو اسٹوریز نے اٹریکٹ نہیں کیا۔ وہ سنجیدہ قسم کے کرائم تھرلر، ایکشن اور ہارر فلمیں دیکھنا پسند کرتی ہیں۔ انہیں کا کروچ، چھپکلی یہاں تک کہ کسی بھی کیڑے مکوڑے سے ڈر نہیں لگتا۔ ہم جب سے بڑے ہوئے ہیں ہم نے کبھی آپی کو سب کے سامنے روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ کہتی ہیں انہیں زہر لگتے ہیں رونے دھونے والے لوگ۔"

انکی باتیں سن کر اسے کچھ زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔ ہاں بس زرا اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بچپن سے لے کر اب تک کس طرح رہی ہے۔ اسکی پسند و ناپسند۔۔۔ اسے اب کچھ اندازہ ہو رہا تھا۔ اور ساتھ ساتھ اسے یہ بھی احساس ہو رہا تھا کہ وہ اس سے بہت مختلف ہے۔۔۔ بالکل الٹ۔۔۔

"بہت بہادر ہیں تمہاری آپی تو پھر۔۔۔"

اس نے مسکرا کر کہا تو رامش نے دانتوں کی نمائش کی۔ جنید اسکی جانب رازداری سے جھکا تھا البتہ۔

"ایک اور بات بتاؤں آپ کی۔۔ آپ پلیز انہیں مت بتائیے گا نہیں تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑینگے۔۔"

"

اسکی آنکھیں دلچسپی سے چمکی تھیں۔

"تم بتاؤ۔۔ میں نہیں بتاؤنگا اسے۔۔"

"آپ نے دو تین دفعہ اسکول میں بہت سے لڑکوں کو مارا پیٹا بھی ہے۔۔ لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ

وہ ہمیشہ بابا کے بچانے پر ماں سے بچ جایا کرتی تھیں۔ تب سے ان کا نام محلے والوں نے "جھانسی کی

رانی" رکھ دیا ہے۔ ہمارے بھی مزے ہو گئے ساتھ ساتھ۔۔ اب اگر کوئی بھی تنگ کرے تو ہم

بتا دیتے ہیں کہ ہم "کس" کے بھائی ہیں۔ سب ڈر کر خود ہی پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔۔"

ارسل کی انتہائی نازک طبیعت پر یہ بات بہت گراں گزری تھی۔ ایسی لڑاکا تیارہ کو شادی تو ہرگز نہیں

کرنی چاہیئے تھی۔

"یہ تمہاری آپ نے تحریک طالبان کیوں نہیں جوائن کر لی؟"

اسکے پوچھنے پر وہ دونوں ایک بار پھر سے ہنس دیئے تھے۔ اسی اثناء میں زینوں سے فاطمہ اترتی ہوئی نظر آئیں۔ انکے ساتھ لالہ رُخ بھی تھی۔

"بیٹے ارسل آپکو کوئی اعتراض تو نہیں اگر میں رُخ کو چند دن اپنے پاس رکھ لوں۔۔"

وہ انکی اس قدر عزت و محبت پر مسکرائے بنانہ رہ سکا۔ پتہ نہیں اتنے نرم خو لوگوں کی بیٹی اتنی خونخوار کیسے تھی۔۔؟

"جی جی آنٹی۔۔ رُخ جتنے دن چاہتی ہے رہ سکتی ہے۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔۔ مجھے آج آفس بھی جانا ہے اور دو ایک کام بھی نبٹانے ہیں۔۔"

لیکن اس سے پہلے کہ وہ باہر کی جانب بڑھتا رُخ بول اٹھی۔

"ماں میں آنٹی کو بتا کر نہیں آئی ہوں۔ اب اس طرح یہاں رک جاؤنگی تو اچھا نہیں لگے گا۔ اگلی دفعہ آؤنگی تو پھر بتا کر آؤنگی کہ رکنے جا رہی ہوں۔ آپ مجھے لینے آجائیے گا شام تک ارسل۔۔"

اسکی سعادت مندی اور اس قدر سنجیدگی پر جہاں ارسل حیران ہوا تھا وہیں فاطمہ نے آنکھیں پھیلا کر اپنی بیٹی کو دیکھا تھا۔ پھر وہ دھیرے سے مسکرا دیں۔ انکے بے چین دل کو اگلے ہی پل چین آیا تھا۔ پھر

ارسل بھی نہ ٹھہرا اور ان سے اجازت لیتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اسکے جاتے ہی رُخ رانمش اور جنید کی جانب بڑھ آئی تھی۔

شام میں وہ اسے لینے آیا تو افغان لاؤنج ہی میں براجمان، اسکا انتظار کر رہے تھے۔ اسے اندر آتا دیکھ کر پر جوش سے آگے بڑھے اور اسے ساتھ لگا لیا۔ پھر اس سے گھر والوں کا حال احوال دریافت کرتے ہوئے وہیں لاؤنج میں بیٹھ گئے۔ وہ بہت تحمل اور دھیمے انداز میں انہیں جواب دے رہا تھا۔ ساتھ ساتھ اسکا دل بھی انکی خوش اخلاقی پر، کسی اندیکھی سی زنجیر میں جکڑتا جا رہا تھا۔ کیا اتنے اچھے لوگوں کی بیٹی کو حقوق سے محروم رکھ کر، انہیں اذیت میں مبتلا کرنا درست تھا۔؟ کیا وہ یہ سب ٹھیک کر رہا تھا۔؟ کیا اسے یہ سب کرنا چاہیئے تھا۔؟ اگر یہ سب ٹھیک تھا تو اسے کیوں ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔؟

بوجھل دل کے ساتھ مسکراتے ہوئے وہ اب ہلکان ہو رہا تھا۔ اس جیسے شفاف اور حساس طبیعت رکھنے والے کے لئے یہ باتیں بہت بڑی تھیں!

واپسی کا سارا راستہ بے حد خاموش تھا۔ نہ اس نے کسی بات کا آغاز کیا اور نہ ہی رُخ نے اس سے کوئی بات کرنے کی کوشش کی۔ پھر وہ اسی خاموشی کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے۔ ماں، بابا اور دادی سے پیار لینے کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلے آئے تھے۔ آج کمرہ بے حد خاموش تھا۔ نہ دروازے مارے جانے کی آوازیں تھیں اور نہ ہی بستر پر جھگڑا ہو رہا تھا۔ ارسل ایک جانب صوفے پر سو رہا تھا اور رُخ کروٹ لیئے دوسری جانب بیڈ پر دراز تھی۔

اگلی صبح، اسکی آنکھ بہت سویرے کھلی تو دیکھا وہ اپنا لیپ ٹاپ سامنے رکھے کام کر رہا تھا۔ شاید اسکی پریزنٹیشن تھی آج آفس میں۔ رات ہی اس نے شیر افگن کو اسے تاکید کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ انکی کمپنی کے لیئے یہ پراجیکٹ بہت اہم تھا۔ انہیں کسی بھی حالت میں یہ پراجیکٹ چاہیئے تھا۔ اگلی دفعہ جب اسکی آنکھ کھلی تو دیکھا وہ بہت خاموشی سے سنگھار آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی باندھ رہا تھا۔ ہمیشہ کی پر سکون، دھیمہ اور خاموش۔۔

وہ جب آفس جا چکا تو وہ بھی اٹھ کر نہائی اور پھر فریش ہوتی کمرے سے باہر نکل آئی۔ اس کا موڈ رات کے برعکس بہت بہتر تھا۔ ابھی وہ محض کچن میں داخل ہو کر سمیرا کو سلام ہی کر پائی تھی کہ گھر کا فون

نچ اٹھا۔ وہ انہیں مسکرا کر دیکھتی واپس پلٹی اور لاؤنج میں بجٹافون اٹھالیا۔ آگے سے ارسل کی بے حد پریشان آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو۔۔"

"ہیلو۔۔ لالہ رُخ میرے صوفے پر میری فائل رہ گئی ہے۔ وہ بے حد اہم ڈاکو مینٹس ہیں رُخ۔ کیا تم انہیں رامو کا کا۔۔ نہیں۔۔ نہیں رامو کا کا تو بہت آہستہ ڈرائیو کرتے ہیں۔۔ او خدا۔۔"

رامو کا کا اپنے ضعیفی کے دور میں تھے۔ وہ تو انکے ایماندار مزاج اور اعلیٰ کردار کے باعث اب تک شیر افگن انہیں کام پر رکھے ہوئے تھے۔

"ہو اکیا ہے ارسل۔۔؟"

"رُخ مجھے وہ فائل دس منٹ میں چاہیئے۔۔"

اس نے عجلت میں کہا تھا۔ پریشانی اسکی آواز سے ہی واضح تھی۔

"مل جائیگی آپکو۔۔"

اور اس نے کھٹاک سے فون رکھ کر اوپر کمرے کی جانب دوڑ لگائی تھی۔ ساتھ ہی کھلے بالوں کو جوڑے میں باندھا۔ پھر دوپٹہ ایک جانب گرہ لگا کر پیروں میں سینڈل اڑے اور تیزی سے نیچے کی جانب بھاگی۔ احتیاطاً اس نے کچن کو بھی ایک نظر دیکھ لیا تھا۔ یقیناً گھر والے فی نویلی دلہن کو اس طرح ہوا کے گھوڑے پر سوار دیکھ کر کچھ زیادہ خوش نہیں ہونے والے تھے۔

رامو کا کا گاڑی کو کپڑے سے صاف کر رہے تھے۔ اس نے ان کی جانب دوڑ لگائی۔

"رامو کا کا۔۔ چابی دیں مجھے۔۔"

"لیکن بی بی۔۔"

"آپ مجھے چابی دیں اور جلدی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھیں۔۔"

اس نے اگلی نشست کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ رامو کا کا کا پریشان سا چہرہ دیکھا۔ انکا جھریوں سے سجا چہرہ اسے بہت بوڑھا اور کمزور سا لگ رہا تھا۔ کچھ سوچ کر وہ اندر بھاگی اور پھر جب وہ باہر آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک عدد ہیلیمٹ تھا۔

"یہ جلدی سے پہن لیں۔۔"

جب انہوں نے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا تو اس نے ہیلٹ انکے سر پر ڈال دیا۔ انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ لڑکی انہیں گاڑی میں یہ ہیلٹ کیوں پہنا رہی تھی۔۔؟ بلکہ یہ لڑکی آخر اس قدر عجلت میں جا کہاں رہی تھی۔۔؟

"رامو کا جلدی۔۔!!!"

وہ چلائی تو رامو کا ڈر کر جلدی سے اندر بیٹھنے ہی لگے تھے کہ بری طرح گاڑی کے اوپری حصے سے ٹکرا گئے۔ لیکن پھر جلدی سے سنبھل کر اندر بھی بیٹھ گئے۔ اس نے گاڑی زن سے آگے بڑھائی تھی۔ رامو کا کانے گھبرا کر ہینڈل تھاما۔ وہ گاڑیوں کے درمیان سے گاڑی بہت تیزی کے ساتھ نکالتی، سارے قوانین پر اس سے لعنت بھیج چکی تھی۔

"بیٹی۔۔ بیٹی ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔؟"

"ارسل کے آفس۔۔"

اس نے ایکسپریٹ پر پاؤں کا دباؤ بڑھایا تو رامو کا ایک جانب کو لڑھکے۔ یہ لڑکی یقیناً موت کے کنویں میں گاڑی چلاتی رہی تھی۔۔! انہوں نے بے اختیار کلمہ پڑھا تھا۔ ساتھ ساتھ انکا ہیلمیٹ پہنا سر ادھر ادھر ٹکرا رہا تھا۔ انہیں اب اندازہ ہوا تھا کہ رُخ نے انہیں ہیلمیٹ کیوں دیا تھا۔۔!

اسی وقت ایک بندہ رُخ کی گاڑی کو کٹ مار کر نکلا تو اس نے دانت پیسے۔۔!

"اسکی تو۔۔!!"

اور اگر جو وہ جلدی میں ارسل کی فائل دینے اسکے آفس نہیں جا رہی ہوتی تو وہ اس آدمی کو بتاتی۔ اگر اس نے اسے رسی پر سکھا کر ٹانگ نہ دیا ہوتا تو اسکا نام بھی لالہ رُخ نہ ہوتا۔۔

"بیٹی آہستہ۔۔ ہمیں آفس پہنچاتے پہنچاتے کہیں تم اوپر نہ پہنچا دینا۔۔"

انہیں تو اپنے ہی غم لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک بار پھر گاڑیوں کے درمیان سے گاڑی نکالی تو ٹریفک پولیس والا چیخا۔ اس نے پیچھے دیکھے بغیر سرخ بتی کر اس کی اور پھر اسی تیزی کے ساتھ زن سے گاڑی بھگاتی آگے لے گئی۔ ایک موٹر کے بعد اس نے شیشوں سے ڈھکی اونچی سی بلڈنگ کے آگے گاڑی روکی اور پھر اندر کی جانب بھاگی۔ ساتھ ساتھ وہ بالوں کا جوڑا بھی کھول چکی تھی۔ بہت سے ورکرز اس

خوبصورت سی لڑکی کو دیکھ کر رکنے لگے تھے۔ اس نے لفٹ کی جانب قدم بڑھائے اور پھر ابھی وہ بٹن دبا کر لفٹ کا دروازہ بے صبری سے بند ہو تا دیکھ ہی رہی تھی کہ کوئی ہاتھ دروازے کے درمیان آگیا۔ اگلے ہی لمحے دروازے میں ارسل نمودار ہوا تھا۔ سفید چہرہ اور ماتھے پر پسینے کی بوندیں لیئے وہ اسے صبح والے ارسل سے خاصہ مختلف لگا۔

فائل ہاتھ میں لیتے ہی ارسل نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ پھر اسکی جانب دیکھا جو خود بھی گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

"کچھ شک نہیں کہ تم مارشل آرٹسٹ رہی ہو۔"

اس نے اسے اسکی اس قدر پھرتی پر سراہا تھا۔ رُخ نے آنکھیں گھمائیں۔

"میں مارشل آرٹسٹ تھی نہیں ارسل۔ میں مارشل آرٹسٹ ہوں۔"

"رامو کا کا کے ساتھ آئی ہو۔؟"

"انہیں پچھلی سیٹ پر ہیلمٹ پہنا کر بٹھایا تھا۔ تاکہ بعد میں گھر والوں کو بتا سکوں کہ میں انکے ساتھ ہی آفس گئی تھی۔"

"اور پھر یہ تو رامو کا کاہی جانتے ہو نگے کہ کون کس کے ساتھ آفس گیا تھا۔"

اس نے سمجھ کر سر ہلایا تھا۔ پھر اسے دیکھا۔

"تھینکس۔۔"

ابھی وہ اسے مزید کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ لفٹ کا دروازہ کھلا اور ارسل اپنی جگہ ہی ساکت ہو گیا۔ رُخ نے اسکی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تھا۔ وہاں ایک خوبصورت سی نازک لڑکی، بیگ کندھے پر ڈالے کھڑی تھی۔ وہ بھی ارسل اور لالہ رُخ کو دیکھ کر اپنی جگہ ہی جم سی گئی تھی۔ پھر وہ بے ساختہ پیچھے ہٹی اور وہاں سے بھاگتی چلی گئی۔ ارسل تڑپ کر باہر نکلا تھا۔

"آمنہ۔۔ آمنہ۔۔"

وہ اسکے پیچھے بھاگا تو رُخ کے قدم لفٹ کی زمین کے ساتھ ہی پیوست ہو گئے۔۔ آنکھیں ادراک کے لمحات کو پار کرتیں، جیسے ہی کچھ مطلب اخذ کر پائیں۔۔ وہ ساکت رہ گئی۔ اسکا شوہر۔۔ اسے چھوڑ کر۔۔ کسی اور لڑکی کے پیچھے۔۔

لیکن پھر اس سے آگے اس سے سوچا نہیں گیا۔ آنکھوں میں جما ہوتے پانی کو اس نے اپنے اندر ہی خشک کر لیا۔ اپنی ذات کی بے قدری پر دل کروٹیں لینے لگا تھا۔ اس نے گہرے گہرے سانس لیئے اور پھر بہت کچھ اپنے حلق کے اندر اتارتی وہ لفٹ سے نکل آئی۔ اب کہ سرد راہداری میں چلتے اسکا دل بھی سرد ہو رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا گویا موسمی ٹھنڈک اسکے وجود کو ان پچھلے لمحات میں اندر تک جما گئی ہو۔ اس نے زندگی میں پہلی بار تذلیل سہی تھی۔۔ اور اس ایک دفعہ کے سہہ لینے نے، اسے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔۔ اور یہ تکلیف شاید اسی لیئے سوا تھی کیونکہ وہ جانتی تھی۔۔ کہ وہ ارسل کو چاہنے لگی ہے۔۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اسکی محبت کے اندیکھے سے حصار میں گھرنے لگی ہے۔۔ وہ جانتی تھی۔۔ اسے پتہ تھا۔۔

"کہ ارسل۔۔ اسے۔۔ اچھا لگنے۔۔ لگا تھا۔۔!"

ارسل نے آمنہ کے پیچھے عجلت میں دوڑتے ہوئے اس بات کو بالکل فراموش کر دیا تھا کہ اسکی ایک عدد بیوی لفٹ میں تنہا اسے اس لڑکی کے پیچھے بھاگتا دیکھ چکی ہے۔ اسے ابھی صرف آمنہ کی پرواہ

تھی۔۔ اسے ابھی محض اسکے آنسوؤں نے کمزور کر دیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اسکی کلائی تھامی تو وہ لچکتی ڈال کی مانند اسکی جانب کھنچی چلی آئی۔ اسے بے ساختہ ہی رُخ کی سخت گرفت یاد آئی تھی۔

"اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں ارسل۔۔؟ اب آپ کو مجھ سے کیا سروکار ہے۔۔؟ میری زندگی کے کئی لمحات پر تو آپ قابض رہ چکے ہیں۔ کیا اب بھی آپ مجھے اپنی قید میں رکھنا چاہتے ہیں۔ تب جب آپکی بیوی آپکا انتظار کر رہی ہے۔۔!"

اور ارسل نے بے اختیار ہی اسکی کلائی چھوڑ دی تھی۔ دو قدم پیچھے ہٹا۔ پھر بہت دکھ سے آمنہ کے گرتے آنسوؤں کو دیکھا۔

"تم خود کو ایسے تکلیف دو گی تو میں اپنے آپ کو کیسے معاف کر پاؤنگا آمنہ۔۔؟"

اس کے کہنے پر وہ ایک بار پھر سے بکھر کر رونے لگی تھی۔ پھر پانی سے بھری آنکھیں اٹھائیں۔

"آپ مجھے بھول جائیں ارسل۔ مجھے لگتا ہے کہ آپکا محض ایک یہ قدم ہم دونوں کو ہر قسم کی زنجیر سے آزاد کر دے گا۔ وہ آپکی بیوی ہے ارسل۔۔ اس پر آپکا حق ہے۔۔ کسی بھی عورت سے زیادہ۔۔ آپ

مجھے تھام کر اسے چھوڑ دیں گے تو کیا خوش رہ پائیں گے۔۔؟ کیا کبھی آپ نے کسی کا گھر اجاڑ کر کسی کو سکھ سے رہتے دیکھا ہے۔۔؟ "

وہ اچھی تھی۔۔ اتنا ارسل کو اندازہ تھا۔۔ لیکن وہ اتنی نیک دل ہو گی۔۔ اسکا ارسل کو اندازہ ہر گز نہیں تھا۔

"آمنہ میں نے۔۔ میں نے وعدہ کیا تھا تم۔۔ میں بہت شرمندہ ہوں تم سے۔۔"

لیکن آمنہ نے اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا تھا۔ پھر آنکھیں رگڑ کر اسے دیکھا۔ مضبوطی سے مسکرائی۔۔

"آپکی شرمندگی اس لڑکی سے آپکی جڑی زندگی کو الگ نہیں کر سکتی ارسل۔ آپکی شرمندگی میری تکلیف کو کم نہیں کر سکتی۔ آپکی شرمندگی یا پھر گلٹ کا کوئی بھی عنصر میرے لیئے کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا۔ اب آپ اپنی بیوی کے ہیں۔۔ بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے بھول جائیں اور اپنی فی زندگی کا آغاز کریں۔ رہی محبت۔۔ تو وہ اکثر نظر انداز کیئے جانے پر خاموش ہو جایا کرتی ہے۔ انسان کو بس صبر سے اپنی پیوند لگی محبت کو وقت دینا ہوتا ہے۔۔ بس۔۔!"

ارسل اپنی جگہ ہی جم سا گیا تھا۔ آمنہ کی آنکھوں میں جما گلابی سا پانی اسکے دل پر گر رہا تھا۔ ان آنکھوں سے کبھی وہ وابستہ رہا تھا۔ بھلا وہ ان کو اتنی جلدی کیسے بھول سکتا تھا۔ !

دوسری جانب آمنہ پلٹنے ہی لگی تھی کہ لمحے بھر کو ٹھہر گئی۔ پھر اسکی جانب اپنا سراپا پھیرا۔ بھیگی پلکوں تلے اسکے آنسو چمک رہے تھے۔

"آئندہ مجھے کبھی پہچاننے سے بھی انکار کر دیجیئے گا ارسل۔ میں اس بوجھ کو اب مزید نہیں اٹھا سکتی۔ میرا راستہ کبھی مت روکیئے گا۔"

اس نے کہا اور پھر آنکھوں سے گرتے آنسوؤں کو رگڑتی وہاں سے بھاگتی چلی گئی۔ وہ اس سرد راہداری میں تنہا کھڑا رہ گیا۔ اسکی بھوری آنکھیں گہری آزر دگی کی زد میں تھیں۔ پھر وہ سمجھ کر سر ہلاتا واپس پلٹا۔ اب محض اس راہداری میں گزری باتوں کی گونج تھی۔ خاموش باتیں۔ جواب تک درود یوار سے ٹکرا کر واپس پلٹ رہی تھیں۔

پچھلی نشست پر بیٹھی اب وہ خالی خالی نگاہوں سے باہر دیکھ رہی تھی۔ ایک جانب ہیلمٹ بھی رکھا تھا اور رامو کا بہت دھیرج سے گاڑی چلا رہے تھے۔ وہ گھر میں داخل ہوئی تو دیکھا سمیرا بیگم اور دادی ساتھ بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں۔

وہ افسردہ سی مسکان لیئے ان تک چلی آئی۔

"تم کہاں چلی گئیں تھیں بیٹا۔؟"

"وہ آنٹی دراصل ارسل کی فائل گھر پر رہ گئی تھی۔ بس وہی دینے گئی تھی انہیں آفس۔ رامو کا جارہے تھے تو سوچا میں بھی ہو آؤں۔"

اس نے انکے عین سامنے بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ بھی سمجھ کر سر ہلانے لگی تھیں۔

"یہ ارسل آج کل آفس کے چکروں میں ٹھیک سے کھانا نہیں کھا رہا لالہ رُخ۔ بچے ذرا اسکے کھانے پر توجہ دو۔ پہلے ہی وہ بہت چور ہے کھانے کا۔"

دادی کے کہنے پر اس نے سر ہلایا تھا۔ پھر انہیں دیکھا۔

"جی دادی۔۔ میں اب سے خیال رکھوں گی انکا۔"

پھر وہ سمیرا کے ساتھ لگ کر کچن میں کھانا بنواتی رہی۔ اسے ابھی خود کو بے حد مصروف رکھنا تھا۔ اگر وہ فارغ ہوتی تو دل و دماغ کھولتا رہتا۔ اس سے بہتر تھا کہ وہ اپنا وقت سمیرا کی مدد کروانے میں لگا دیتی۔ سمیرا کی طبیعت بالکل رمشہ جیسی تھی۔ ملنسار اور آسان۔۔ کوئی پیچیدہ بات یا پھر ساسوں کے عمومی رویے کے برعکس، انکار وہ بہت پیارا تھا۔ اور شکر جو اسے کوئی شمیم آنٹی جیسی ساس نہیں مل گئی۔۔ پھر یہ تو اللہ ہی جانتا تھا کہ وہ ایسی ساس کے ساتھ کیا کرتی۔۔ !

سمیرا ساتھ ساتھ اسے بتا بھی رہی تھیں کہ آج، انکی بھائی کی بیٹیاں آنے والی ہیں۔ اسی لیئے وہ کچن میں کھڑیں اس سے خاص اہتمام پر توجہ دے رہی تھیں۔ جب مہمانوں کے آنے کا وقت ہوا تو انہوں نے اسے بصد اصرار فریش ہو کر کپڑے بدلنے کے لیئے کمرے میں بھیج دیا۔ اسکا دل تو نہیں چاہ رہا تھا لیکن پھر بھی انہیں انکار کرنا اسے درست نہ لگا۔ وہ کمرے کی جانب پلٹی تو دیکھا کہ مغرب کا اندھیرا ہر سو پھیلنے لگا تھا۔ اس نے نہا کر ہلکی سیاہ سلک کی فرائڈ کی اور ابھی وہ اپنے بالوں کو بلوڈرائی کرنے کے بعد اٹھا کر باندھ ہی رہی تھی کہ رمشہ کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ جھجک کر وہیں دروازے کے پاس ٹھہر گئی تھی۔ اس نے اسکا جھکنادیکھا تو لمحے بھر کو اسکی جانب مڑی۔

"ارے رمشہ۔۔ آؤ ناں۔۔ وہاں کیوں کھڑی ہو۔۔؟"

وہ پاس چلی آئی۔ رُخ نے غور سے اسکا چہرہ دیکھا۔ وہ اس سے بے تکلف نہیں تھی۔ شاید عمر کے فرق کے باعث رمشہ اس سے جھجھکتی تھی۔

"وہ۔۔ بھابھی امی آپکو۔۔۔"

"پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔۔؟ مجھ سے ایسے دور دور کیوں رہتی ہو۔۔؟"

اسکے براہ راست پوچھنے پر رمشہ کے رخسار لمحے بھر میں گلابی ہوئے تھے۔ پھر اس نے جلدی سے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں بھابھی۔۔ میں۔۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔۔ کہ کہیں آپکو میری کوئی بات بری نہ لگ جائے۔۔ آپکو

غصہ زیادہ آتا ہے نا۔۔۔"

اوہ۔۔ تو یہ بات تھی۔۔ اس نے مسکرا کر چہرہ سنگھار آئینے کی جانب پھیرا۔ پھر ہاتھ میں تھا مابرش اسکی جانب بڑھایا۔ رمشہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"میرے بال سلجھا دو پلیز۔۔ مجھ سے سلجھ نہیں رہے۔۔ ہاتھ دکھ گئے ہیں میرے۔۔"

اسکے ہلکے پھلکے سے انداز پر وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر اسکے نرم بالوں میں برش چلانے لگی تھی۔

"اور میری بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ تم بہن ہو میری چھوٹی۔ کوئی بھی بات ہو۔۔ کوئی بھی مسئلہ ہو۔۔ مجھ سے شیئر کرنا۔ کوئی بھی تنگ کرے، بد تمیزی کرے تو اسے میرے حوالے کر دینا۔ پھر میں جانوں اور وہ بندہ۔۔ اور دوسری بات۔۔ یہ سچ ہے کہ مجھے بہت غصہ آتا ہے۔۔ تم پر بھی آجائے گا اگر تم کچھ کریزی کرو گی۔ لیکن پھر تمہیں اس مصیبت سے نکالو گی بھی میں ہی۔ اسی لیئے اب مجھ سے ڈرنا نہیں ہے اوکے۔۔ میں تمہاری پارٹنر ان کرائم ہوں اب سے۔۔"

اس کے کہنے پر رمشہ ہنس پڑی تھی۔ اسے ہنستا دیکھ کر رُخ کا اپنا دل بھی ہلکا ہو گیا تھا۔

پھر رمشہ کچھ سوچ کر لمحے بھر کو خاموش سی ہوئی۔ اسکی جانب دیکھا جو بالوں کو کندھے پر ایک جانب ڈال رہی تھی۔

"بھابھی وہ۔۔"

"ہاں کہو۔۔"

وہ اب کندے پر سنہرے رنگ کا دوپٹہ اوڑھ رہی تھی۔

"بھابھی جو لڑکیاں آرہی ہیں۔۔ ان میں سے ایک کا نام۔۔ زرتاج ہے۔۔ وہ۔۔ وہ بھائی کو۔۔"

اور اسکا دوپٹے کو ٹھیک کرتا ہاتھ لمحے بھر کو ساکت ہوا تھا۔

"وہ ارسل کو کیا۔۔؟"

"وہ بھائی کو بہت غیر آرام دہ کرتی ہیں۔"

اور اسکے تنے ابرو اگلے ہی پل ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اس نے سمجھ کر سر ہلایا اور پھر رمشہ کو سنگھار آئینے میں دیکھا۔۔

"آنے دو اس زرتاج کو۔۔ دیکھ لیں اسے بھی کہ وہ کس کھیت کا آلو ہے۔۔"

اور اسکی بھونڈی سی مثال پر رمشہ بے اختیار ہنس پڑی تھی۔ پھر باہر اٹھتے شور کے باعث ان دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔

"تم ابھی جانتی نہیں ہو اپنی بھابھی کو۔ جب جان جاؤ گی تب پناہ طلب کرو گی۔۔ چلو۔۔ آج دیکھ لیتے ہیں اس زرتاج محترمہ کو بھی۔۔"

کمرے سے باہر نکلتے وقت وہ اب کہ مسکرا رہی تھی۔ کیونکہ وہ لالہ رُخ تھی۔ وہ مسکرا نا جانتی تھی۔۔ تب بھی جب اسے لگتا تھا کہ وہ ہر گز بھی مسکرا نہیں سکتی۔

اسکے سر پر اعصابی تھکن سوار تھی۔ گھر میں بھی وہ مغرب کے بعد داخل ہوا تھا۔ لیکن پھر لاؤنج میں بیٹھے مہمانوں کو دیکھتے ہی وہ ذہنی طور پر کراہا تھا۔ زرتاج کی پرشوق نگاہوں کو نظر انداز کرتا وہ آگے بڑھ آیا۔ پھر جھک کر خالہ کو سلام کرتا سر پر پیار لینے لگا۔

"لائیں ارسل۔۔ اپنا سوٹ کیس مجھے دیں اور آپ فریش ہو جائیں۔۔ پھر میں کھانا لگاتی ہوں آپ کے لی۔۔ کیونکہ باقی سب تو کھا چکے۔۔"

اسکے میٹھے سے دھیمے لہجے پر جہاں ارسل نے اسے آنکھیں پوری کھول کر دیکھا تھا وہیں رمشہ نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔ زرتاج نے تلملا کر پہلو بدلا۔ وہ اسے حیرت سے تکتا کمرے کی جانب مڑا تو وہ بھی اسکے ساتھ ہی کمرے تک آئی۔ ساتھ ساتھ وہ مسکرا کر اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں بھی کر رہی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں رُخ۔۔؟"

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے پوچھا تو رُخ نے اسکا سوٹ کیس بیڈ پر رکھا اور اسکی جانب پلٹی۔ پھر خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ بے ساختہ ہی دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔ وہ اسکے قریب آئی تھی۔۔ پھر اسے بازو سے جکڑ کر مزید اپنے قریب کیا تو وہ چھوٹے بچوں کی طرح اپنی آنکھیں بند کر گیا۔

"اگر۔۔ کوئی لڑکی پریشان کر رہی تھی تو بتانا چاہیئے تھا ناں ارسل۔۔! میں دیکھتی ہوں اس چڑیل کو ابھی۔۔ دیکھ کیسے رہی تھی آپکو۔۔ بے باک نظروں سے۔۔ یاد رکھیں ارسل۔۔"

ارسل نے ایک آنکھ کھول کر اسکا تپتا چہرہ دیکھا تھا۔

"ایسی نظروں سے صرف آپکو میں دیکھ سکتی ہوں۔۔ اور کوئی دیکھے گا تو وہ بچے گا نہیں میرے ہاتھوں سے۔۔"

اس نے اسکا بازو چھوڑا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔ ارسل نے دل پر ہاتھ رکھ کر گہرا سانس لیا تھا۔
خدا یا۔۔ یہ لڑکی پاگل ہے۔۔! یہ مجھے بھی پاگل کر دیگی۔ ابھی تو آمنہ کا غصہ نکالا نہیں ہے محترمہ نے۔۔ پتہ نہیں میرا آگے کیا بننے والا ہے۔۔!

اس نے پریشانی سے اپنا اترا چہرہ آئینے میں دیکھا اور پھر ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گیا۔

وہ کچن کی جانب چلا آیا تھا۔ پھر خاموشی سے کرسی کھینچ بیٹھا۔ وہ اب مسکرا کر اسکے سامنے کھانا لگا رہی تھی۔ ارسل نے اسکی مسکراہٹ دیکھ کر سردھنا تھا۔ پھر کھانے کی جانب ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ زرتاج کچن میں چلی آئی۔ وہ اک ادا سے اسکے برابر رکھی کرسی پر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ رُخ کی آواز پر ٹھہر گئی۔

"زرتاج۔۔ یہ میری جگہ ہے۔۔ پلیز آپ ذرا دوسری کرسی پر بیٹھیں۔۔"

ایک دم ہی کچن میں آکر ڈسی خاموشی پھیل گئی تھی۔ جس سے لالہ رُخ کو تو خیر سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ کبھی کبھی ارسل حیران ہوتا تھا کہ وہ اعصابی طور پر کس قدر مضبوط اور مستحکم تھی۔ کوئی اسے گڑبڑا نہیں سکتا تھا۔ اور وہ یہ بات بخوبی جانتی تھی۔

دوسری جانب زرتاج کا چہرہ لمحوں ہی میں سرخ ہوا تھا۔ لیکن پھر بمشکل لبوں پر مسکراہٹ سجائے وہ برابر رکھی کرسی پر جا بیٹھی۔ ارسل نے ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کے لیئے زرتاج کو مسکرا کر کھانے کی پیشکش کی تھی۔

"نہیں ارسل آپ کھائیں۔ میں تو ابھی کھا کر فارغ ہوئی ہوں۔۔"

مسکرا کر ہلکی سی آوازیں کہتی وہ لالہ رُخ کو اس سے زہر جیسی لگی تھی۔ وہ اس کے عین سامنے بیٹھی تھی۔ ٹھنڈی آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی۔

"بس ویسے ہی آپ سے ملنا تھا تو یہاں آگئی۔ اور لالہ رُخ۔۔ کیسی چل رہی ہے آپکی ازدواجی زندگی۔۔؟ ارسل کے ساتھ تو بہت خوش ہو گئی آپ۔ ظاہر سی بات ہے اب اتنے دھیمے مزاج کے اچھے سے انسان کے ساتھ تو ہر لڑکی چل جاتی ہے۔۔!"

وہ محظوظ سی بولی تو ارسل سے نوالہ نگلنا مشکل ہوا۔ یہ کس کو چھیڑ دیا تھا اس نے!

"بالکل۔۔ ارسل کا مزاج بہت اچھا ہے۔ ہر لڑکی چل سکتی ہے ان کے ساتھ۔ بس وہ نہیں چل سکتیں جو دوسروں کے شوہر حضرات پر ڈورے ڈالتی ہوں۔"

اور بے اختیار ہی ارسل کے گلے میں پھندا لگ گیا تھا۔ لیکن وہاں اسکی پرواہ کسی کو بھی نہیں تھی۔ اسکا جواب سن کر زرتاج لمحے بھر کو ہنسی تھی۔

"آپکو تو برا ہی لگ گیا۔ میں تو ویسے ہی ایک بات کہہ رہی تھی۔"

ابھی اس نے منہ کھولا ہی تھا کہ اس لڑکی کی طبیعت درست کر دیتی، لیکن اسی وقت ارسل درمیان میں بول پڑا۔

"ایسی بات نہیں ہے زرتاج۔ لالہ رُخ کا مزاج بھی بہت اچھا ہے۔ انکی شادی اگر کسی سے بھی ہوتی تو وہ خوش رہتا۔ کسی کے کردار پر ایسے بات نہیں کرتے۔ ہم انسان ہیں۔ ہم میں خامیاں نہیں ہونگی تو ہم انسان نہیں کہلائیں گے۔ اسی لیئے میں امید کرتا ہوں کہ اگلی دفعہ آپ کوئی بھی ایسی بات نہیں کرینگے جو لالہ رُخ کو یا پھر مجھے ناگوار گزرے۔"

اس نے کہا اور آہستہ سے کرسی گھسیٹتا اٹھ کھڑا ہوا۔ رُخ بالکل چپ ہوئی دروازے کو دیکھے گی کہ جس سے گزر کر وہ ابھی ابھی گیا تھا۔ اسکی ایک وضاحت نے رُخ کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر بٹھا دیا تھا۔ ہاں۔۔ اسے اب سمجھ آرہا تھا۔۔ کہ اسکے پیچھے اتنی لڑکیاں کیوں پاگل تھیں۔۔ اسے سمجھ آرہا تھا کہ وہ سب کے دل کو اپنی ان نرم باتوں سے کیسے نرم کر دیا کرتا تھا۔ رُخ نے ہمیشہ سوچا تھا کہ اگر بات نہیں بن رہی تو مار پیٹ کر یا پھر چیخ چلا کر بات منوانی ہے۔۔ لیکن ارسل ایسا نہیں تھا۔ وہ نرمی سے بات کر کے بھی بہت مسائل حل کرنا جانتا تھا۔ اسی لیئے تو شاید وہ ارسل تھا۔ اس سے بالکل الگ۔۔ اس سے بالکل مختلف۔۔ یوں۔۔ گویا عکس ہو۔۔ لیکن ایک جانب سے الٹا۔۔

مہمان رخصت ہو چلے تو وہ رمشہ کے ساتھ مل کر کچن سمیٹتی رہی۔ ارسل کی اس ایک بات کے بعد وہ بالکل خاموش ہو کر رہ گئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ صبح والے واقعے کا غصہ وہ اس پر اب کیسے نکالے گی۔ فارغ ہونے کے بعد وہ کمرے کی جانب چلی آئی۔ ارسل آرام دہ سے سرمی کر تاشلواری میں ملبوس راکنگ چیئر پر جھول رہا تھا۔ اسے اندر آتا دیکھ کر لمحے بھر کو رک سا گیا۔ اس نے ارسل کی جانب دیکھے بغیر بالکنی کا دروازہ کھولا اور پھر فضا میں موجود واضح خنکی کے باوجود بھی وہ بالکنی کے ساتھ لگی کرسی پر آ بیٹھی تھی۔

سیاہ بالوں کو اس نے ایک جانب کندھے پر ڈالا اور پھر آرام دہ سی کرسی پر پیچھے ہو کر بیٹھی۔ پیر سامنے پھیلا لیئے۔ سیاہ نگاہیں اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔ افق پر ابھرے بہت سے تارے اس سے موتیوں کی مانند جگمگا رہے تھے۔ ایک سرسرا تا ہوا جھونکا اسے چھو کر گزرا تو وہ ایک پل کو ٹھٹھری گئی۔ ابھی وہ دونوں ہاتھ باندھتی سکڑ سمٹ کر بیٹھ ہی رہی تھی کہ ارسل کو اپنے برابر کھڑا دیکھ کر چونکی۔

وہ شال اسکی جانب بڑھائے کھڑا تھا۔ اس کے ابرو بے اختیار ہی تن گئے تھے۔ پھر غصہ غصہ سا چہرہ سامنے پھیر لیا۔ اس کی انہی اچھائیوں کی وجہ سے آج وہ اتنا ہرٹ ہوئی تھی۔

ارسل نے سمجھتے ہوئے شال سامنے چھوٹے سے ٹیبل پر ڈالی اور پھر اسکے ساتھ ہی رکھی کر سی پر خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"ارسل پلیز ابھی مجھ۔۔"

"کھانا کھایا آپ نے۔۔؟"

اس نے نرمی سے اسکی بات کاٹ کر پوچھا تو وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ خنک سی ہوا میں ارسل کے بال ماتھے پر اڑ کر گر رہے تھے۔ سرخ کانوں والا میمنہ بہت نرمی سے جھانسی کی رانی کو دیکھ رہا تھا۔ اور جانتے ہیں کیا۔۔ جھانسی کی رانی ان نگاہوں سے پگھلنے لگی تھی۔

"کھا چکی ہوں میں۔۔"

اسکے جواب پر وہ سر ہلاتا سیدھا ہو بیٹھا۔ چند پل کے لیئے دونوں کے درمیان مبہم سی خاموشی پھیل گئی تھی۔ رُخ غصہ تھی اور ارسل اداس۔۔

"جو کچھ آج ہوا۔۔ ان سب کے لیئے میں معذرت خواہ ہوں۔۔"

کچھ دیر بعد بہت ہلکے سے بولا تھا وہ۔ اس نے ایک جھٹکے سے چہرہ اسکی جانب پھیرا تھا۔ پھر دانت پیسے۔

"یہ سب جو کچھ ہو رہا ہے ناں ارسل۔ یہ سب آپکی وجہ سے ہو رہا ہے۔"

اسکے تڑاخ سے کہنے پر ارسل نے لمحے بھر کو حیرت سے آنکھیں پھیلائی تھیں۔

"اب میں نے کیا کیا ہے یا۔۔؟"

"کیا کیا ہے آپ نے۔۔! کیا ضرورت ہے اتنا اچھا بننے کی؟ کیا ضرورت ہے یہ بھوری سی معصوم آنکھوں سے دیکھنے کی۔۔؟ کیا ضرورت ہے اتنا دھیمار ہنسنے کی۔؟ کیا ضرورت ہے گہرا کر پیچھے ہٹنے کی۔۔؟ ان سب باتوں نے دماغ خراب کیا ہے لڑکیوں کا۔۔ ان سب باتوں کی وجہ سے اب میں تکلیف میں ہوں۔ اور یہ سب آپ نے کیا ہے۔ آپکی وجہ سے ہرٹ ہوئی ہوں میں۔"

اور وہ حیرت سے منہ کھولے اسکی تیزی سے چلتی زبان سن رہا تھا۔ پھر ہنس دیا۔ رخ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"ہنس کیوں رہے ہیں اب آپ۔۔؟"

"مجھے کبھی کسی نے نہیں بتایا کہ میں اتنا اچھا ہوں۔۔"

اس نے ہنسی دبا کر رُخ کی تپتی آنکھیں دیکھی تھیں۔

"یہ میں نے آپ کی خامیاں بیان کی ہیں۔ کبھی کسی لڑکے کو ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ اتنا ڈر پوک اور بزدل۔ لڑکوں کو تو بہت رعب دار اور دبنگ ہونا چاہیئے۔ اتنا اکھڑ ہونا چاہیئے کہ کوئی لڑکی انکی اجازت کے بغیر ان سے بات تک نہ کر پائے لیکن آپ ارسل۔۔ آپ نے تو ہر ایک کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ ہر کسی کو خود تک آنے کی اجازت دے رکھی ہے آپ نے۔ مجھے بتائیں پھر مجھے غصہ نہیں آئے گا۔۔ آپ میرے ہیں اب سے۔۔ سمجھے آپ۔۔"

اسکا انداز آخر میں وارننگ لیئے ہوئے تھا۔ ارسل کی آنکھیں لمحے بھر کو خوفزدہ ہوئی تھیں۔ پھر وہ بے ساختہ ہی پیچھے ہوا۔

"اگر مجھے ڈر لگتا ہے یا پھر مجھے اکھڑ ہونا نہیں آتا تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے لالہ رُخ۔ کوئی میری وجہ سے تکلیف میں ہو گا تو میں یہ کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔۔"

اور اب رُخ کو اسکی باتوں پر بہت غصہ آرہا تھا۔

"اف ہے ارسل اف۔۔ مجھے زہر لگتے ہیں آپ۔۔"

اس نے چڑ کر کہا تو اس نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"تو آپ مجھے کونسا اتنی اچھی لگتی ہیں۔۔؟"

اسکی بات پر لالہ رُخ کا منہ کھل گیا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"آپ بھی مجھے کوئی 'حورِ پرا' نہیں لگتے ہیں۔ مجھے ایسے کسی لڑکے میں دلچسپی نہیں جو ایک کا کروچ

سے ڈر جاتا ہو۔۔"

اسکی بات پر ارسل اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "حورِ پرا" خدایا۔۔ "حورِ پرا۔۔!"

"تو۔۔ تو کیا ہوا اگر۔۔ اگر میں کا کروچ سے ڈرتا ہوں تو۔ ڈر تو کسی کو بھی لگ سکتا ہے۔۔ لیکن ایسے میں

آپ خود کو مت بھولیں۔ آپ نے جو آتے ہی کسی قبضہ مافیہ کی طرح میرے بستر پر قبضہ کیا ہے۔ اسکا

کیا۔۔؟ جانتی بھی ہیں، اس صوفے پر سوتے ہوئے میری کمر میں کتنا درد ہوتا ہے۔ صبح اٹھتا ہوں تو لگتا

ہے گویا میں ستر سال کا بوڑھا ہو گیا ہوں۔۔ اور۔۔ اور یہ سب آپکی وجہ سے ہوا ہے۔"

اچھا جی۔۔ اب کہ رُخ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر اسے دیکھا۔

"میری وجہ سے ہوا ہے۔ اور جورات بھر میں آپکے خراٹوں کی وجہ سے سو نہیں پاتی۔۔ اسکا حساب کون دے گا۔۔ چپڑ گنجو۔۔!"

اب کہ ارسل کا منہ پورا کھل گیا تھا۔ بھوری آنکھیں حیرت سے پھیل کر باہر آنے کو تھیں۔
"کوئی اپنے شوہر کو چپڑ گنجو کہتا ہے لالہ رُخ۔۔"

بہت بے یقینی سے یہی نکلاتا اس کے منہ سے۔ اسے تو اب اپنے شوہر ہونے پر شک سا ہونے لگا تھا۔ وہ تو یہ معاملہ ٹھنڈا کرنے آیا تھا لیکن رُخ کو ہمیشہ لڑنے کی پڑی رہتی تھی۔ ٹھیک ہے۔۔ ایسا تھا تو پھر ایسے ہی سہی۔۔

"بالکل ٹھیک کہا ہے میں نے جو بھی کہا ہے۔ وہ شکر کہ ان سب لڑکیوں کی جان بچ گئی آپ جیسے بزدل انسان سے۔ مجھے دیکھیں۔۔ میں کیا خواب دیکھتی تھی کہ شوہر کی آغوش میں اس دنیا کی ساری نفرتیں بھلا دنگی مگر شوہر۔۔!"

وہ جو ڈرامائی انداز میں پچھلی صدی کی ہیر و نین بنی اپنے دل پر پھا ہے رکھ رہی تھی کہ یکدم آخر میں اس پر دھاڑی۔

"شوہر جی تو ایسے مل گئے ہیں کہ جنہیں خود کسی آغوش کی ضرورت ہے۔۔!"

وہ اس پر "دھاڑ" کر اندر کمرے کی جانب بڑھی اور پھر ابھی ارسل کچھ منہ کھولے کہنے ہی لگا تھا کہ ایک کشن اڑتا ہوا آکر اس کے منہ پر لگا۔ وہ بھی جلدی سے جھکا اور کشن اٹھا کر لالہ رُخ کی پشت پر نشانہ لگایا۔ وہ بے یقینی سے اسکی جانب مڑی تھی۔

"آپ نے مجھے کشن مارا۔۔!"

"آپ نے پہلے شروع کیا تھا۔۔"

لیکن اب وہ جھک کر کشن اٹھا چکی تھی اور جواباً ارسل نے بھی صوفے سے ایک کشن اچک لیا تھا۔ پھر تو کمرے میں وہ طوفان اٹھا کہ الامان۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو کشن مار رہے تھے، کھینچا تانی میں کشن کا استر پھٹا تو روئی کے بہت سے گالے اڑ کر کمرے کی فضا میں بکھرنے لگے۔ یوں لگتا تھا گویا آسمان سے سفید برف گر رہی ہو۔ ارسل کا سرمی کر تانزم سی روئی سے ڈھک چکا تھا اور لالہ رُخ کے کھلے سیاہ بالوں میں بھی بہت سے روئی کے گالے اٹکے ہوئے تھے۔ لیکن وہاں پرواہ کسے تھی۔ وہ اب بیڈ پر چڑھی ارسل کے سر پر تکیہ مار رہی تھی اور ہمارا "چپڑ گنجو" اپنے سر پر تکیہ رکھے خود کا بچاؤ کر رہا تھا۔

"بہت مار لگنی چاہیئے آپکی۔۔"

وہ ساتھ ساتھ کہتی جا رہی تھی۔

"چھوڑیں۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔ جنگلی۔۔ جنگلی ہیں آپ۔۔"

وہ اب اس کے ہاتھ سے تکیہ لے کر اسے مارتا کہہ رہا تھا۔ اگلے ہی پل دروازہ بجنے کی آواز آئی تو وہ دونوں ساکت ہو گئے۔ لیکن پھر اس سے ہی اگلے پل بہت بھیانک آواز کے ساتھ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ شیر افگن چند لمحے تو فضا میں اڑتے روئی کے گالوں کے باعث دوسری جانب دیکھ ہی نہیں پائے تھے۔ لیکن پھر جیسے ہی کمرے کا منظر ان پر واضح ہوا، وہ حق دق۔۔ لق و دق صحرا میں بھٹک سے گئے۔ ارسل کے ہاتھ میں تکیہ تھا۔ وہ اسے اپنے سر کے اوپر اٹھائے رُخ کو مارنے ہی والا تھا۔ اور رُخ کی ناک میں روئی کا ایک گالہ اٹکا ہوا تھا۔ ساتھ بالوں پر بھی بہت سی سفیدی واضح تھی۔۔

اگلے ہی لمحے شیر افگن نے دروازہ دوبارہ بند کر دیا تھا۔ کچھ لمحے سب کچھ ساکت رہا اور پھر یکدم دم ہی وہ دونوں ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر ہنس پڑے۔ شیر افگن کان کی لوؤں کو چھوتے زینے اتر رہے تھے۔ ان کا چہرہ سرخ ہونے کے بجائے۔۔ نیلا ہو رہا تھا۔۔ شاید ہرا۔۔ یا شاید پیلا۔۔

وہ اب ہنستے ہوئے ایک ساتھ ہی بیڈ کے ساتھ ٹیک لگاتے بیٹھ گئے تھے۔ ارسل نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپایا ہوا تھا اور رُخ نے ہنستے ہوئے، آگے بڑھ کر روئی کا گالہ اٹھایا۔ پھر اسے ارسل کے بالوں پر کسی کلپ کی طرح سجا کر لگانے لگی۔ وہ اب گردن پیچھے پھینکتا ہنستا جا رہا تھا۔ اسے یاد نہیں کہ وہ اس طرح آخری دفعہ کب ہنسا تھا۔

"پاگل ہیں آپ قسم سے۔۔"

اس نے رُخ کی جانب چہرہ پھیر کر کہا تھا۔ پھر اسکی ناک میں اٹکی روئی کو دیکھ کر ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"اس پاگل دنیا میں۔۔ تھوڑا سا پاگل ہونا پڑتا ہے۔۔"

نیچے شیر افگن جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے تو سمیرا حیرت سے ان کی جانب پلٹی۔

"کیا ہوا۔۔؟ ارسل تو اوپر ہی تھا۔۔"

"سمیرا مجھے لگتا ہے کہ ان دونوں کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں۔۔"

وہ منہ ہی منہ میں چند لفظ بد بوائے تو سمیرا پاس چلی آئیں۔۔

"کیا کہہ رہے ہیں۔۔؟ ارسل سو گیا کیا۔۔؟"

انکے پوچھنے پر شیر نے ایک بار پھر سر جھٹکا تھا۔ پھر نفی میں سر ہلاتے بستر تک چلے آئے۔

"میرا خیال ہے ابھی سو جاتے ہیں۔ میں کل بات کر لوں گا اس سے۔"

اوپر کمرے میں وہ دونوں اب تک گردن پیچھے پھینکے ہنستے جا رہے تھے۔ زلزلے کے بعد کا منظر پیش کرتا کمرہ ان دونوں کو پاگلوں کی طرح ہنستا ہوا دیکھ رہا تھا۔

کچھ کردار ہوتے ہیں۔۔ کہ جن کا ساتھ آپکو ہلکا پھلکا کر دیتا ہے۔ وہ معاملات کو اچھے سے سلجھانا نہیں جانتے۔۔ ان میں صبر کی بھی بہت کمی ہوتی ہے۔۔ لیکن وہ پھر بھی آپ کو اچھے لگنے لگتے ہیں۔۔ رُخ۔۔ ارسل کے لیئے ایک ایسا ہی کردار تھی۔۔

اور کچھ کردار ارسل جیسے بھی ہوتے ہیں۔۔ سہم جانے والے، معصوم لیکن باشعور۔۔ صبر و تحمل کے ساتھ معاملات کو لے کر چلنے والے۔۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے۔۔ لیکن پھر بھی وہ دونوں ایک دوسرے کو ڈھانپنے لگے تھے کہ وہ۔۔ لباس تھے۔۔ ایک دوسرے کا۔۔ !

کمرے میں اب تک روئی کے گالے پھیلے ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا گویا ساری فضا میں سفیدی گھل گئی ہو۔ بالکنی کے دروازے سے خنک ہوا بھی اندر کی جانب گرتی، انکے پیروں کو جمارہی تھی۔ وہ دونوں اب اکڑوں بیٹھے، بالکنی کے دروازے سے جھانکتے چاند کی چاندنی کو محو ہو کر دیکھ رہے تھے۔ افق پر ٹانگے گئے چند ستاروں میں سے کسی ایک نے ہوا کے دوش پر لہراتے بادلوں سے سرگوشی کی تھی۔ یکدم ہی اس سرگوشی کے نتیجے میں بالکنی کی فضا تھرتھرائی۔ شاید ہوا، اس ایک شریر تارے کی شوخ سرگوشی پر کھکھلائی تھی۔

وہ دونوں اب ہنس نہیں رہے تھے۔ وہ اب خاموشی سے اس پگھلتی چاندنی میں اپنا عکس دیکھ رہے تھے۔

"میں اس لڑکی کو پسند کرتا ہوں۔۔"

چند پل بعد ارسل نے بہت مدھم سا کہا تھا۔ اسے لگا وہ رُخ کو یہ بتا سکتا ہے۔ لالہ رُخ کو اس کے انکشاف نے ذرا بھی حیران نہیں کیا تھا۔

"میں اسے بہت پسند کرتا ہوں۔ میں نے اس سے بہت سے وعدے کیے تھے۔ لیکن پھر میں نے اس سے کیا ہر وعدہ توڑ دیا۔ میرے بابا نے زبردستی میری شادی آپ سے کر دی اور آمنہ کو میں نے بیچ منجھڑا رہی میں چھوڑ دیا۔"

ارسل کی آنکھ میں کچھ چمکا تھا۔ شاید وہ کسی یاد کا گلابی سا عکس تھا جو اسکے نورانی پردے پر لمحے بھر کو جگمگایا تھا۔ رُخ نے اپنے گھٹنے پر رخسار رکھا اور پھر اسے مدھم سرگوشی میں بولتا دیکھنے لگی۔

"مجھے پتہ ہے دونوں جانب میرا ہی قصور نکلتا ہے، اسی لیے شاید میں آپ کو بھی اس شادی کے لیے قصور وار نہیں ٹھہراتا۔ یہ سب میری بزدلی اور نتائج سے گھبرا کر پیچھے ہٹنے کے باعث ہوا ہے۔ اگر میں اس وقت للکار کر اپنے فیصلے پر ڈٹ جاتا تو شاید مجھے آج، اس سب کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔"

اس نے کہہ کر آزر دگی سے مسکراتے ہوئے رُخ کی جانب دیکھا تھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"آپکو، اپنی پسند کے لیے اسٹینڈ لینا چاہیے تھا ارسل۔ آپکو آمنہ کے لیے ڈٹ جانا چاہیے تھا۔"

اس نے اسے بہت نرمی سے کہتے سنا تھا۔ حق بات پر لالہ رُخ کبھی سخت ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ غلط کو غلط اور درست کو درست کہنے کی جرأت تو کوئی اس لڑکی سے سیکھتا۔ ارسل اس سے رات کے اس گھلتے لمحے میں متاثر ہوا تھا۔

"میری غلطی ہے۔ میری بزدلی نے تین زندگیاں بے ہنگم کر دیں۔"

"زندگیاں بے ہنگم نہیں ہونگی تو بھلا وہ زندگیاں کیسے کہلائیں گی۔۔!"

اسکے برجستہ سے جواب پر اس نے چونکتے ہوئے اسکی جانب دیکھا تھا۔ وہ جتنی لاپرواہ لگتی تھی، اتنی تھی نہیں۔۔

"آپ بہت مضبوط ہیں لالہ رُخ۔۔ آپ کے فرقان لالہ اور اسفند لالہ نے بہت اچھی تربیت کی ہے آپکی۔۔"

اچانک سے فرقان اور اسفند کے ذکر پر وہ ذرا حیران ہوئی تھی۔ پھر اگلے ہی پل مسکرا دی۔ اسے لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ دونوں شدت سے یاد آئے تھے۔

"وہ دونوں تو لیجنڈز ہیں۔۔"

اس نے کچھ یاد آ جانے پر مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔

"کیا وہ بھی تمہارے جیسے ہیں۔۔؟ مطلب کیا وہ بھی بات بات پر محاذ کھڑا کر لیتے ہیں۔۔؟"

اسکے سوال پر لالہ رُخ نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔ پھر ٹھوڑی تلے ہتھیلی جما کر پیروں کو چھوتی چاندنی کو دیکھنے لگی۔

"وہ دونوں بہت سمجھدار اور دھیمے مزاج کے بندے ہیں۔ لیکن صرف تب تک، جب تک کوئی ان کا کھینچا گیا سرخ دائرہ نہ پار کرے۔ جیسے ہی آپ اس ایک لکیر کو پاٹ کر ان تک پہنچیں گے، مجھے یقین ہے کہ پھر وہ آگے والے کی چٹری ادھیڑنے میں ذرا وقت نہیں لیں گے۔"

اسکے کہنے پر ارسل نے سمجھ کر سر ہلایا تھا۔ پھر چہرہ پھیر کر اسے دیکھا۔

"جبھی میں کہوں کہ مجھے ہمیشہ بدزلی کا طعنہ کیوں ملتا ہے آپ کی جانب سے۔ آپ ہمیشہ مجھے ان دونوں سے موازنے کے ترازو میں تولتی رہتی ہیں۔"

"شاید یہ بات کسی حد تک ٹھیک بھی ہے لیکن یہ بات پوری طرح سے ٹھیک نہیں بھی ہے۔"

اس کے جواب پر وہ اب کہ سوالیہ سی بھوری آنکھوں سے اسے تک رہا تھا۔

"میں کبھی کسی انسان کو دوسرے انسان کے "فریم آف ریفرنس" میں نہیں دیکھتی ارسل۔ یہ انسان کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے۔ آپ کی تخلیق مختلف ہے۔ ہم سب ہی ایک دوسرے سے الگ پیدا کی گئے ہیں۔ میں بس ان بنیادی باتوں کو آپ میں نہ دیکھ کر حیران ہوئی تھی ج۔۔"

"جو ہر لڑکے میں موجود ہوتی ہیں۔۔!"

ارسل کے جملہ اچکنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ پھر وہ گہرا سانس لے کر گویا ہوئی۔

"آپ بہت نازک ہیں ارسل، چھوٹی چھوٹی باتوں پر سہم جاتے ہیں، ڈر جاتے ہیں، پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ آپ کو باآسانی ڈرایا جاسکتا ہے۔ آپ کو رُلا یا جاسکتا ہے۔ آپ کو تکلیف دی جاسکتی ہے۔ آپ کی تخلیق ہی ایسی تھی اور آپ کو اس پر شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں شاید آپ کو یہی سکھانے آئی ہوں کہ آپ نے اپنے اصل پر کبھی شرمندہ نہیں ہونا۔"

اسکی باتیں سن کر وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے سامنے گرتی چاندنی کو تک رہا تھا۔ کسی لڑکی اور خاص کر اپنی بیوی سے اپنے بزدل ہونے کا انکشاف سن کر اسے کچھ خاص خوشی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اسے شاید

شرمندگی ہوئی تھی۔ اسی شرمندگی کے باعث اسکے کان اب کہ ہولے سے سرخی مائل دکھ رہے تھے۔

"ایک پٹھان گھرانے میں میرے جیسے "میمنے" کی گنجائش کہاں۔۔"

اسکے سنجیدگی سے کہنے پر وہ بے اختیار ہنس دی تھی۔ پھر اسکی جانب دیکھا۔

"میمنہ خوبصورتی کی علامت ہوتا ہے ارسل۔۔"

اب کہ اسکی چوٹ پر وہ ہنسا تھا۔

"اور کسی کونارنگی کہنا کس چیز کی علامت ہوتا ہے۔۔؟"

"مٹھاس کی۔۔"

بہت تیزی کے ساتھ لالہ رخ کی زبان سے پھسلا تھا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے پرسوں ارسل کونارنگی کہا تھا۔

"اور چڑیا۔۔؟"

"بہار کی۔۔"

"حور را۔۔"

"روشنی کی۔۔"

"چپڑ گنجو۔۔؟"

اور لالہ رُخ گردن پیچھے پھینک کر ہنس دی تھی۔ ارسل محظوظ ہوا اسے ہنستا دیکھ رہا تھا۔ تارے کی شوخ سی سرگوشی نے جیسے اسے اندر تک گدگدایا تھا۔

"چپڑ گنجو آپ کی ہنسی لوٹانے کا ذریعہ ہوا کرتا ہے۔"

"مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ آپ نے مجھے آخر کیا سوچ کر چپڑ گنجو کہا تھا۔؟ کیا میں کہیں سے چڑیا، نارنگی، حور پر ایا پھر میمنے جیسا لگتا ہوں۔۔؟"

"آپ لگتے ہیں۔۔"

اس نے بمشکل ہنسی روک کر کہا تھا۔ اسکی بات پر ارسل نے بہت کچھ سمجھتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ مجھے یونیورسٹی کی ہراس لڑکی کو ٹیلی فون کر کے پوچھنا پڑے گا، جس نے کبھی مجھے ہینڈ سم ہونے کا خطاب دیا تھا۔"

اگلے ہی پل اسکی جانب رُخ کی گردن تیزی سے گھومی تھی۔ پھر وہ اسے انگشتِ شہادت اٹھاتی خبردار کرنے لگی۔

"اگر کسی لڑکی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو چھوڑو نگي نہیں آپکو۔"

ارسل نے اچانک ہی اسکی انگشتِ شہادت اپنی ہتھیلی میں قید کر کے اسے خود سے قریب کیا تھا۔ اسکی آنکھیں لمحے بھر کو حیران ہو کر پھیلی تھیں۔ بھورے ارتکا کی معصوم سی شرارت نے پہلی بار اسے سُرخ کیا تھا۔ بمشکل پلکیں جھپکا کر وہ پیچھے ہونے لگی تھی کہ ارسل نے اسے ہلکے سے جھٹکے سے روک دیا۔ وہ سانس روکے دیکھنے لگی تھی اسے۔ مہمنہ قریب سے اور بھی خوبصورت لگتا تھا۔

"ہو سکتا ہے کہ میں اتنا بھی معصوم نہ ہوں، جتنا آپ مجھے سمجھتی ہیں مس لالہ رُخ۔"

اتنا کہا اور پھر مسکراہٹ دباتا پیچھے ہٹ گیا۔ اسے رُخ کے گلابی چہرے نے بہت مزہ دیا تھا۔ چند پل تو وہ ساکت رہی اور پھر اس نے ساتھ رکھا کشن اسکے سر پر دے مارا۔

"میمنہ کتنا معصوم ہے اور کتنا نہیں۔ سب معلوم ہے مجھے۔۔"

"آپ لڑائی پھر سے شروع کر رہی ہیں۔۔!"

اس نے کہا۔۔ لیکن اب لبوں پر مچلتی مسکراہٹ وہ چھپا نہیں پارہا تھا اور رُخ کو اسکی یہی بات تیار ہی تھی۔

"کس نے کہا کہ آپ مجھ پر اس طرح حق جما سکتے ہیں۔۔؟"

"پھر کیسے جماؤں۔۔؟"

میمنہ واقعی معصوم نہیں تھا۔ اسکے مقابل بیٹھی لڑکی نے دانت پیسے تھے۔

"نیند آرہی ہے مجھے۔ ہٹیں میری جگہ سے۔۔"

وہ اپنا گلابی سا چہرہ چھپانے کی خاطر جلدی سے اٹھ کر بستر میں گھسی تو اسل خود کو قہقہہ لگا کر ہنسنے سے باز نہیں رکھ سکا۔ چلو۔۔ کوئی خامی اسکے بھی ہاتھ آئی لالہ رُخ کی۔ وہ شرماتی نہیں تھی۔ عام لڑکیوں کی طرح وہ اپنے شوہر نامدار سے ہر گز بھی نہیں جھجھکتی تھی مگر وہ تھی تو ایک لڑکی ہی ناں۔۔ اسے بس اسکے لڑکی ہونے کا اندازہ رات کے اس پہر ہوا تھا۔

"میں فرقان لالہ اور اسفند لالہ سے ضرور پوچھوں گا کہ اس شیرنی کو کس جنگل میں بڑا کیا ہے انہوں نے۔۔؟"

اسکی ہانک پر رُخ کی جانب سے ایک کشن اڑتا ہوا اس تک آیا تھا، جسے اس نے بھرپور طریقے سے گرفت میں لیتے ہوئے سر کے نیچے رکھا اور پھر صوفے پر دراز ہو گیا۔ چاندنی اب تک پگھل کر گر رہی تھی۔ صوفے پر لیٹتے ہی اسکی مسکراہٹ آہستگی سے مفقود ہوئی تھی۔ پھر آنکھیں بے ساختہ ہی نمی سے چمکیں۔ اسکے اندر ابھرتا گلٹ اب بہت تیزی سے اسکا دل اپنی گرفت میں لیئے بھینچ رہا تھا۔ آمنہ۔۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اسکے آنسوؤں سے اس قدر تکلیف میں آجائے گا۔ وہ اسکی وجہ سے اذیت میں تھی۔۔ وہ اسکی وجہ سے بہت کچھ برداشت کر رہی تھی۔۔ وہ اسکی وجہ سے اس سب سے گزر رہی تھی۔ زندگی میں کبھی کسی کو تکلیف نہ دینے والا ارسل اس بات سے بے چین ہو گیا تھا۔

اس ایک خیال نے جیسے اسکا سانس لمحے بھر کو گھونٹ دیا تھا۔ پھر وہ اگلے ہی پل اٹھ بیٹھا۔ نگاہیں بے ساختہ ہی لالہ رُخ کے بستر کی جانب اٹھیں۔ جانے کیسے لیکن ایک اداس سی مسکراہٹ نے اسکے لبوں کو چھو لیا تھا۔ چاندنی اب تک اپنی تمام تر خوبصورتی کے ساتھ جگمگا رہی تھی۔ اسے ماننا ہی پڑا کہ جو آسمانوں پر طے کر دیا جائے، زمین والے اسے نہیں بدل سکتے۔۔

اگلی دوپہر لالہ رُخ لاؤنج میں نک سک سے تیار ہو کر بیٹھی ہوئی تھی۔ ابھی کچھ ہی دیر میں وہ اپنی امی کی طرف جانے والی تھی۔ ساتھ ساتھ وہ دادی اور سمیرا کو اپنے بچپن کا کوئی مار دھاڑ والا واقعہ بھی زور و شور سے سنارہی تھی۔ دادی نے تو بارہا کانوں کو چھوا تھا جبکہ سمیرا نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی ہوئی تھی۔ یہ لڑکی۔۔ توبہ تھی اس سے !

"پھر اس لڑکے کا کیا ہوا جسے تم نے مارا تھا؟ کیا اس کے والدین نے آکر ہنگامہ کھڑا نہیں کیا۔۔؟"

دادی نے بہت دلچسپی سے بوڑھے چہرے پر اک ہاتھ رکھ کر استفسار داغا تھا۔ سمیرا ساتھ بیٹھیں سبزیاں کاٹ رہی تھیں، مسکراہٹ دبا کر رُخ کے بدلتے تاثرات کو دیکھنے لگیں۔

"ایسا ویسا۔۔"

اس نے دادی کی جانب دیکھ کر یوں کہا کہ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی پوچھنے کی۔

"انکی ماں صاحبہ آئی تھیں۔ وہ ہنگامہ کھڑا کیا کہ الامان! سب ڈرگئے۔۔ سب پیچھے ہٹ گئے۔۔"

فرقان لالہ میرے ساتھ ڈٹ کر کھڑے رہے۔۔ وہ مجھ سے بڑے تھے۔۔ انکا انداز یوں ہو گیا۔۔ گویا

میری بہن کو کچھ کہو تو میں تمہیں دن کی واضح روشنی میں، رات کی سیاہی کے تارے دکھاسکوں۔۔ پھر کیا تھا دادو جان۔۔ آپکی بہورانی نے اس لڑکے کی وہ وہ پولیں کھولیں۔ کہ مجھے یقین ہے۔۔ گھر جا کر اسکے ابا کا ہاتھ کی ہفتوں تک اسے اپنے رخسار پر محسوس ہوا ہو گا۔ "

دادی اسکے سیاق و سباق کے ساتھ کہانی گوش گزار کرنے پر آخر میں فخر سے پیچھے ہو کر بیٹھی تھیں۔ رہی تو وہ بھی پٹھان تھیں۔۔ اور پٹھان خواتین کا بتادوں میں آپ سب کو۔۔ ڈرتی وہ کسی کے چاچے سے بھی نہیں ہے۔۔ سمیرا نے البتہ ہنس کر تازہ کٹی سبزیاں ایک جانب رکھی تھیں۔

"تم تو بڑی بہادر ہولالہ رُخ۔۔ مجھے اندازہ نہیں تھا۔۔ "

سمیرا کے سراپتے سے تبصرے پر وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔۔ لمحوں ہی میں کچھ یاد آ گیا تھا اسے۔۔ کچھ بہت اداس سا۔۔ پھر وہ انکی جانب دیکھ کر کہنے لگی۔

"میں بہادر نہیں تھی آنٹی۔۔ لیکن پھر ایک دن میں اپنے گھر اسکول سے روتی ہوئی آئی۔۔ مجھے کلاس کی چند لڑکیوں نے مارا تھا۔۔ انکی مارنے مجھے توڑ کر رکھ دیا تھا۔۔ انکے تبصروں۔۔ انکے تکلیف دہ جملوں نے میری شخصیت تہس نہس کر دی تھی۔۔ مجھے لگا کہ شاید میں دوبارہ کبھی اٹھ نہیں پاؤں گی۔۔ "

اب کہ دادی اور سمیرا دونوں نے اسکی جانب چونک کر دیکھا تھا۔ وہ پچھلی بچکانہ سی لالہ رُخ سے بہت مختلف لگ رہی تھی۔۔۔ اب کہ اسکے چہرے پر محض سنجیدگی اور متانت قائم تھی۔ زینوں سے اترتا ارسل اپنی جگہ ہی ٹھہر گیا تھا۔۔۔ لالہ رُخ۔۔۔ روتی تھی۔۔۔! کسی نے رُخ کو مارا تھا۔۔۔! یہ بات اسکے لیئے بہت حیران کن تھی۔۔۔ کیا اسے کوئی ہاتھ لگا سکتا تھا بھلا۔۔۔

"لیکن جب میں گھر پہنچی اور اسفند لالہ نے مجھے روتا ہوا دیکھا تو وہ مجھے گھسیٹتے ہوئے دالان میں لے گئے۔۔۔ پھر انہوں نے مجھے تب تک اس دالان میں دوڑایا جب تک میرا سانس نہ اکھڑنے لگ گیا۔۔۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اگر میں اپنے ظالم کا منہ توڑ کر نہیں آسکتی تو مجھے اسی دالان میں ہانپتے ہوئے دم دے دینا چاہیئے۔۔۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں اپنی نا انصافی کے لیئے روتے ہوئے اوروں کا دروازے کھٹکھٹانا چاہتی ہوں تو بہتر ہے میں اپنی زندگی ختم کر لوں۔۔۔ اگر میں لوگوں کے سامنے اپنی کمزوریوں کا رونا رو کر خود کو ذلیل کرنا چاہتی ہوں تو بہتر ہے کہ میں اپنے حلق پر چھری پھیر کر خود کو ذبح کر لوں۔۔۔"

وہ لمحے بھر کور کی تھی۔ پھر مسکرائی۔۔۔ اف اس لڑکی کی دورِ نخی شخصیت۔۔۔! پل میں کیا اور پل میں کیا۔۔۔

"اسفند لالہ کے الفاظ ہمیشہ سے بہت ظالم رہے تھے۔ وہ لفظوں کے ساتھ بہت سخت تھے۔۔ آج بھی ہیں۔۔ انکے الفاظ میری سماعت میں کسی پچھلے سیسے کی طرح اترے اور مجھے زندگی بھر کے لیئے کندن کر گئے۔۔ پھر مجھے کوئی ہاتھ نہ لگا سکا۔۔ جس نے لگایا وہ بچ کر نہ جاسکا۔۔ میں نے ہر ظالم کو اٹھا کر پٹخنے کی قسم کھالی اور دینا۔۔ پھر دنیا امر ہو گئی آنٹی۔۔"

چند لمحات کے لیئے ہر گردش کرتی شے ساکت ہو گئی تھی۔ یوں گویا دنیا رک سی گئی ہو۔ وہ زینوں کے دہانے پر گویا جم سا گیا تھا۔۔ پھر بھوری نگاہیں اٹھا کر اس سنہری سی کندن لڑکی کی پشت دیکھی۔ وہ واقعی لالہ رُخ تھی۔۔

اگلے ہی پل دادی آگے بڑھیں اور اسکا سر چوم کر اسے خود سے لگالیا۔ آنٹی بھی اب کہ اسے اپنے پاس بلا کر پیار کر رہی تھیں اور وہ گلابی رخسار لیئے ہنستی جا رہی تھی۔ وہ ہنس سکتی تھی۔۔ کیونکہ اس نے اپنے اندر پلتے کمزوری کے خوفناک جن کو مار گرایا تھا۔ پھر ان دونوں سے ڈھیر سا راپیار لے کر وہ ارسل کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھی۔ وہ خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔۔ پھر یونہی سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی۔

"اسفند لالہ بہت اسپیشل ہیں تمہارے لیئے۔۔"

اسکے کہنے پر وہ چونکی تھی۔۔ پھر ہولے سے مسکرا دی۔۔ یونہی کھڑکی کے باہر دوڑتی سڑک پر نگاہیں جمائے کہنے لگی۔

" بہت زیادہ۔۔ "

" ماں بتا رہی تھیں کہ وہ پھپھو کے بیٹے ہیں تمہاری۔۔ "

" جی۔۔ فرقان اور اسفند لالہ بہت چھوٹے تھے جب پھپھو اور پھوپھا کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا۔ وہ دونوں ہمارے ساتھ رہ کر ہی بڑے ہوئے ہیں۔ زیادہ تر ہمارے ساتھ فرقان لالہ رہے ہیں کیونکہ وہ بڑے تھے۔ اپنی پڑھائی مکمل کر چکے تھے لیکن اسفند لالہ باہر پڑھتے تھے۔۔ سو یہاں آنا جانا بہت کم ہو گیا تھا ان کا۔۔ اب ہمارے ساتھ ہی رہتے ہیں دونوں۔۔ "

اسکی بات سن کر اس نے سر ہلایا تھا۔ پھر اسکے گھر کے سامنے گاڑی روک کر اسکی جانب دیکھا۔۔

" آپ اندر نہیں آرہے۔۔؟ "

" نہیں۔۔ مجھے آفس جانا ہے۔۔ تم۔۔ خیال رکھنا۔۔ "

اسکے ہلکے سے کہنے پر وہ سر ہلا کر ہنستی ہوئی باہر نکلنے ہی لگی تھی کی کسی کے ہاتھ کی نرم گرفت نے اسے روک لیا۔ اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر پہلے اپنی کلائی دیکھی جو ارسل کی ہتھیلی میں قید تھی، پھر اسکی سیاہ آنکھوں نے اسکی بھوری آنکھوں تک سفر کیا۔

"اگر ہم۔۔۔ پرفیکٹ میاں بیوی بن کر۔۔۔ نہیں رہ سکتے تو۔۔۔ تو ایٹ لیسٹ ہم دوست بن سکتے ہیں۔۔۔"

اس نے اگلے ہی پل اسکی کلائی چھوڑ دی تھی۔ رُخ نے مسکراہٹ دبائی۔۔۔ پھر شرارت سے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"کیا چل رہا ہے ارسل آپکے دماغ میں۔۔۔؟ دشمن سے دوستی کرنے کا مطلب جانتے ہیں ناں آپ۔۔۔؟"

وہ اسے باور کروا رہی تھی کہ اسکی دوستی آسان نہیں تھی۔۔۔ دوستی تو کیا۔۔۔ اسکی تو دشمنی بھی سہل نہیں تھی۔۔۔ اسکے ساتھ کچھ بھی سہل نہیں تھا بہر حال۔۔۔

دوسری جانب اس نے اپنے سر کے پیچھے ہاتھ پھیرا تھا۔ یونہی گردن میں گٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ پھر وہ خشک لبوں پر زبان پھیرتا اسکی جانب گھوما۔ تھا تو وہ بھی پختون۔۔۔ چمکتی دھوپ کے عکس میں اسکی

بھوری آنکھیں گاڑے سے شہد کا سمندر لگ رہی تھیں۔۔ لالہ رُخ نے کبھی اتنی خوبصورت آنکھیں نہیں دیکھی تھیں۔۔

"میں آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ میں یہ افورڈ نہیں کر سکتا۔"

اس نے واضح الفاظ کا انتخاب کیا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو "آئی ایم سوری لیکن میں آپ کے ساتھ سخت رویہ نہیں رکھ سکتا کیونکہ مجھے یہ کرنا نہیں آتا۔"

"ٹھیک ہے۔۔ سوچو نگی اس بارے میں۔۔ جیسے کہ آپ جانتے ہیں کہ میں ہر کسی کو اپنا دوست نہیں بنالیتی لیکن چلیں۔۔ میں اس خیال کو سوچ کا پہلو ضرور بخشو نگی۔"

اب کہ وہ نکلنے ہی لگی تھی کہ رک گئی۔۔ پھر پلٹ کر اس کا چہرہ دیکھا۔۔

"آپ کو اندازہ بھی نہیں ہے ارسل کہ آپ اس ظالم دنیا کے لیئے کس قدر معصوم ہیں۔!"

ہولے سے کہا اور پھر باہر نکل گئی۔ وہ چند پل تو جامد بیٹھا رہا پھر سر جھٹک کر گاڑی اسٹارٹر لگا۔ جب وہ گاڑی بھگالے گیا تو رُخ بھی گھر کے اندر مڑ گئی۔ اس ارسل نامی مخلوق کو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ کتنا کیوٹ تھا۔ کیوٹ اور بیوقوف۔۔! اب وہ سر جھٹک کر پتھریلی روش عبور کرتی اندر کی جانب قدم رکھ

چکی تھی لیکن پھر لاؤنج میں براجمان، سنجیدہ چہروں کے ساتھ گفت و شنید کرتے افراد نے جیسے اسکے ارد گرد خطرے کی سرخ بتی بجائی تھی۔۔

"راین۔۔!!!"

گھر کا ماحول اس قدر سنجیدہ ہو رہا تھا کہ کوئی اس سے ٹھیک سے ملا بھی نہیں۔ راین صوفے پر افغان کے ساتھ لگی رو رہی تھی اور باقی سب خاموشی سے سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ارمغان تایا، ایک جانب گردن پوری جھکائے نم رخسار لیئے شکستگی سے براجمان تھے تو دوسری جانب فرقان لالہ بہت سنجیدگی سے اسفندیار کا ابلتا طیش دیکھ رہے تھے۔ ایک صوفے پر فاطمہ بیٹھی تھیں اور انکے ساتھ ہی گل بھی اداسی سے کبھی ایک فریق کو تکتی تو کبھی دوسرے کو۔۔

"وہ لوگ کب سے یہ بکواس کر رہے ہیں اور آپ لوگ انکی بکواس سن رہے ہیں ماموں۔۔! انکی ہمت کیسے ہوئی اس گھر کی لڑکی کے بارے میں بات کرنے کی۔۔"

وہ پینتیس سالہ بہت مضبوط جسم کا اونچا سا مرد تھا۔ سیاہ قمیص شلوار زیب تن کی تھی وہ دن کی روشنی میں اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔ لالہ رُخ نے کبھی اسفند لالہ جتنا وجیہہ کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا۔۔ وجیہہ اور دبنگ۔۔ !

یقیناً رامین کے گھٹیا سسرالیوں نے پھر سے کوئی بات کر دی تھی۔ اور چونکہ اس بات کو اسفندیار، فرقان اور ارمان سے چھپایا گیا تھا تو انکا ایسا رد عمل یقینی تھا۔ اب کہ فرقان سیدھے ہو بیٹھے تھے۔

"اسفندیار ہمیں آرام سے بات کرنی ہے۔ ہم لڑکی والے ہیں۔ ہم منہ توڑ جواب دیں گے تو ہماری بہن بیٹی پر بات آئے گی۔ اگر بات کو بات سے سلجھایا جاسکتا ہے تو ایسا ہی کیا جانا عقل مندی ہے۔ رہی بات جھگڑے اور رشتہ توڑنے کی۔۔ تو ہم جلد بازی میں اپنی بہن کا گھر برباد نہیں کر سکتے۔۔ تحمل سے کام لو۔۔ عقل سے کام لو۔۔ صبر سے کام لو۔۔ غصہ کرنے کا وقت نہیں ہے یہ۔۔"

اگر اسفندیار بندوق پر فیصلے کروانا جانتا تھا تو فرقان بھڑکتے جنگی شعلوں کو زبان کی مٹھاس سے گلستان کرنے میں سلطان تصور کیا جاتا تھا۔ انکی بات سن کر اسفند کی نگاہ بے ساختہ ہی رامین پر پھسلی تھی۔ پھر اسکی کھولتی سرمئی آنکھوں نے فرقان لالہ کا چہرہ دکھا۔۔

"بات اب سلجھنے سے نکل چکی ہے لالہ۔۔"

"بات کبھی بھی سلجھائی جاسکتی ہے اسفند۔ ہمیں بس کبھی بھی اپنے غصے میں مستغرق ہو کر اندھا نہیں بننا۔"

اب کہ فرقان کی آواز ذرا اونچی تھی۔ لالہ رُخ سمیت سب کہ سب ہی لمحوں میں سہم سے گئے تھے۔

"آپ درستگی اور دھیرج کا درس دیتے رہیں لالہ، لیکن پھر تکلیف بھی سب سے زیادہ آپ ہی کو ہوگی۔ اور اس وقت یاد رکھیئے گا۔۔ میں کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ اگلے ہی پل پلٹا اور لاؤنچ سے داخلی دروازہ عبور کر تا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ سارے گھر میں موت کا سانسٹا پھیل گیا تھا۔ کوئی بھی کسی سے نگاہ ملانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ سب اپنی اپنی سوچوں میں گم ایک دوسرے کا سامنہ کرنے سے کترارہے تھے۔ وہ پلٹی اور پھر اسفند لالہ کے پیچھے بھاگی۔۔ اسے پتہ تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہوگا۔ وہ اپنے گھر کی انیکسی کی پچھلی بالکنی میں کھڑا، تنے نقوش کے ساتھ باہر دیکھ رہا تھا۔ وہ وہیں دروازے ہی میں ٹھہر گئی۔۔

Novels Hub

دھنکاز قلم رابعہ خان

"مجھے ابھی کسی سے بھی بات نہیں کرنی لالے۔۔ تم جاؤ۔۔"

"ہرگز نہیں۔۔"

"ضد نہیں کرو اور جاؤ۔۔"

"آپکے یہ ہتھکنڈے مجھ پر نہیں چلنے والے۔۔"

وہ دروازے کے ساتھ لگی، ڈھٹائی سے بولی تھی۔ اس نے اسفند کی پشت پر بندھی مٹھیاں مزید سخت ہوتے دیکھیں۔ بے ساختہ ہی اس نے تھوک نگلاتھا۔

"ٹھیک ہے۔۔ مت جاؤ۔۔ کھڑی رہو۔۔"

کھٹاک سے جواب آیا تو وہ اداسی سے مسکرا دی۔

"اتنا غصہ صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔۔"

"مجھے کوئی پرواہ نہیں۔۔"

"اتنی لاہروا ہی درست نہیں۔۔"

"تم زچ کرنے آئی ہو مجھے۔۔!"

اس نے دانت کچکچانے کی آواز با آسانی سنی تھی۔

"مجھے آتا ہے آپکو اپنی جانب پھیرنا۔۔"

اب کہ اسکا انداز چیلنجنگ تھا۔ جیسے کہہ رہی ہو آپ میرے سامنے کیا ہیں۔ آپکو تو ابھی دیکھتی ہوں میں۔۔

"لالے مجھے ابھی کوئی بات نہیں کرنی۔۔ پلیز جاؤ۔۔"

"مان لیں کہ وہ اچھی لگتی ہے آپکو۔۔"

اسکی بے سروپا بات پر اسفند کو اور طیش چڑھا تھا۔

"کیانی بکو اس ہے اب یہ۔۔؟"

"وہ۔۔ رامین۔۔ مجھے پتہ ہے کہ وہ اچھی لگتی ہے آپکو۔۔"

اور یہ اسکی زبان سے نکلا جملہ ہی تھا جو بڑے اہتمام سے دھماکے کی صورت اسفند کے سر پر پھٹا تھا۔ اسکا مضبوط سراپا ایک جھٹکے سے اسکی جانب مڑا۔ سرمئی آنکھیں۔۔ بے یقینی سے پھیل کر ساکت ہو گئی تھیں۔۔ لب ادھ کھلے تھے اور پرکشش نقوش پر اک سایہ سالہرایا تھا۔

" آپکو کیا لگتا تھا کہ مجھے پتہ نہیں چلے گا۔۔؟ لالہ میں راین نہیں ہوں کہ آپکے اس گریز میں پنہاں محبت کو نہ پہچان سکوں۔ وہ تو بیوقوف ہے۔۔ کم از کم آپ ہی نے کوئی بات کی ہوتی۔۔ "

یہ وہ انسان تھا کہ جس نے اسے چلنا سکھایا تھا۔ جس نے اسکے تاریک ایام میں اسکا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کیا تھا۔۔ ڈٹ کر کھڑا رہنا سکھایا تھا۔ کیا تھا جو آج وہ اسکی تھوڑی سی مدد کر دیتی۔۔ اس مدد سے اسکی زندگی کا کچھ قرض تو وہ بہر حال ادا کر سکتی تھی۔۔ اور جو۔۔ وہ کر سکتی تھی۔۔ وہ اسے کرنا چاہیئے تھا۔۔

انیکسی کی فضا نے اپنے ابرو نچا کر، شانے اچکا کر، لالہ رُخ کے انکشاف پر رد عمل دیا تھا۔ جہاں انیکسی کا یہ حال تھا وہاں بھلا اسکے مکین کا اس سے بدتر حال کیوں نہ ہوتا۔ وہ چند پل تو اپنی جگہ ہی مجسمہ بنا رہا اور

پھر جو نہی اسکی نگاہوں کی ساکت پتلیوں میں حیرت کی جنبش نے تلاطم برپا کیا۔۔ وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھ آیا۔

"ماز غا خوشم دے کنا استا۔۔؟"

(دماغ تو ٹھیک ہے ناں تمہارا۔۔؟)

اسکی دھاڑ پر بھی وہ نہیں سہمی تھی۔ بلکہ اپنی جگہ سے کچھ اور آگے بڑھ آئی تھی۔

"یہ دیکھیں۔۔ دیکھیں۔۔ آپ نے میری بات کی نفی کرنے کے بجائے۔۔ مجھ پر اپنا غصہ اتار دیا۔۔ مطلب۔۔ آپ نے میرے شک پر مہر ثبت کر دی۔۔!"

نظر اتاری جانی چاہیئے تھے لالہ رخ کی اس وقت۔ اسفند کی نگاہیں اب کہ سرد ہو گئی تھیں۔ رخ نے ایک لمحے کے لیئے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ محسوس کی تھی۔ وہ اسفند تھا۔۔ وہ ارسل نہیں تھا کہ وہ اسے دیوار سے لگا کر اپنی بات منوالیتی۔

"ہمارے گھرانوں میں یہ بات جانتی ہو کس انداز میں سمجھی جاتی ہے۔۔؟"

اور وہ بلاشبہ جواب مانگنے کے لیئے سوال نہیں کر رہا تھا۔ اس نے اگلے ہی پل اپنی مغرور سے ٹھوڑی کچھ اوپر کو اٹھائی تھی۔۔۔ پھر اسفندیار کی آنکھوں میں بے خوفی سے جھانکی۔

"آج کی بات تو مورخ کو ضرور قلمبند کرنی چاہیئے لالہ۔ اسے ان مبارک ساعتوں کو سنہری صفحات کی نذر کر کے، آپکی تاریخی شخصیت کو صدیوں تک کے لیئے محفوظ کر لینا چاہیئے۔۔۔ اسفندیار خان۔۔۔ یہ اسفندیار۔۔۔ جو روایات سے ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔۔۔ یہ وہی اسفندیار ہے جس نے تن تنہا بے رحم اور ظالم لوگوں کے حلق میں ہاتھ ڈال کر، اپنے قتل ہوئے دوست کا قصاص لیا تھا۔۔۔ وہی اسفندیار۔۔۔ جو گولیوں کی بوچھاڑ کے درمیان بھی اپنے علاقے میں پلٹی پسماندہ اور غریب بچیوں کی پڑھائی کا ذمہ لیتے ہوئے ذرا نہیں گھبرا یا تھا۔۔۔ وہی اسفندیار۔۔۔ جس نے کئی کمزور لوگوں کو اٹھا کر چلنا سکھایا تھا۔۔۔ وہی اسفندیار۔۔۔ جو اچھے لوگوں کے لیئے ریشم اور ظالموں کے لیئے ان سے کہیں زیادہ بے رحم اور کاٹ دار ہے۔۔۔ ہاں۔۔۔ یہ وہی اسفندیار ہے۔۔۔ جو اپنی محبت سے پیچھے ہٹ گیا۔۔۔ جو پیچھے ہٹ رہا ہے۔۔۔ کسی بزدل کی طرح۔۔۔!"

اسکی آواز بلند نہیں تھی لیکن ان جملوں کی حدت سے انیکسی کے در و دیوار سنسناسے اٹھتے تھے۔
تاریخی کتب گواہ ہیں کہ کبھی کسی پٹھان کو بزدلی اور غیرت کا طعنہ دے کر بات شروع نہ کرنا۔ یہ اسے

بھرے مجمعے میں برہنہ کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔۔ اسفند کا چہرہ بھی اگلے ہی لمحے تمتما اٹھاتھا۔ یوں گویا۔۔ ساعتوں ہی میں ابل گیا ہو۔۔

"لالہ رُخ۔۔ تم جاسکتی ہو۔۔"

"مجھے پتہ ہے آپ ڈر نہیں رہے۔۔ میں آپکو جانتی ہوں لالہ۔ آپ کسی سے نہیں ڈرتے۔۔ پھر کیا بات روکے ہوئے ہے آپکو۔۔؟"

اس نے بڑی آسانی کے ساتھ اسکے غصے کو مزید ہوا دینی تھی۔ اسے پتہ تھا کہ وہ غصے میں کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیا کرتا۔

"کیا محبت نہیں کرتے آپ راین سے۔۔؟"

"کرتا ہوں۔۔"

ٹھک سے آئے جواب پر وہ لمحے بھر کو گڑبڑ اسی گئی تھی۔

"پھر بھی اسے کسی ایسے کے ہاتھ میں سونپ رہے ہیں جو اسکی قدردانی کبھی نہیں کر سکے گا۔ کیا اتنا ظالم بننا ضروری ہے لالہ۔۔؟"

"اچھا۔۔ پھر تمہیں لگتا ہے کہ مجھے سب کے سامنے جا کر یہ اعلان کر دینا چاہیئے کہ میں رامین سے۔۔"

اسکی تیزی سے چلتی زبان یکدم ہی خاموش ہوئی تھی۔ پھر وہ گہرا سانس لے کر بولا۔

چھوڑو اس بات کو لالے اور جاؤ۔۔ مجھے اس مسئلے سے خود نپٹنے دو۔۔"

وہ اگلے ہی پل بیزار سا ہو کر اپنے کمرے کی جانب بڑھا تو وہ اسکے پیچھے بھاگتی آئی۔

"آپ کو کسی بھی طرح اسکی شادی رکوانی ہے لالہ۔ وہ لوگ رامین کے لائق نہیں۔ آپ کو اندازہ نہیں

ہے کہ وہ کتنی معصوم اور حساس ہے۔ کوئی ایک سے زائد بات کر لے تو وہ سہمہ نہیں پاتی کجایہ کہ وہ

اپنے سسرالیوں کے اس قدر ظالم رویوں کو برداشت کر پائے۔۔ وہ مر جائے گی لالہ۔۔"

اسکے ہاتھ لمحے بھر کو تھم سے گئے تھے۔ یوں لگتا تھا گویا کسی نے سانس تک روک دیا ہو۔

"کیا آپ نہیں جانتے کہ ہمارے یہاں عورتوں کو قتل کر دینا کس قدر عام سی بات ہے۔ آپ اسے

ایسے کسی کے حوالے نہیں کر سکتے لالہ۔"

"تم میری بات نہیں سمجھ رہی ہو لالہ رُخ۔ میں ماموں کے سامنے ایسی کوئی بات نہیں رکھ سکتا کہ جس کے بعد میں انکے سامنے نظر اٹھانے کے بھی قابل نہ رہوں۔ وہ انکی بیٹی ہے۔۔۔ وہ جو چاہیں فیصلہ کر سکتے ہیں۔۔۔ میرا کوئی بھی انکشاف اس لڑکی کو توڑ دیگا۔۔۔ لالہ کہتی ہے وہ مجھے۔۔۔ جانتی بھی ہو اس بات کا مطلب تم۔۔۔! اسفند مر تو سکتا ہے لیکن کبھی کوئی بے غیرتی کا قدم نہیں اٹھا سکتا۔۔۔"

اسکی بات سن کر تو لالہ رُخ جو آگ ہی لگ گئی تھی۔ وہ گھوم کر اسکے سامنے آئی تھی۔ پھر ہاتھ سینے پر باندھے۔۔۔ اسے گلابی آنکھوں سے گھورا۔۔۔

"آپکو اپنی غیرت کی پڑی ہے۔۔۔!"

اسکی بات بلاشبہ بہت کڑوی تھی۔۔۔ کڑوی اور تمانچے کی سی۔۔۔ منہ پر لگنے والی۔

"مجھے اس لڑکی کی عزت کی پڑی ہے لالہ رُخ! اور اب تم میرے سامنے نہ آنا۔۔۔ کیونکہ اسی میں خیر ہوگی تمہاری۔۔۔"

"اگر اسے کچھ ہوا تو کبھی کیا آپ خود کو معاف کر پائیں گے لالہ۔۔۔؟"

وہ اسکے پیچھے سے چلائی تھی۔ لیکن وہ پلٹا اور اگلے ہی پل کمرے کا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند کرتا آگے بڑھ گیا۔ اس نے آنکھیں زور سے میچی تھیں۔ پھر پریشانی سے پیشانی مسلی۔ اس کا دل یکدم ہی بہت بری طرح گھبرا ہوا تھا۔ پتہ نہیں کیا ہونے والا تھا۔

وہ آفس میں بیٹھالیپ ٹاپ نگاہوں کے سامنے کھولے، کھٹاکھٹ کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھا۔ یکایک اسکے آفس کا دروازہ کھلا اور زرتاج اندر داخل ہوئی۔ کوئی بہت تیز پرفیوم کی مہک اسے اپنے نتھنوں سے ٹکراتی محسوس ہوئی تھی۔ پھر اس نے اگلے ہی پل حیران ہو کر چہرہ اٹھایا۔ اور اپنی جگہ ہی ساکت رہ گیا۔ وہ اب بہت اعتماد سے اسکے مقابل رکھی کرسی پر بیٹھ رہی تھی۔

"آپ۔۔ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔؟"

اس نے سنجیدگی سے بس یہی پوچھا۔ زرتاج نے بے نیازی سے ہاتھ جھلایا تھا۔ پھر تازہ اسٹریٹ کی مئے بال پیچھے کو جھٹکے۔ سرخ لباس میں ملبوس، گہرا میک کی مئے وہ ارسل کو خواہ مخواہ ہی بری لگی تھی۔

"میں آپ سے ملنے آئی ہوں۔۔"

"میں مصروف ہوں ابھی۔۔"

اس نے نگاہیں ایک بار پھر سے لیپ ٹاپ کی جگمگاتی اسکرین پر جمادی تھیں۔ یہ ایک طرح کا عندیہ تھا کہ میں ابھی بات کرنے کے موڈ میں ہر گز بھی نہیں ہوں۔

"کیا آپ اپنے مہمانوں کے ساتھ اسی قدر کرخنگی سے پیش آتے ہیں یا پھر میں پہلی ہوں۔۔؟"

"آپ پہلی ہیں۔۔"

کیا کبھی تم نے ارسل کو سنجیدہ ہوتے دیکھا ہے۔۔؟ وہ سنجیدہ ہو کر میمنہ ہر گز بھی نہیں لگتا تھا۔

"لگتا ہے آپ کی بیگم کی زبان کا اثر آتا جا رہا ہے آپ کی ٹھنڈی میٹھی سی شخصیت پر۔۔"

لیپ ٹاپ پر مہارت سے چلتی اسکی انگلیاں اگلے ہی پل ٹھہر گئی تھیں۔ پھر اس نے سنجیدگی کے رنگ میں ڈھلیں بھوری آنکھیں اٹھا کر سامنے بیٹھی زرتاج کو دکھا۔

"زرتاج۔۔ مجھے آپ کی کسی بھی فضول بات میں دلچسپی نہیں ہے۔ میں پہلے بھی۔۔ اور اب بھی آپ کو وارن کر رہا ہوں کہ آپ۔۔ اپنے رویے سے باز آجائیں۔ ہمارے گھرانوں میں اس طرح کا رویہ قابل قبول نہیں ہے۔ آئندہ مجھے ایسی بات کرنے کی دوبارہ ضرورت نہ پڑے۔۔"

اسکی آنکھوں میں لہراتی واضح وارننگ پر وہ لمحے بھر کو گڑبڑ اسی گئی تھی۔ پھر معصوم سا چہرہ بنا کر آگے ہو کر بیٹھی۔

"میں نے کبھی کوئی ایسا ویسا مطالبہ نہیں کیا آپ سے۔ میں تو محض آپ کی دوست بننا چاہتی ہوں۔ میں آپ کے ساتھ ایک کپ کافی پینا چاہتی ہوں۔۔ آپ کے ساتھ کھانا کھانا چاہتی ہوں۔۔"

اسکی عجیب و غریب سی بات پر اب کہ اسے شدید کوفت نے گھیرا تھا۔ عجیب لڑکی تھی۔۔ عزت نفس نام کی کوئی چیز ہی نہیں تھی اس میں۔۔

"میں ایک شادی شدہ مرد ہوں زرتاج۔ اسکا مطلب جانتی ہیں آپ۔۔؟"

"جانتی ہوں میں۔۔ اور مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ آپ کو اپنی بیوی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

اسکی اگلی بات اتنے لا پرواہی سے کہنے پر وہ جہاں کا تھا رہ گیا تھا۔ پھر لب بھینچ کر سرد نگاہوں سے زرتاج کو دیکھا۔

"میری ذاتی زندگی کے دائرہ کار میں داخل ہونے کی اجازت میں نے کسی کو بھی نہیں دی ہے۔ اور آپ۔۔ آپ بھی جتنا ممکن ہوں دور رہیں مجھ سے اور میری بیوی سے بھی۔۔"

"مجھے پتہ ہے کہ وہ نہیں پسند آپکو۔۔! ایسی منہ پھٹ لڑکی کسی کو بھی پسند نہیں آسکتی۔۔"

"ریلی۔۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ غلط بات کسی کی بھی برداشت نہیں کرتی۔ زبان بھی بہت کڑوی ہے اسکی۔۔ لیکن کیا آپ جانتی ہیں زرتاج کہ وہ اپنی کتنی عزت کرتی ہے۔ نہ صرف خود کی عزت کرتی ہے بلکہ اوروں سے کروانا بھی جانتی ہے۔ آپ اسکے سامنے منہ کھول کر کچھ بھی نہیں بول سکتے۔ وہ پاؤر فل ہے۔۔ اس کی شخصیت کو کسی بیساکھی کی ضرورت نہیں۔ اور مجھے وہ اس سب کے ساتھ ہی پسند ہے۔ اب آپ بہت عزت کے ساتھ یہاں سے جاسکتی ہیں۔۔ کیونکہ میرے پاس برباد کرنے کے لیئے وقت ہر گز بھی نہیں۔۔"

اسکی اتنی کاٹ دار باتوں پر وہ چند پل تو اسے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے تکتی رہی اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اسکے جاتے ہی اس نے بے دلی سے لیپ ٹاپ کو پرے ہٹایا تھا۔ پھر پیشانی مسلتا پیچھے ہو بیٹھا۔۔ یہ سب باتیں کرنے کے بعد اسکے اپنے دل کی حالت بھی عجیب ہو رہی تھی۔

وہ آمنہ کو پسند کرتا تھا۔۔ وہ آمنہ ہی کے ساتھ اپنی زندگی کے خواب سجاتا آیا تھا۔۔ لیکن کچھ تھا۔۔ کچھ تھا جو اسکے دل پر بہت خاموشی سے دستک دینے لگا تھا۔۔ اور وہ جو بھی تھا۔۔ یقیناً اسے بے حد شدت سے اس سے اپنے دل کے گرد محسوس ہوا تھا۔

رامین کے سسرالیوں نے اسکے پچھلے رویے کا غصہ رامین پر آکر اتارا تھا۔ اور بھرے پنڈال میں اسکی سانولی رنگت اور معمولی سے نقوش پر ایسی ایسی باتیں کی تھیں کہ حساس سی رامین کا تو دل ہی زخمی ہو چلا تھا۔ ایک تو ماں کی جدائی۔۔ دوسرا ار مغان کو خود کے لیئے دن رات گھلتے دیکھ کر وہ لمحہ بہ لمحہ اندر سے مر رہی تھی۔ باپ کی پریشانی اور جھکی گردن نے اسے بھی کہیں بہت جھکا دیا تھا۔ اسے زندگی میں پہلی بار اپنے سانولے رنگ اور قابل قبول سی شکل پر غصہ آیا تھا۔ دل۔۔ دل تو کوئی نہیں دیکھتا تھا اس دنیا میں۔۔ یہاں سب۔۔ شکل دیکھتے تھے۔۔ نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی خوبصورتی کے پیچھے پاگل تھی یہ دنیا۔۔ یہ خوبصورت اور حسین لوگوں کی دنیا تھی۔۔ اس دنیا میں اسکی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اسکے نرم اور معصوم دل کی اس گندی اور خود غرض دنیا میں کوئی جگہ نہیں تھی۔

لالہ رُخ کے گلے لگ کر وہ بہت روئی تھی۔ اتنا کہ اسکی آواز تک بیٹھ چکی تھی۔ پہلے ہی اسکا کہیں رشتہ نہیں ہو رہا تھا اور جو طے ہوا تھا۔۔ وہ بھی ٹوٹ جانے کے قریب تھا۔ اسکا دل ہر آن ڈرنے لگا تھا۔۔ اگر یہ رشتہ بھی ٹوٹ گیا تو وہ بابا کے سامنے کیسے جا پائے گی۔۔؟ وہ انکا سامنہ کیسے کر پائے گی۔۔؟

"کیا حالت کر لی ہے تم نے اپنی راین۔۔ یہ کیا کر لیا ہے تم نے خود کے ساتھ۔۔؟"

وہ اس سے الگ ہوئی تو رُخ اسکی اجڑی حالت کو دیکھ کر کہے بغیر نہ رہ سکی۔ اس نے لرزتی انگلیوں سے آنکھیں رگڑی تھیں۔

"میں اس بار بابا کو نہیں کھونا چاہتی رُخ۔ میں بہت ڈر گئی ہوں۔۔ مجھے بہت ڈر لگنے لگا ہے۔۔ یوں لگتا ہے گویا سب مجھ پر ہنس رہے ہوں۔۔ سب میرے اس چہرے کا مذاق اڑا رہے ہوں۔۔ مجھے لگتا ہے میں کبھی سراٹھا کر نہیں چل سکونگی۔ میں ٹوٹ رہی ہوں رُخ۔۔"

اسکی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ لالہ رُخ کی آنکھیں بھی بھگنے لگی تھیں۔

"میں تھک گئی ہوں لوگوں کے سامنے جا جا کر۔ ہر رشتہ والی کا انکار سن کر کان پک گئے ہیں میرے۔ بابا کی مایوسی اور دن رات کا عذاب جیسے مجھے کھا رہا ہے۔ وہ میری وجہ سے ٹھیک سے کھاتے

نہیں ہیں۔ انکی راتوں کی نیندیں تک اڑ گئی ہیں رُخ۔۔ اور جانتی ہو۔۔ سب سے زیادہ اذیت مجھے کب ہوتی ہے۔۔ تب۔۔ تب جب بابا اکیلے میں چھپ چھپ کر ماں کو یاد کرتے ہوئے روتے ہیں۔ وہ میری وجہ سے اس بڑھاپے میں بھی چین سے نہیں جی سکتے رُخ۔۔ میں کہاں جاؤں۔۔ میں کیا کروں۔۔ "

وہ ایک بار پھر سے رونے لگی تھی۔ اسے تسلی دینا بیکار تھا۔ اس سے بات کرنا بیکار تھا۔ وہ دکھی تھی۔۔ دنیا نے اسکا دل بہت دکھایا تھا۔ بچپن سے لے کر آج تک اسکا موازنہ گل اور رُخ کی خوبصورتی کے ساتھ کیا جاتا رہا تھا۔ اسے ان دونوں کے سامنے یہ احساس دلایا گیا تھا کہ تم ان سے کم تر ہو۔۔ تم انکے برابر کبھی نہیں آ سکتیں۔۔ یہ تو اسکا دل اچھا تھا کہ وہ کبھی ان دونوں سے نفرت نہیں کر پائی تھی۔ نہیں تو وہ ہر روز کس طرح مر کر جیتی آئی تھی یہ تو اسکا دل جانتا تھا یا پھر اللہ۔۔ !

رُخ نے ایک بار پھر سے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا۔ اس سے مزید اسکی تکلیف نہیں دیکھی جا رہی تھی۔ وہ اسے زبردستی کچھ کھلا کر دوائی دیتی کمرے سے باہر نکلی تو اپنی جگہ ہی ٹھہر گئی۔ دروازے سے کچھ فاصلے پر اسفند کھڑا تھا اور یقیناً وہ ان دونوں کی باتیں سن چکا تھا۔ رُخ نے کڑوے تاثرات کے ساتھ اسکا چہرہ دیکھا اور پھر اسکے ساتھ سے نکل گئی۔ وہ اپنی جگہ ہی کھڑا رہ گیا۔ پھر ایک نگاہ اٹھا کر

اسکے کمرے کے بند دروازے پر ڈالی۔۔۔ جانے کیوں ایک ساتھ بہت سی گرہیں اسکے حلق میں پھندا ڈالنے لگی تھیں۔

رامش اور جنید کے ساتھ بہت وقت تک باتیں کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ پھر سرد پڑتی بالکنی میں آکھڑی ہوئی۔ اسکا دل آج بہت اداس ہو رہا تھا۔ رامین کی تکلیف نے اسے بھی تکلیف میں مبتلا کر دیا تھا۔ دن ڈھلا اور رات سر پر آکھڑی ہوئی۔ گھر کی زرد بتیاں روشن کر دی گئیں۔ کچن سے اشتہا انگیز کھانوں کی مہک اٹھ اٹھ کر سارے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ اسی اثناء میں ارسل بھی چلا آیا تھا۔ رُخ کافی الحال یہاں رکنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ رامین کی شادی پر وہ یقیناً رکنے ہی والی تھی اسی لیے ابھی وہ رکنہ نہیں چاہتی تھی۔

ارسل، فرقان اور افغان کے ساتھ لاؤنج ہی میں بیٹھا آفس سے متعلق باتیں کر رہا تھا۔ رات کا کھانا آج افغان کے یہاں تھا۔ وہ کچن میں گل اور فاطمہ کے ساتھ مل کر کھانا لگا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ ایک نگاہ کچن کے دروازے پر بھی ڈال لیتی لیکن رامین نہیں آئی۔

"اماں رامین۔۔"

"بیٹے اسے آرام کرنے دو۔ پہلے ہی طبیعت ٹھیک نہیں آسکی۔ اچھا ہے زیادہ سے زیادہ آرام کرے وہ۔"

"لیکن پھر آپ یاد سے کھانا کھلا دیجیئے گا اسے۔۔"

اس نے تاکید سے کہا تو انہوں نے مسکرا کر سر ہلایا۔ اسی وقت ساتھ والے پورشن سے ار مغان بھی چلے آئے تو یکدم ہی لاؤنج میں مسکراہٹیں بکھر گئیں۔ وہ اب ارسل سے رُخ کے متعلق کوئی بات بہت مسکرا کر کر رہے تھے۔ یقیناً یہی کہ وہ میری بیٹی ہے اور تم نے اسکا بہت خیال رکھنا ہے۔ ارسل دوسری جانب گلابی سا چہرہ لیئے ہنس کر انہیں یقین دہانی کروا رہا تھا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ اس نے مسکرا کر کچن سے جھانکا اور پھر سب کو کھانے کے لیئے بلانے چلی گئی۔

کھانے کی ٹیبل پر ماحول انتہائی خوشگوار ہو رہا تھا۔ سوائے رامین اور اسفند کے وہاں سب موجود تھے۔

"یہ اسفند کہاں ہے۔۔؟"

سب سے پہلے ار مغان ہی کو خیال آیا تھا۔

"بھائی صاحب وہ کہہ کر گیا تھا کہ دیر سے آئیگا۔"

افغان نے کہا تو وہ سر ہلا کر کھانے کی جانب متوجہ ہوئے۔ کھانا انتہائی اچھے ماحول میں کھایا گیا۔ پھر چائے کا دور چلا۔ اور سب ایک بار پھر لاؤنج میں سمٹ آئے تھے۔

"ارسل کسی بھی طرح کی مدد درکار ہو آفس ورک یا پھر کہیں بھی۔۔ بلا جھجک مجھ سے بات کرنا ٹھیک ہے۔۔؟"

فرقان لالہ نے بالکل بڑے بھائیوں کی طرح اسے گلے لگا کر کہا تھا۔ وہ مسکرا کر رہ گیا۔ اس کے پاس کوئی بڑا بھائی نہیں تھا۔۔ اسے انکا ایسا انداز بہت بھلا لگا تھا۔ پھر انہوں نے رُخ کو اپنے پاس بلایا۔ وہ بس ابھی نکلنے ہی لگے تھے۔ رُخ فرقان کے پاس چلی آئی تو انہوں نے آگے بڑھ کر اسے خود سے لگایا۔ پھر مسکراہٹ دبا کر ارسل کی جانب دیکھا۔

"ویسے تو یہ بات کہنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن چلو پھر بھی کہہ دیتا ہوں۔۔ خیال رکھنا اسکا۔۔ جان ہے اس میں ہماری۔۔ ٹیڑھے لوگوں کو یہ آرام سے خود ہی دیکھ لیتی ہے بس تم کبھی اسکے ساتھ ٹیڑھے مت ہونا۔ نہیں تو پھر بعد کی گارنٹی نہیں میرے پاس۔۔"

سب یک دم ہی ہنس پڑے تھے۔ وہ خفگی سے "لالہ" بولی تھی۔

"کیا لالہ۔۔ اس بیچارے کو یہ تو بتادوں کہ کیا مخلوق ہو تم۔۔"

انہوں نے مسکرا کر اسے مزید چھیڑا تھا۔ وہ خفا ہو کر دور جانے ہی لگی تھی کہ انہوں نے ہنس کر اسے قریب کر لیا۔ پھر سر پر ہاتھ پھیرا۔

"بہت خیال رکھنا اسکا سمجھے۔۔ اور کھلی چھٹی دے رہا ہوں تمہیں۔۔ اسکی الٹی سیدھی حرکتوں پر ڈانٹ بھی دینا اسے۔ اس جیسی ضدی لڑکی کو ڈانٹ کی ضرورت اکثر پڑتی رہتی ہے۔۔ اور ہاں۔۔ اگر یہ تمہاری ڈانٹ کا اثر نہ لے تو مجھے ایک فون کر دینا بس۔۔ لالہ پھر لالے کو خود ہی دیکھ لے گا۔"

اسفند اور فرقان۔۔ دونوں پیار سے اسے "لالے" بلاتے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی ان سے الگ ہو گئی تھی۔ پھر دروازے تک وہ سب ان دونوں کے ساتھ بڑھ آئے۔ وہ جب گاڑی نکال لے گئے تو وہ سب بھی دروازے سے ہٹ آئے تھے۔ سارا گھر یکدم ہی اداسی کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ افغان نے بے ساختہ ہی آنکھوں میں ابھرتی نمی رگڑی تو فرقان نے انہیں اپنے ساتھ لگایا۔

"سچ بتا رہا ہوں ماموں۔۔ مجھے بھی نہیں پتہ تھا کہ میں اس پاگل کو اتنا یاد کرونگا۔۔ پتہ نہیں یہ بہن بیٹیاں دوسرے گھر جا کر وہیں کی کیوں ہو رہتی ہیں۔۔ کاش کہ میں انہیں ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ سکتا۔۔"

انکی بات پر سب کی ہی آنکھیں بے ساختہ نم سی ہو گئی تھیں۔۔

وہ جائے نماز پر بیٹھی آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کر رہی تھی۔ گھڑی رات کا ایک بج رہی تھی۔ اگلے ہی پل دروازے پر دی جانے والی دستک سے وہ بری طرح چونکی تھی۔ پھر دروازہ کھول کر دیکھنے پر اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل سی گئیں۔ وہ صبح والے سیاہ قمیص شلوار میں ملبوس اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"لالہ۔۔ کیا ہوا۔۔؟ خیریت تو ہے ناں۔۔ بابا کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔۔؟"

"سب کی طبیعت ٹھیک ہے۔ تم نے کھانا کھایا۔۔؟"

"نہیں۔۔"

اسکا سر خود بخود نفی میں ہل گیا تھا۔ پھر اس نے نگاہیں اٹھا کر اسفند کو دیکھا۔

"میں نے بھی نہیں کھایا۔ کھانا لگا دو گی پلیر تم میرے لیئے۔۔"

اور اس نے اثبات میں سر ہلایا، چہرے کے گرد بندھا دوپٹہ کھولا اور کمرے سے باہر چلی آئی۔ اسکا اسفند کے ساتھ تعلق کبھی بھی بے تکلف نہیں رہا تھا۔ وہ ہمیشہ ہی اس سے ایک فاصلے پر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے کچن کے ٹیبل پر بیٹھا اسکی پشت کو تک رہا تھا۔

کاؤنٹر پر رکھے برتنوں کو وہ ایک جانب رکھ رہی تھی جب ایک تیز دھار چھری، لا پرواہی سے پکڑنے پر اسکی ہتھیلی کو گہرا سا زخم دے گئی تھی۔ اس نے بلبلا کر برتن ایک جانب رکھے تھے۔ ٹپ ٹپ خون کی بوندیں تخ ٹائلز پر گرنے لگیں۔ وہ تیزی سے اٹھ کر اسکے پاس آیا تھا۔ پھر جلدی سے اسکا زخمی ہاتھ دبا کر نلکے کی بہتی دھار کے نیچے رکھا۔

"کیا کر رہی ہو تم۔۔؟ دماغ کہاں ہے تمہارا ہاں۔۔! ہمیشہ کیا لا پرواہیاں کرنا ضروری ہے۔۔!"

اسکی ڈانٹ پر وہ آنکھیں اٹھائے حیرت سے اسے تنکے لگی تھی۔ اس نے پہلے کبھی اسے اتنے قریب سے نہیں دیکھا تھا۔

"اب بول کیوں نہیں رہی ہو کچھ۔۔"

اور اس نے اپنا چہرہ اسکی جانب پھیرا لیکن پھر وہ اپنی نگاہوں کو اسکے ارتکاز کے ساتھ الجھنے سے بچا نہیں سکا۔ تنخ پانی کی بہتی دھار تلے اسکا زخم دبائے۔۔ وہ اپنی جگہ ساکت ہوا تھا۔ وہ کسمسا کر یکدم ہی اس سے دور ہٹی تھی۔ کچن میں پھیلی خاموشی کے درمیان بہت کچھ ان کہا تحلیل ہو رہا تھا۔

"م۔۔ میں ٹھیک ہوں لالہ۔۔ ا۔۔ اتنا گہرا نہیں زخم۔۔"

"ٹھہرو یہیں۔۔"

وہ جلدی سے پلٹ کر باہر نکلنے لگی تھی کہ اسکی آواز پر رک گئی۔

"یہاں بیٹھو میں فرسٹ ایڈ باکس لاتا ہوں۔ زخموں کو اگر وقت پر ٹریٹ نہ کیا جائے تو ان سے خون رسنا کبھی بھی بند نہیں ہوتا۔ تکلیف ساتھ رہتی ہے اور زخم کا نشان ہمیشہ زخم کی یاد دلاتا رہتا ہے۔۔ بیٹھو تم۔۔ میں آتا ہوں ابھی۔۔"

اور وہ نا سمجھی سے اپنی جگہ ہی جم کر بیٹھی رہ گئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا جواب دے۔ اسفند کا رعب اس قدر تھا کہ وہ اٹھ کر جا بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ باکس لایا اور پھر اس کے عین سامنے پنچوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے بے اختیار ہی پیر سمیٹے تھے۔

"دھیان کہاں تھا تمہارا؟"

اب کہ اسکی آواز میں نرمی تھی۔ وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی رہی۔ دوپٹے کے اطراف سے نکلتی لٹیں ہو اسے اڑنے لگی تھیں۔ اسفند نے اسکی ہتھیلی کے گرد پٹی لپیٹتے ہوئے۔۔ نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"کیوں رو رہی تھیں تم۔۔؟"

اس نے اسکی گلابی روئی روئی سی آنکھوں کی جانب دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا تھا۔ رامین نے خشک لبوں پر زبان پھیری تھی۔ پھر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ سرمی ارتکاز میں ہلکورے لیتی نرمی نے اسے لمحے بھر کے لیئے خوفزدہ کیا تھا۔ وہ کیوں خوفزدہ ہو رہی تھی۔۔ شاید خود بھی نہیں جانتی تھی۔

"ویسے ہی۔۔"

"ماموں کی وجہ سے پریشان ہو۔۔؟"

اس نے اسکا ہاتھ احتیاط سے اسکی گود میں رکھا اور پھر پنچوں کے بل بیٹھایو نہی اس سے پوچھنے لگا۔

"جی۔۔"

چندپل کے لیئے کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور رامین سر جھکائے اپنی پٹی بندھے ہاتھ کو۔ پھر اسکی بہت مدھم سی آواز ابھری۔۔ کچن کی سر دفضا میں گھلتی۔۔ بے حد نرم آواز۔۔

"شادی کرو گی مجھ سے۔۔؟"

رامین نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔ اسے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "دماغ تو نہیں چل گیا آپ کا۔۔!" "وہ نہ تو اسکے انداز سے پریشان ہوا اور نہ ہی گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھا۔ وہ شاید فیصلہ کر کے آیا تھا۔

"دماغ درست ہے آپکا۔۔ کیا کہہ رہے ہیں یہ آپ۔۔؟"

رامین اتنی بے یقین تھی کہ آواز بھی بلند نہ کر سکی۔ انتہائی خاموشی سے گلابی آنکھوں کے ساتھ اس نے پوچھا تھا۔۔

"دماغ درست ہے۔۔ دل درست نہیں۔۔"

"مجھ پر ترس کھا رہے ہیں آپ۔۔!"

اسے ایک دم ہی بہت گہری سی تکلیف نے گھیر لیا تھا۔ اسفند نے اسکی آنکھوں میں جمع ہوتی اذیت کو دیکھا۔

"میری آنکھوں میں دیکھو اور بتاؤ۔۔ کیا لگتا ہے کہ میں ترس کھا رہا ہوں تم پر۔۔؟"

لیکن وہ ان آنکھوں میں نہیں دیکھ پارہی تھی۔ اتنی بولتی نگاہوں کا سامنہ وہ معصوم سی لڑکی بھلا کیسے کر سکتی تھی۔۔

"مجھے جانے دیں۔۔"

اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اسے ہٹا کر کھڑی ہو سکتی۔ اسی لیئے بہت سے آنسو پلکوں پر ہی روک کر کہا تھا اس نے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اس نے تڑپ کر نگاہیں اٹھائی تھیں۔

"کیا کر رہے ہیں یہ آپ۔؟ میرا رشتہ ہو چکا ہے۔ میری شادی ہونے والی ہے چند دنوں میں۔ جانتے بھی ہیں کہ آپکا کوئی بھی لا پرواہ قدم میری زندگی میں کس قدر تباہی لے آئے گا۔! کیا تباہ کرنا چاہتے ہیں آپ مجھے۔۔؟ اور یہ اچانک آپکو ہو کیا گیا ہے۔۔ کیوں اس طرح کی باتیں کر کے آپ مجھے میری ہی نظروں میں گرا رہے ہیں اسفند لالہ۔۔"

"محبت کرتا ہوں میں تم سے راین۔"

اور وہ تو جہاں تھی وہیں رہ گئی۔ بھیگی آنکھیں بے یقینی سے پھیلا کر اسفند کو دیکھا اور پھر یکدم ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسکے قدموں میں جیسے کسی نے بجلی سی بھر دی تھی۔ اسفند بھی اسکے ساتھ ہی اٹھا۔ وہ پلٹ کر باہر کی جانب بڑھ رہی تھی لیکن وہ گھوم کر اسکے سامنے آیا۔

"راین میری بات سنو۔"

"مجھے آپکی کوئی بات نہیں سننی ہے اسفند۔۔ میرے راستے سے ہٹیں۔۔"

"میری بات سنو راین۔۔! وہ جاوید قابل نہیں ہے تمہارے۔ میں تمہیں ایسے ہی کسی کے ہاتھ میں نہیں سونپ سکتا۔"

"مجھے آپکی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یہ میری زندگی ہے اور جاوید کو میں قبول کر چکی ہوں۔ مجھے نہیں پتہ کہ آپکو ہو کیا گیا ہے لیکن پلیز۔۔ آئندہ مجھ سے ایسی کوئی بات مت کیجیئے گا۔"

"ٹھیک ہے پھر ماموں سے خود ہی بات کر لو نگامیں۔"

جب وہ نہ رکی تو اسفند نے آخری راہ اپنائی۔۔ اس کے بڑھتے قدم یکدم ہی زنجیر ہوئے تھے۔ پھر وہ بے یقینی سے پلٹی تھی۔

"کیا کہیں گے آپ بابا سے۔۔؟"

اسفند نے گہرا سانس لیا تھا۔ پھر اسے دیکھا۔۔

"کہہ دو نگاہ مجھے رامین سے شادی کرنی ہے۔۔"

اگلے ہی پل وہ آگے بڑھ آئی تھی۔ پھر ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔ اسفند کو پتہ تھا کہ وہ ایسا ہی کچھ رد عمل دے گی۔ اسی لیئے بنا کسی جنبش کے کھڑا رہا۔

"تمہاری زندگی برباد ہونے سے بچانے کے لیئے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں رامین۔ کچھ بھی۔۔"

اس نے اتنا کہا اور پھر اگلے ہی لمحے کچن کا دروازہ عبور کرتا باہر کی جانب بڑھ آیا۔ پیچھے وہ کرسی کا سہارا لیتی بمشکل کھڑی رہی تھی۔ اسے لگا کوئی دھیرے دھیرے اس کے قدموں تلے زمین کھینچ رہا ہے۔ باہر کی سرد ہوا میں اسفند نے اپنا فون نگاہوں کے سامنے کیا اور پھر چند نمبر ڈائل کر کے فون کان سے لگایا۔

"سانول۔۔ کیا تمہیں پتہ ہے کہ لوگوں سے انکار کیسے اگلاتے ہیں۔۔؟"

اسکی بات سن کر دوسری جانب شاید سانول مسکرایا تھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔۔

"مجھے بخوبی علم ہے اسفندیار۔"

اور اس نے اگلے ہی موبائل کان سے ہٹایا اور پھر آگے بڑھ آیا۔ اب اسکے چہرے پر صرف پہاڑوں کی سی سختی تھی۔۔ سردرات کی سرگوشی میں دو نفوس کی زندگی کا فیصلہ آسمانِ دنیا پر کیا جانے لگا تھا۔۔ اور رشتے۔۔ جو کبھی زمینی فیصلوں پر طے نہیں پایا کرتے۔۔ رشتے۔۔ جن کا فیصلہ ہمیشہ اوپر سے اتارا جاتا تھا۔۔ رشتے۔۔ جو عرش سے فرش تک تنزلی کا سفر طے کر کے زمینی زندگی کو دوام بخشا کرتے تھے۔۔ وہ رشتے۔۔ خدا کے طے کردہ تھے۔۔ اور ان میں انسانی داخلہ ممنوع تھا۔۔!

رامین رات کی تاریکی میں بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔ دروازہ بند کرتے ہی وہ چند ساعتوں کے لیئے، پشت دروازے سے ٹکائے اپنی تیزی سے تیرتی سانسوں کو سنے گی۔ کئی لمحات کے لیئے دل جیسے سکڑ کر پھیلا تھا۔۔ دل جیسے رکنے ہی لگا تھا۔۔ اسفند۔۔ اسفند لالہ کو کیا ہو گیا تھا۔۔؟ وہ ایسی باتیں

کیوں کر رہے تھے۔۔؟ وہ پہلے تو کبھی ایسے نہیں تھے۔۔! پھر وہ اب اسکی شادی کے عین موقع پر ایسے کیسے ہو سکتے تھے۔۔؟ یا پھر شاید وہ ہمیشہ سے ہی ایسے تھے۔۔ وہ شاید۔۔ شاید۔۔ اور روانی کے ساتھ بہتے اگلے کئی لمحات تک وہ ساکت کھڑی رہی۔۔ اسکے آگے ماضی کا ایک بہت مبہم سا منظر لہرایا تھا۔۔ وہی منظر جب وہ لائبریری میں ایک کتاب ڈھونڈنے گئی تھی۔۔ رات کے پہرے۔۔ ٹھنڈے سے سکڑتی۔۔ وہ جون ایلپاء کی کتاب تھی۔۔ شاید۔۔ یا پھر گمان۔۔ اسے ٹھیک سے یاد نہ تھا۔۔ یاد تھا تو بس وہ لمس جو لمحے بھر کو اسے چھو گیا تھا۔۔

دادا کی قدرے بڑی لائبریری میں دنیا جہان کی کتابیں رکھی تھیں۔ وہاں علم ایسے ایسے خزانے تھے کہ جن سے دل بھرتا تھا نہ طبیعت۔۔ وہ بھی جب لوگوں کی باتیں سن کر اکتانے لگتی تو اپنا فرار ان کتابوں میں پاتی۔۔ کورے اوراق پر دل سے لکھے گئے الفاظ میں وہ کئی کئی دن الجھ کر اپنی ظاہری شکل و صورت کو فراموش کرنے لگتی تھی۔۔ یہی ان کتابوں کا نتیجہ تھا کہ وہ آرام سے کئی ایام اپنی سانولی رنگت پر کڑھنے سے بچا کر گزار لیا کرتی تھی۔

اس رات بھی کہر برس رہا تھا۔ اسفند چند دن پہلے ہی چھٹیوں پر گھر آیا ہوا تھا۔ اس کا اس سے زیادہ سامنے نہ ہوتا تھا اور نہ اسے اسفند سے بے تکلف ہونا مناسب لگتا۔ وہ سنجیدہ لیکن دھیرج سی طبیعت کا

مالک تھا۔ کوئی بھی کہیں سے بھی جا کر اس سے بات نہیں کر سکتا۔ وہ بھی انہی لوگوں میں سے تھی جو اس سے ذرا ایک فاصلے پر رہا کرتے تھے۔ لیکن اسکی موجودگی نے کبھی اسے غیر آرام دہ نہیں کیا تھا۔ وہ انسانوں کو غیر آرام دہ نہیں کیا کرتا تھا۔ شاید۔۔ شاید بس اسی لیے وہ اسے سمجھ نہیں پائی تھی۔۔

اس نے برف سے بے رحم دودھیا ٹائلز پر اپنے قدم رکھے اور پھر لائبریری کو جاتی راہداری کی جانب مڑ گئی۔۔ وہ بھی بہت سی راتوں کی مانند ایک بے کل رات تھی۔ ایک بے رحم رات۔۔ ڈستی سوچوں اور اپنی ذات کے کم مایہ ہونے کے احساس سے بھرپور رات۔۔

اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا تھا پھر بھی پرانے طرز کے بنے اس قد آدم دروازے سے چرچراہٹ لمحے بھر کو ابھری تھی۔

اسفند دوسری جانب اپنے بستر پر دراز ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھے چھت کو تک رہا تھا۔ اسے یاد تھا کہ وہ اسے کب اچھی لگنے لگی تھی۔۔ وہ اسے کب اپنی لگنے لگی تھی۔۔ ہاں اسے وہ کہہ برساتی رات یاد

تھی۔۔ آنے والے کئی سال بھی اُس گزری رات کو اسکی یاد کے پردے سے مٹا نہیں سکے تھے۔۔
کیونکہ شاید وہ خود بھی اس رات کو مٹانا نہیں چاہتا تھا۔۔

وہ بھی اس رات لا بیری میں کھڑا کوئی کتاب تلاش کر رہا تھا جب اسے دروازہ چرچرا کر کھلنے کی آواز آئی۔ اس نے چونک کر کتاب سے سر اٹھایا تھا۔ پھر اگلے ہی لمحے وہ ایک شیلف کی اوٹ میں ہو گیا۔
رات کے اس وقت۔۔ لا بیری میں کون آسکتا تھا۔۔ یکدم ہی اس کے اعصاب چوکنہ ہو گئے تھے۔۔
اس نے محتاط سے انداز میں کتاب شیلف پر رکھی اور بناچاپ پیدا کی مئے شیلف کی اوٹ سے جھانکا۔
اس نے آنے والی مخلوق کو دیکھنے کی کوشش کی لیکن پھر آنے والا جو کوئی بھی تھا۔۔ آگے بڑھ گیا تھا۔
اس نے شیشے سے ڈھکی کھڑکی کے ساتھ لگی میز کی دراز سے ریوالور نکالا اور آنکھیں سکیڑ کر آگے بڑھ آیا۔

اسکی طبیعت میں شک کی کوئی بیماری نہیں تھی اور نہ ہی وہ زیادہ حساس ہو رہا تھا۔۔ بس پٹھانوں کا ماحول اس وقت میں خاصہ متشدد تھا۔ بہت سی جگہوں پر واردات کا ہونا بے حد عام سی بات تھی۔ اس نے بھی احتیاط کے پیش نظر پستول دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے پہلو میں کر رکھی تھی۔ اور ابھی وہ ایک شیلف سے گزر تا دوسری جانب نکلا ہی تھا کہ کسی کی سسکیوں پر ٹھہر گیا۔ اسکی آنکھیں، جو تیکھے سے

انداز میں سکڑی ہوئی تھیں پل میں پھیلیں۔۔ اسے کسی کی سسکیوں کی توقع ہرگز بھی نہیں تھی۔۔ اس نے ایک اور شیلف پار کیا اور پھر جیسے ہی اس نے سمٹی سے لڑکی کو دیکھا تو اپنی جگہ ہی ٹھہر گیا۔۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے رو رہی تھی۔۔ اسکے ہاتھ میں کوئی کتاب بھی تھی۔۔

"راہین۔۔"

اسکی حیران سی آواز پر لڑکی نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔۔ اور وہ خود بھی ایک جھٹکے ہی سے اٹھی تھی۔۔ اسکا وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔۔ آنکھیں رو رو کر ہلکان ہو رہی تھیں۔۔ اسفند کے ابرو حیرت سے اوپر کواٹھے۔۔ اسکی سرمئی نگاہوں نے کبھی کسی آنکھوں کو اس قدر تکلیف میں نہیں دیکھا تھا۔۔ لا بریری میں زرد سی مدھم روشنی جگمگا رہی تھی۔۔ کتابوں کی خوشبو میں کسی کے آنسوؤں کی نمی بھی تحلیل ہونے لگی تھی۔

"اس وقت تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟ اور رو کیوں رہی ہو۔۔؟"

اس نے حیرت سے بس یہی پوچھا تھا۔ اس نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔ پھر آنکھیں رگڑ کر کانپتی آواز میں بولی۔۔

"م۔۔ میں۔۔ کتاب لینے آئی تھی۔ مجھے مل نہیں رہی۔۔"

"تو کتابوں کے نہ ملنے پر کون روتا ہے۔۔؟"

اسفند کی حیرت اپنے عروج پر تھی۔ رامین نے اسے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔۔ "آپکو یہ نہیں پتہ۔۔"

"کتابوں کے نہ ملنے پر بھی بہت سے لوگ روتے ہیں اسفند لالہ۔۔ جب کبھی انسان ساتھ نہیں ہوتے اور کتابیں بھی اپنے الفاظ اپنے اندر ہی سمیٹ کر دبیز خاموشی اوڑھ لیتی ہیں۔۔ تب رونا آتا ہے۔۔"

اسکے جواب پر وہ مزید حیران ہوا تھا۔

"کونسا انسان نہیں مل رہا تمہیں۔۔؟"

اب کہ حیرت کے ساتھ سنجیدگی بھی گھل گئی تھی۔۔ قدیم لائبریری میں وقت اپنے مدھم اقدام ثبت کی مے جا رہا تھا۔۔

"سب مل گئے ہیں۔۔ پھر بھی نہیں ملے۔۔"

اسکا جواب بہت گہرائی لیئے ہوئے تھا۔ وہ ایک پل کو ٹھہر سا گیا۔۔ پھر چند قدم آگے بڑھ آیا۔ لیکن اس سے ایک فاصلے پر رک بھی گیا۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری۔۔؟"

"ج۔۔ جی طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔۔ میں جاتی ہوں۔۔ مجھے سونا چاہیئے۔۔"

اس نے کانپتے ہاتھوں سے کتاب شیلف کے اوپری حصے میں رکھنا چاہی۔۔ لیکن عجلت کے باعث بہت سی کتابیں ایک ساتھ ہی نیچے گریں تو اسفند بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور پھر ساری کتابیں راین پر گرنے کے بجائے اس پر گریں۔ وہ آنکھیں بند کیئے۔۔ اسکے ساتھ لگی کھڑی تھی۔۔ اسفند کا ایک شیلف پر جمنا تھا اور دوسرا راین کے گرد تھا۔ اس نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔۔ لیکن پھر بھی وہ ان ساعتوں میں بہت کچھ محسوس کرنے لگا تھا۔۔

جب کتابیں گر چکیں تو وہ گہرا سانس لے کر پیچھے ہٹا۔۔ اپنا ہاتھ اسکے اطراف سے ہٹالیا۔۔ وہ اس بے وقت کی افتاد سے خوفزدہ ہوئی وہیں جمی تھی۔۔ جب اسفند کی نگاہ اسکے اوپری شیلف پر پڑی۔۔ وہاں ایک موٹی سی کتاب غلط رکھی ہوئی تھی۔۔ اور۔۔ اور اس سے پہلے کہ وہ راین کے سر پر گرتی اس نے

بے اختیار ہو کر اسکی کلائی پکڑی اور اسے اپنی جانب کھینچا۔ وہ کتاب دھم سے زمین پر آگری۔۔۔ راین نے چونک کر اپنے پیچھے گری کتاب کو دیکھا تھا۔۔۔ پھر اگلے ہی لمحے نگاہیں اسفند کی جانب پھیریں۔۔۔ سرمی ارتکاز۔۔۔ پانی پانی سے ارتکاز کے ساتھ گڈ سا ہو گیا۔۔۔

"صرف انسانوں کا ہی نہیں بلکہ کتابوں کا ساتھ بھی اکثر زخمی کر دیتا ہے۔ بلکہ۔۔۔ انسانوں سے زیادہ زخمی اور بے رحم ساتھ ہوتا ہے یہ تو۔۔۔"

اس نے آہستگی سے کہا تھا۔ پھر وہ بے ساختہ ہی پیچھے ہو گیا۔ اسکی کلائی چھوڑ دی۔۔۔

"انسان رلاتے ہیں۔۔۔"

اس نے اپنے پیچھے اسکی کمزور سی آواز سنی تھی۔ پھر سنجیدگی سے اسکی جانب مڑا۔ وہ کتابیں اٹھا رہی تھی۔

"کتابیں اس سے بھی زیادہ رلاتی ہیں۔۔۔"

اسکی بات سن کر اسکے چلتے ہاتھ ساکت ہوئے تھے۔ یہ اسکا انداز نہیں تھا۔۔۔ وہ کسی سے ایک سے زائد بات نہیں کرتا تھا لیکن ابھی۔۔۔ اس وقت۔۔۔ وہ اسے جواب دے رہا تھا۔۔۔

"ظاہر ہے۔۔ کتابیں بھی تو انسان ہی لکھتے ہیں۔۔ بھلا ان میں بے رحمی کی کاٹ کیوں نہ ہو۔۔"

اب کہ وہ تلخ ہوئی تھی۔ اسفند پہلی بار ہولے سے مسکرایا تھا۔۔ پھر جھک کر اسکے ساتھ کتابیں اٹھانے لگا۔

"میں نے خدا کی کتاب پڑھتے بھی بہت سے لوگوں کو روتے دیکھا ہے راین۔۔ جو زمینی نہیں آسمانی ہے۔۔ جو اتاری گئی ہے۔۔ وہ بھی رلاتی ہے۔۔ رلائے گی نہیں تو اتارنے والے سے کیسے جوڑے گی۔۔؟"

اگلے ہی لمحے راین نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ بھی ایک گھٹنا زمین پر رکھے کتابیں اٹھاتا، رکا تھا۔۔

"آپ مجھے میری کتابوں سے بدظن کر رہے ہیں۔۔؟"

اسکے لہجے میں۔۔ اسکی نم آنکھوں میں۔۔ ہر جگہ خفگی پھیلنے لگی تھی۔ وہ ٹھہر ہی تو گیا تھا۔ اس نے کبھی کسی کو ایسے خفا ہوتے نہیں دیکھا تھا۔۔

"حسن ظن رکھ کر بھی تکلیف ہی ملے تو کیا فائدہ بھلا!"

"بات تکلیف کی نہیں ہوا کرتی لالہ۔۔ بات محبت کی ہوا کرتی ہے۔۔ مجھے اپنی کتابوں سے محبت ہے۔۔ اور جن سے محبت ہو۔۔ انکی دی گئی تکلیف بھی قبول ہوتی ہے۔۔"

اور اس سے پہلے کہ اسفند کوئی اور دلیل رکھ کر اسے لاجواب کر دیتا وہاں سے بھاگ آئی۔۔ اسفند اپنی جگہ ہی جما رہا۔۔ پھر اس نے اپنی ہتھیلی نگاہوں کے سامنے کی۔۔ معصوم سا نرم لمس اسکی ہتھیلی پر سلگنے لگا تھا۔۔ اس نے پستول ایک طرف رکھا اور بالوں کو یونہی ماتھے پر مزید بکھیرا۔۔

بیڈ پر دراز اسفند نے آج جان لیا تھا کہ وہ کونسا لمحہ تھا جو اسکے اور راین کے درمیان ٹھہر گیا تھا۔ اس نے دوبارہ پلٹ کر اسکی جانب دیکھنا ہی چھوڑ دیا۔۔ پھر وہ باہر پڑھتا رہا اور راین کا رشتہ کہیں اور طے ہو گیا۔۔ وہ واپس پلٹا تو حیران رہ گیا کہ وہ کسی اور کی ہو چکی ہے۔۔ چند دن تو وہ بے حد سن رہا لیکن پھر دھیرے دھیرے اس نے یہ حقیقت بھی قبول کر ہی لی کہ وہ اب اسکی نہیں ہو سکتی۔ وہ اس سے پیچھے ہو گیا۔۔ انکے یہاں رشتہ توڑنا ناقابل قبول عمل تھا۔۔ پٹھان لوگ رشتہ کر کے توڑنے کو خود پر حرام کی مئے رکھتے تھے۔۔ اس نے بھی روایات کے آگے گردن جھکا دی۔۔ لیکن پھر یہ سب لالہ رُح کب جان گئی۔۔ کب وہ اسکی آنکھیں پڑھ گئی۔۔ کب وہ اسکی بے حد پوشیدہ سی خواہش کو یوں سامنے لے آئی۔۔ کچھ پتہ ہی نہ چلا۔۔

اس نے گہرا سانس لیا اور بو جھل دل کے ساتھ بستر پر اٹھ بیٹھا۔ اس میں کچھ شک نہیں تھا کہ رُخ اسکی شاگرد رہی تھی۔ وہ اس جیسی کیوں نہ ہوتی۔ لا پرواہ اور بیک وقت باریک بین۔۔ !

اسی رات شہر کے دوسری طرف، ایک سرسبز سے بنے گھر میں تمام قمتے رات کی تاریکی کے باعث بجھے ہوئے تھے۔ محض گھر کی پچھلی جانب بنی بالکنی کی زرد بتی روشن تھی۔ وہ خاموشی سے تاریکی کو تک رہی تھی۔ ساتھ ساتھ اپنے چہرے پر گھر آتی لٹوں کو بھی کان کے پیچھے اڑستی رہتی۔ آج اسے خلاف توقع نیند نہیں آرہی تھی۔۔ اسے بس ہر آن بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی۔ اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سن کر وہ چونکتی ہوئی پلٹی۔ اس کے پیچھے ارسل آنکھیں مسلتا کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر، اسے رات کے اس وقت جاگتا دیکھ کر حیرت بھی ابھری تھی۔

"تم رات کے اس وقت کیوں جاگ رہی ہو۔۔؟"

اس کے پوچھنے پر اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا اور پھر اس کے ساتھ سے نکلتی اپنے بستر کی جانب چلی آئی۔

"کیا ہوا۔۔؟ سو کیوں نہیں رہی ہو تم۔۔؟"

ارسل کے ایک بار پھر سے کیئے گئے استفسار پر وہ جھنجھلائی تھی۔

"بس ویسے ہی نیند نہیں آرہی مجھے۔۔"

اس نے قدرے بیزار ہو کر کہا لیکن وہ اب اسے بغور دیکھ رہا تھا۔۔

"اتنی چڑی ہوئی کیوں ہو۔۔؟ کوئی بات ہوئی ہے کیا۔۔؟"

"ارسل مجھے نیند آرہی ہے پلیز آپ لائٹ آف کر دیں۔ رات کے وقت کبھی انسان کو نیند نہیں بھی آتی ہے۔۔"

"رات کے وقت نیند نہ آنے کی بہت ساری وجوہات ہوتی ہیں رُخ۔ رات کی نیند کبھی یوں بے وجہ نہیں اڑا کرتی۔۔"

وہ بھی لائٹ آف کر کے اب اپنے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ کمرے میں پھیلی تاریکی کے باعث وہ اسے بہت مدھم سی دکھائی دے رہی تھی۔

"کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔۔"

اسکی چھوٹی سی آواز ابھری۔ پھر بہت بار یک سی نمی اسکی آنکھوں میں تیرنے لگی۔ اسے جانے کیوں بے وقت رونا آرہا تھا۔ آنکھیں رگڑ کر وہ جیسے ہی لیٹنے لگی تو اسل نے اسکی کلائی پکڑ کر اسے روک لیا۔ وہ ٹھٹک کر رک گئی۔۔ پھر وہ ساتھ رکھے لیمپ کی لائٹ جلاتا اسکے سامنے بیٹھا۔۔ اب کہ رُخ کی آنکھوں میں چمکتی نمی واضح تھی۔

"تم ٹھیک ہو رُخ۔۔؟"

اس نے پوچھا اور رُخ نے کمزور سا سر بھی ہلا دیا۔

"مجھے تو ٹھیک نہیں لگ رہیں۔ کیا ہوا ہے۔۔؟"

وہ بہت سنجیدہ تھا۔ رُخ کے آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے۔

"کیوں رونا آرہا ہے اتنا۔۔؟"

اس نے ایک ہاتھ بڑھا کر اسکے رخسار بھی خشک کیئے تھے۔

"گھر والے یاد آرہے ہیں۔۔؟"

اسکے پوچھنے پر اس نے ایک بار پھر آہستگی سے سر ہلایا تھا۔ وہ ایسے روتے ہوئے ارسل کو بالکل چھوٹی سی لگی۔ کیونکہ وہ روتی جو نہیں تھی۔۔۔ رلاتی جو تھی۔۔۔

"میں تو سمجھا تھا کہ جھانسی کی رانی کو محض رلانا آتا ہے لیکن اوہ۔۔۔ دیکھو۔۔۔ اسے تو رونا بھی آتا ہے۔۔۔"

اسکی بات سن کر وہ روتے روتے ہی ہنسی تھی۔ چمکتے آنسوؤں کے ساتھ نم سی ہنسی لیئے وہ لڑکی بہت خوبصورت تھی۔

"میرا مزاق اڑا رہے ہیں آپ۔۔۔؟"

"میرا دماغ خراب نہیں ہے کہ میں رات کے اس پہر تمہارا مزاق اڑاؤنگا۔۔۔ مجھے اس کمرے میں ابھی زندہ رہنا ہے۔۔۔ ایک صوفہ مل گیا ہے سونے کے لیئے غنیمت نہیں۔۔۔ اگر تم نے یہ بھی مجھ سے چھین لیا تو پھر میں غریب کہاں جاؤنگا۔۔۔؟"

اور اسکی بیچاری سی شکل دیکھ کر وہ یکدم اور ہنس پڑی تھی۔ ارسل اسے دیکھ کر مسکرایا۔۔۔

"اتنی بھی ظالم نہیں ہوں اب میں۔۔۔"

اس نے زکام زدہ سی سانس اندر کھینچ کر کہا تھا۔ ارسل نے "بالکل" والے انداز میں سر ہلایا تھا۔

"سچ بتاؤ۔۔ کیوں رور ہی تھیں۔۔ دیکھو مجھے عجیب لگتا ہے جب کوئی میرے آس پاس روتا ہے تو۔۔ یہ بھی عجیب سی بات ہے لیکن مجھے بھی آگے والے کو دیکھ کر رونا آ جاتا ہے۔۔ اور تم نے رُخ۔۔ تم نے ابھی مجھے روتے ہوئے نہیں دیکھا۔۔ میں بہت خوفناک لگتا ہوں روتے ہوئے۔۔ تم چاہتی ہو تمہاری رات کی نیند واقعی اڑ جائے۔۔"

اور اب اس کی ہنسی ہر گز بھی نہیں رک رہی تھی۔ وہ چہرہ چھپا کر ہنسنے لگی تھی۔ پھر ہاتھوں سے چہرہ اٹھایا۔۔ سامنے بیٹھے میمنے کو دیکھا۔۔ وہ بہت کئیرنگ تھا۔۔ کوئی تو اسے بتائے کہ وہ ایسے نہ کرے۔۔ وہ ایسے کرے گا تو کیسے چلے گا۔؟

"میں بس راین کی وجہ سے پریشان تھی۔ میں آج تایا کے گھر گئی تھی انہیں بلانے۔۔ تو میں نے دیکھا ارسل کہ وہ۔۔ وہ اپنے کمرے میں جائے نماز پر بیٹھے رورہے تھے۔۔ میں نے انہیں ہمیشہ بہت۔۔ بہت مضبوط دیکھا تھا۔ انہوں نے کبھی کسی بھی دکھ پر اف تک نہیں کہا لیکن آج۔۔ آج انہیں اس قدر شکستہ دیکھ کر۔۔ میرا تو دل ہی ٹوٹ گیا ارسل۔۔ میری ہمت نہیں ہوئی کہ میں اندر جا کر انہیں بلا سکوں۔۔ بس تب سے میرے دل پر بوجھ ہے۔۔ مجھے پتہ نہیں کیوں رونا آئے جارہا ہے۔۔"

اسکی آواز ایک بار پھر سے بھرائی تو ارسل نے اپنے ہاتھ میں قید اسکا ہاتھ ہولے سے دبایا۔ پھر مسکرا کر اسے دیکھا۔

"ہوتا ہے ایسے۔۔ پتہ ہے۔۔ میری چھوٹی پھپھو تھیں نازنین۔۔ بہت پیار کرتی تھیں مجھ سے وہ۔۔ میں انکے لیئے بالکل چھوٹا سا تھا۔۔ بلکہ دوسرے الفاظ میں کہنا چاہیئے کہ انہوں نے ہی بڑا کیا تھا مجھے۔۔ وہ بابا کی اکلوتی بہن تھیں۔۔ چھوٹی تھیں تو انکی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔۔ میں انکے بغیر کچھ کھاتا نہیں تھا۔۔ کہیں جاتا نہیں تھا۔۔ کچھ کرتا نہیں تھا۔۔ اور پھر ایک دن۔۔ وہ مر گئیں۔۔"

اسے لگا گویا اسکے اوپر سے کوئی ٹرک سا گزر گیا ہو۔ وہ کتنے آرام سے بتا رہا تھا۔ شاید وہ اپنے حصے کا غم روچکا تھا۔

"ک۔۔ کیوں۔۔ کیسے۔۔؟"

اس نے بے یقینی سے بس یہی پوچھا تھا۔ ارسل کی آنکھوں میں سرخی سی ابھری۔۔

"کسی نے قتل کر دیا تھا انکو۔۔"

اف۔۔ ہر جانب جیسے سرخی سی پھیلنے لگی تھی۔ وہ آنکھیں میچ کر یکدم پیچھے ہوئی تھی۔ اسے جیسے سانس نہیں آ رہا تھا۔۔

"بابا کے زمینی مسائل کے باعث انکے دشمنوں نے پھپھو کو نشانہ بنایا اور انہیں قتل کر دیا۔۔ پھر کیس چلتا رہا۔۔ قصاص لیا جاتا رہا۔۔ پھپھو واپس نہیں آئیں بس۔۔"

آخر میں وہ مسکرایا تھا۔۔ وہ ارسل تھاناں۔۔ وہ مسکرا سکتا تھا۔۔ اس نے گہرے گہرے سانس لے کر دل پر جمی کثافت جیسے باہر نکالی تھی۔

"بہت بری طرح ٹرماٹائز ہو گیا تھا میں۔ کئی دنوں تک ہاسپٹل میں داخل رہا۔ اور پھر میں ہر سائے سے خوفزدہ رہنے لگا۔ مجھے بند وقوں سے خوف آنے لگا۔ مجھے فائر کی آواز پر دورہ پڑ جاتا تھا۔ کئی کئی دنوں تک بیسمنٹ میں چھپ کر روتا رہا تھا میں لیکن پھر۔۔ پھر سب ٹھیک ہو گیا۔ زندگی اپنی جگہ واپس آ گئی۔۔ کچھ بھی نہیں بدلا۔۔ میں سمجھ سکتا ہوں تمہاری تکلیف۔۔ تم اپنے تایا سے بہت مانوس ہو۔۔ ان سے بہت گہرا رشتہ ہے تمہارا اسی لیئے اس طرح انہیں دیکھ کر ہرٹ ہونا نارمل ہے تمہارے لیئے۔۔ بٹ تم خوش نصیب ہو۔ تمہارے تایا تمہارے پاس ہیں۔ تم انکے لیئے بہت کچھ کر سکتی ہو۔۔ اور جو تم کر سکتی ہو وہ تمہیں کرنا چاہیئے۔۔"

وہ خاموشی سے دیکھتی رہی تھی اسے۔ جبھی وہ اتنا ڈرتا تھا۔۔ یہ ماضی تھا اسکا۔۔ بھلا وہ خوفزدہ کیوں نہ رہتا۔۔

"آپ اسی لی مئے ہر چیز سے ڈرتے ہیں۔۔؟"

اسکے پوچھنے پر وہ سر کھجاتا ہنساتا تھا۔ پھر گردن اثبات میں ہلائی۔

"اسی لی مئے میں تمہارے اسفند اور فرقان لالہ جتنا بہادر نہیں ہوں۔ میں ڈرتا ہوں۔۔ ایک پھپھو کو کھودینے کے خوف نے مجھے ہر اس چیز سے خوفزدہ کر دیا جسے میں کھوسکتا ہوں۔ میں شاید حساس بھی اسی لی مئے ہوں۔۔ مجھے لوگوں کے کھوجانے سے ڈر لگتا ہے۔"

اس نے کبھی اتنا پیارا انسان نہیں دیکھا تھا۔

"اب تم سو جاؤ۔ اور ٹینشن نہیں لو۔ سب اچھا ہو گا۔ اگر تائی یاد آرہے ہیں تو میں لے جاؤنگا تمہیں

صبح۔۔ بات کر لینا ان سے۔۔ بات کر لینے سے ہر مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔"

وہ اٹھا اور جیسے ہی لیمپ کی لائٹ آف کرنا پلٹنے لگا، رُخ نے اسکے کرتے کی آہستہ تھام لی۔ وہ چونک کر اسکی طرف مڑا۔

"تھینکس ارسل۔۔ آپ اچھے ہیں۔۔"

وہ ہنسا تھا۔ پھر سر اثبات میں ہلاتا اپنے صوفے کی جانب بڑھ آیا۔ رُخ نے بھی آہستہ سے اپنا سر تکیے سے اٹکایا اور سونے لیٹ گئی۔ لیکن اب نیند آنکھوں سے بہت دور تھی۔۔ ارسل کی ہنسی۔۔ ارسل کی آنکھوں۔۔ اور اسکی باتوں نے رُخ کی نیند بہت چپکے سے چرائی تھی۔ پگھلتی رات کی تاریکی میں دل روشن ہونے لگے تھے اور زندگی۔۔ اپنے انداز سے چلنے لگی تھی۔

دن کی واضح روشنی میں افغان کے لاؤنج میں بہت سے مرد براجمان تھے۔۔ رامین کے سرسریوں کی جانب سے رشتے کا انکار آچکا تھا۔ سب ختم ہو گیا تھا۔ سانسیں رک رک کر آتی تھیں اور دل تھا کہ دھڑکنا بھول گیا تھا۔ رامین ویران آنکھیں لیئے فرقان لالہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اور ارمغان سر دونوں ہاتھوں میں گرائے بمشکل خود کو ڈھے جانے سے روکے ہوئے تھے۔۔ بس وہی نظر نہیں آ رہا تھا کہ جسکی وجہ سے یہ رشتہ ٹوٹا تھا۔ رامش اور جنید، گل کے ساتھ کچن میں کھڑے باہر کے سنجیدہ سے ماحول سے خوفزدہ تھے۔

"اسفند لالہ کہاں ہیں۔۔؟"

رامش نے ہلکی سی آواز میں پوچھا تو جنید نے لاعلمی کے باعث کندھے اچکا دیئے۔

"کیا ہمیں رُخ آپ کو بتا دینا چاہیئے۔۔"

اس نے ایک بار پھر پوچھا لیکن گل کی جانب سے اسے کندھے پر ایک دھپ پڑی تھی۔

"پاگل ہو کیا۔۔ اسے کیوں پریشان کر رہے ہو بتا کر۔ پہلے ہی یہاں سب پریشان ہیں کیا یہ کافی نہیں

ہے۔۔"

ابھی انکی بحث چل ہی رہی تھی کہ داخلی دروازے سے اسفند داخل ہوا۔ سیاہ جینز پر بھوری جیکٹ

پہنے۔۔ فریش سا۔۔ وہ آکر ارمغان کے عین سامنے پنچوں کے بل بیٹھا تھا۔ سب نے ایک ساتھ ہی

نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اسفند۔۔ مجھے کوئی با۔۔"

"میں رامین سے نکاح کرنا چاہتا ہوں ماموں۔۔"

اور ار مغان کی بات تو منہ میں ہی رہ گئی تھی۔ فرقان جو پیچھے ہو کر بیٹھے تھے اگلے ہی پل سیدھے ہو بیٹھے۔۔ فاطمہ اور افغان نے بے یقینی سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔ کچن سے جھانکتے رامش، جنید اور گل اپنی جگہ جم سے گئے تھے۔ اور راین۔۔ وہ پتھر کی ہوئی لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی ساکت ہو گئی تھی۔۔

"اسفند۔۔ دماغ درست ہے تمہارا۔۔ کیا کہہ رہے ہو یہ۔۔!!"

سب سے پہلی دھاڑ فرقان کی جانب سے موصول ہوئی تھی۔ اس نے انتہائی سکون سے چہرہ موڑ کر انہیں دیکھا تھا۔ پھر مسکرا کر ار مغان کی طرف دیکھا جو ساکت سے بیٹھے تھے۔

"ماموں۔۔ آپکو مجھ جیسا داماد اس پورے شہر میں تو کیا اس پوری دنیا میں نہیں ملے گا۔ کیا ہوا جو راین کا رشتہ وہاں نہیں ہو سکا۔۔ وہ لوگ قابل نہیں تھے اسکے۔۔ لیکن میں اپنے گھر کی عزت رکھنا چاہتا ہوں ماموں۔۔ میں بہت عزت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں راین سے۔۔"

کیا کبھی تم نے اتنا سعادت مند بچہ دیکھا ہے۔۔؟ نہیں ناں۔۔ اس سعادت مند بچے نے بہت بری طرح فرقان کا دماغ گھما دیا تھا۔ انکا بس چلتا تو اسے بھگو بھگو کر مارتے۔۔ یہ خر۔۔!

"کیا آپکو بھروسہ نہیں مجھ پر ماموں۔۔؟"

اس نے انکی جانب چھائی گہری خاموشی دیکھ کر بہت سکون سے پوچھا تھا۔ لیکن پھر اگلے ہی پل وہ ساکت رہ گیا۔۔ وہ اسے اٹھا کر خود سے لگا رہے تھے۔۔ وہ شاید رو بھی رہے تھے۔۔ یکدم ہی لاؤنچ میں زندگی سی دوڑ گئی تھی۔ فرقان نے گہرا سانس لیا تھا۔ اس اسفند کے بچے کو تو وہ بعد میں دیکھنے والے تھے۔۔ اب افغان بھی اٹھ کر اسے گلے لگا رہے تھے۔ جنید، رامش اور گل خوشی سے متمتاتے چہرے لیئے رامین کی جانب بڑھے تھے۔ فاطمہ اب روتی ہوئیں رامین کو ساتھ لگا رہی تھیں۔ انہوں نے بہت تکلیف دیکھی تھی رامین کے رشتے کو لے کر۔۔ اب اس تکلیف کا ازالہ ہو رہا تھا۔ ازالہ ہونے جا رہا تھا۔۔ بھلا وہ خوش کیوں نہ ہوتے۔۔

"لیکن انہوں نے اچانک ایسے انکار کیوں کر دیارشتے سے۔۔؟"

جب سب لاؤنچ میں ایک ساتھ بیٹھے تو رامش نے پوچھا۔ اسفند نے بہت معصومیت سے کندھے اچکائے تھے۔ جیسے اسے کیا پتہ۔۔ اسے کیا پتہ ہو سکتا تھا بھلا۔۔ ابھی تو اس جیسا معصوم کوئی تھا ہی نہیں اس روئے زمین پر۔۔

رامین فاطمہ کے ساتھ اٹھ کر جا چکی تھی اور سب مرد حضرات کو گل چائے پیش کر رہی تھی۔ آج انکے چہروں سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی۔

"میری بیٹی کو بہت خوش رکھنا اسفند۔۔ وہ بالکل پھولوں جیسی ہے۔ میں اسے تمہیں سونپ رہا ہوں۔۔ بہت جلدی میں سونپ رہا ہوں لیکن میرا دل کہتا ہے کہ تم ہی اسکے لیئے بہترین انتخاب تھے۔۔ تم ہی لائق تھے اسکے۔۔"

ارمغان نے کہہ کر اسے ایک بار پھر سے گلے لگایا تو وہ آسودگی سے مسکرا دیا تھا۔ اسے خود بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسے اتنی جلدی اس رشتے کے لیئے قبول کر لیا جائے گا۔

جب محفل برخاست ہوئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ فرقان بھی اجازت لیتے اسکے پیچھے ہی آئے تھے۔ پھر انیکسی کا دروازہ بند کرتے ہی وہ کھولتے ہوئے اسکی جانب مڑے تھے۔

"کیا تھا یہ سب۔۔؟ اور کیا کیا ہے تم نے جاوید کے ساتھ۔۔؟"

"میں نے کیا کیا ہے۔۔؟ اس نے انکار کر دیا رشتے سے بس۔۔"

کندھے اچکا کر مزے سے کہا تو فرقان کا دل کیا اپنا سر دیوار میں مار لیں۔

"جیسے مجھے تو پتہ ہی نہیں ہے کہ تم نے اسکے ساتھ کیا کیا ہو گا۔۔ باز آ جاؤ تم اسفند۔۔"

"جب پتہ ہے تو پھر پوچھ کیوں رہے ہیں۔۔؟ مجھے اس مسئلے سے ایسے ہی ڈیل کرنا تھا۔۔"

وہ اگلے ہی پل اسکے قریب چلے آئے تھے۔ پھر غور سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ ہلکا سا مسکرائے۔۔ وہ

پانی کی بوتل منہ کو لگائے ہی ان سے کندھے اچکا کر پوچھنے لگا تھا "کیا۔۔؟"

"رہین کو پسند کرتے تھے تم۔۔ نہیں۔۔؟"

اور اگلے ہی پل۔۔ پانی اسکے منہ سے ابلا تھا۔ اس نے کھانستے ہوئے بے یقین سے سر اٹھا کر فرقان کی جانب دیکھا۔۔

"لیونے (پاگل) انسان۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے مجھے پتہ نہیں چلے گا۔"

"لیکن آپ کو کیسے۔۔؟"

"چل چل۔۔ اب زیادہ بن مت۔۔ شادی ہے اگلے ہفتے تمہاری۔۔ تیاری کر لو۔۔ اور ہاں۔۔ اگر

رہین کو ذرا بھی تکلیف ہوئی تو سانول کا اگلا ہدف تم ہو گے۔۔"

اسے بے یقین انیکسی میں چھوڑ کر وہ باہر کی جانب بڑھے تو اس نے جھر جھری لے کر آہستین سے منہ صاف کیا۔ پھر مسکرا دیا۔۔ یہ لالہ کو کس نے بتا دیا۔۔ اب کوئی اسے کیا بتاتا کہ لالہ اسکا باپ تھا۔۔

رامین سُن ہوئی اپنا سانولہ ساسر اپا سنگھار آئینے میں تک رہی تھی۔ اسفند جیسا وجیہ بندہ اسے کیسے پسند کر سکتا تھا۔۔؟ کہاں وہ مضبوط سا اونچا مرد اور کہاں وہ۔۔ معمولی سی شکل و صورت کی۔۔ قابل قبول سی لڑکی۔۔ کیا بھدا جوڑ تھا۔۔ کیا دیکھ لیا تھا ایسا اسفند نے اس میں۔۔

وہ اب اپنا ایک ایک نقش چھو کر محسوس کر رہی تھی۔ پھر اسکی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔ اس نے بے دردی سے اس ایک آنسو کو رگڑ ڈالا تھا۔ اسفند پر اس ایک لمحے میں اتنا غصہ چڑھا کہ حد نہیں۔ اگر وہ سامنے ہوتا تو ایک زوردار تھپڑ کھینچ مارتی اسے۔ زہر آدمی۔۔ بد تمیز۔۔ جاہل کہیں کے۔۔ گنجے کبوتر۔۔

اوکے۔۔ یہ آخری والا بہت برا تھا۔ لیکن چونکہ اس سے زیادہ کی گالیاں وہ انورڈ نہیں کر سکتی تھی اسی لیئے کفایت شعاری سے بھرپور کام لیتے ہوئے انہی پر اکتفا کرنا ضروری سمجھا۔ بلکہ ہم میں سے بہت

سے لوگ گالیاں دینا اپنے لیئے جرم سمجھتے ہیں اسی لیئے۔۔ ہم جیسے معصوم لوگوں کو۔۔ اپنی ہی گالیوں کی ایک لغت تیار کرنی چاہیئے جس میں ہماری طرح کے معصوم لفظ ہوں۔۔ جنہیں بول کر شرمندگی بھی نہ ہو اور آگے والے پر اپنا غصہ بھی اتر جائے۔۔ گنجا کبوتر۔۔ پہاڑی بکرا۔۔ ہڈیانی مرغ۔۔ اور ہاں۔۔ ہم جنگلی خر کو کیسے بھول سکتے ہیں۔۔ ہی ہی ہی۔۔

اور بھی بہت ہیں۔۔ بس انسان کو ذرا تخلیقی بننے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور جانتے ہیں انسانی ذہن کی تخلیق کس وقت برق رفتاری سے کام کرتی ہے۔۔ جی ہاں۔۔ تب جب وہ غصے میں ہو۔۔ اور راین اس وقت شدید غصے میں تھی۔۔ اسی لیئے بہت اعلیٰ قسم کے القابات اسکی نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگے تھے۔۔ بھلا وہ اتنے پیارے اسفند کو گنجا کبوتر بول رہی تھی۔۔ بات تھی کوئی۔۔ چیچ۔۔ اس نے تھک کر اپنا ماتھا سنگھار آئینے سے ٹکایا اور آنکھیں موند گئی۔۔ اسے پتہ تھا کہ وہ اسفند کا مقابلہ کبھی نہیں کر سکتی۔۔ وہ چاہے تب بھی نہیں۔۔ اسکی سرمی آنکھوں کی سنجیدگی انسانوں کو خائف کیا کرتی تھی۔۔ بھلا وہ نازک سی لڑکی کہاں تک اس سے لڑ سکتی تھی۔۔؟ اس سے صرف ایک ہی مقابلہ کر سکتی تھی۔۔ اور وہ تھی۔۔ لالہ رُخ۔۔ اسکے علاوہ اسفند کے سامنے کسی کا بھی بات کرنا محال تھا۔۔ اور اس ایک بات سے راین بخوبی واقف تھی۔

اسی صبح وہ بالوں کو جوڑے میں باندھے کچن میں کھڑی سمیرا کے ساتھ ناشتہ بنا رہی تھی۔ اس نے آف وائٹ رنگ کی لمبی قمیص زیب تن کر رکھی تھی، جسکے نیچے سے ہم رنگ پجامہ ہلکا سا جھلک رہا تھا۔ وہ ناشتہ ٹیبل پر لگا رہی تھی جب گم صم سی ناشتے کے سامنے براجمان رمشہ پر نظر پڑی۔ کالج کا سفید لباس زیب تن کیئے۔۔ اونچی پونی میں بال سمیٹے۔۔ بالکل تیار لیکن تھکی ماندی۔۔

اس نے بغور اسے دیکھا تھا۔ پھر اسکے سامنے ناشتہ رکھ کر اسے ہلایا تو وہ کسی خیال سے جاگی۔ چونک کر اسکی جانب دیکھا اور پھر الجھ کر ناشتے کی جانب متوجہ ہوئی۔ یہ رمشہ کا انداز نہیں تھا۔ وہ کبھی اس طرح خاموش نہیں بیٹھا کرتی تھی لیکن کل سے اسکے ہونٹوں پر چپ کا تالا پڑا تھا۔ اور کسی کو یہ بات محسوس ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔۔ لیکن لالہ رخ کو اسکی خاموشی بہت چھبی تھی۔۔ کیونکہ وہ خاموشی خوفزدہ تھی۔۔ ایسے جیسے وہ کسی بات سے ڈری ہوئی ہو۔۔ خائف ہو۔۔

اس نے ایک آخری نگاہ اس پر ڈالی اور پھر سمیرا کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگی۔ ارسل تو اسکے اٹھنے سے قبل ہی آفس جا چکا تھا۔

"رائین کی شادی کب تک ہے بیٹے۔۔؟"

سمیرا بیگم نے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے اس سے پوچھا تو وہ انکی جانب متوجہ ہوئی۔۔

"جی آنٹی اگلے ہفتے سے ہے اسکی شادی۔ تیاری وغیرہ تو مکمل ہو چکی ہے لیکن اب بھی کچھ کام رہتے ہیں۔"

اس نے پراٹھے کا نوالہ توڑ کر منہ میں رکھا تھا۔ پھر چونک کر ساتھ سے اٹھتی رمشہ کو دیکھا۔

"رمشہ ناشتہ تو ٹھیک سے کر لو بچے۔ یہ کیا۔۔ چائے اور آملیٹ توجو کاتوں ہی رکھا ہوا ہے۔۔"

اسکے بولنے سے قبل ہی سمیرا بول اٹھی تھیں۔ رمشہ نے بہت بیزاریت سے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"امی میرا دل بالکل بھی نہیں چاہ رہا ہے ناشتہ کرنے کا۔۔ میں کالج میں کچھ لے کر کھا لوں گی۔"

اس نے ہاتھ جھلا کر کہا اور پھر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ ان دونوں نے ایک ساتھ ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔

"پتا نہیں اس لڑکی کو ہوتا کیا جا رہا ہے۔ کل شام بھی کچن میں کھڑے کھڑے کانپنے لگ گئی تھی۔ میں نے پوچھا بھی تو کہنے لگی کہ کھانا نہیں کھایا شاید اسی لی بے پی لو ہو رہا ہے۔۔ کھاتی بھی نہیں ہے ٹھیک سے یہ۔۔"

انکے کہنے پر اب کہ اسکے ابرو بے اختیار ہی سکڑ گئے تھے۔ ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ اس نے بے ساختہ ہی ٹیبل پر رکھا تھا۔

"آنٹی۔۔ کوئی آیا تھا کیا کل گھر میں۔۔؟"

اسکے پوچھنے پر سمیرا سر ہلا کر بے خبر سی بتانے لگی تھیں۔

"ہاں کل زرتاج اور اسکے بھائی آئے تھے۔۔ کیوں۔۔؟"

انہوں نے چونک کر ایک دم پوچھا تو وہ جلدی سے مسکرائی۔

"میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی آنٹی۔ کام کی وجہ سے بھی اکثر طبیعت میں چڑچڑاپن آ جاتا ہے ناں۔

شاید رمشہ بھی اسی وجہ سے ٹھیک سے کھانا نہیں کھا رہی ہے۔ یا پھر ہو سکتا ہے کالج کا کام زیادہ ہو۔۔

لڑکیاں ہو جاتی ہیں ایسی چڑچڑی اور بیزار۔۔"

اس نے سکون سے کہہ کر بھاپ اڑاتا چائے کا کپ لبوں سے لگایا تھا۔ اڑتی بھاپ کے پار سمیرا کے چہرے پر پھیلا فکر مند سا تاثر زائل ہو گیا تھا۔ لیکن تحلیل ہوتی بھاپ کے اس پار اس کا چہرہ لمحے بھر کو تفکر سے متما اٹھتا تھا۔ کچھ باتیں بتانے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔۔ کیونکہ کچھ باتوں کا وجود ہی مشکوک ہوا کرتا ہے۔۔ کچھ باتوں کا ہونا ہی ناگواری کا احساس دلاتا ہے۔۔ لمحے کے ہزار ویں حصے میں اس ناگواریت نے اس کا احاطہ بہت تیزی کے ساتھ کیا تھا۔

وہ شیر افگن کے ساتھ چلتا انکی کسی بات پر سنجیدگی سے گردن ہلا رہا تھا۔ پھر انکے ساتھ لفٹ کے باہر رک کر کچھ بات کرنے لگا۔ وہ دونوں ابھی ابھی میٹنگ برخواست ہونے پر باہر نکلے تھے اور اب اپنے اپنے آفس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ یکایک لفٹ کے اندر قدم رکھتا ارسل افگن بری طرح چونکا تھا۔ اندر وہ بہت انداز سے تیار ہو کر کھڑی ہوئی تھی۔۔ گویا ابھی کسی فوٹوشوٹ سے فارغ ہوئی ہو۔ شیر افگن نے ایک سنجیدہ نگاہ ارسل پر ڈالی تھی اور دوسری زرتاج پر۔۔ وہ اب انہیں سلام کرنے لگی تھی۔۔ جس کا جواب انہوں نے انتہائی خشک سے انداز میں دیا تھا۔ انکے اطوار دیکھ کر بھی زرتاج کی

ڈھیٹ مسکراہٹ مدھم نہیں پڑی تھی۔ ارسل کو تو اس بندھی ٹائی میں اپنا حلق گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ ہی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی تھی۔

لفٹ میں پھیلی بد نما اور دم گھونٹی خاموشی نے ارسل کو اس ٹھنڈ میں بھی پسینے پسینے کر دیا تھا۔ شیر افگن کی برف سی سرد مہری اچھے اچھوں کو سیدھا کر دیا کرتی تھی۔ اور وہ تو پھر انکا اپنا بیٹھا تھا۔ ان سے بخوبی واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ انہیں زرتاج ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ انہیں اس جیسی بچہ جانے والی لڑکیاں ہرگز بھی ہضم نہیں ہوا کرتی تھیں۔

لفٹ کا دروازہ اگلے ہی پل کھلا تو ارسل کو کچھ سانس آیا۔ وہ زرتاج پر ایک بھی نگاہ غلط ڈالے بغیر شیر کے ساتھ باہر کی جانب بڑھا تھا۔ زرتاج لفٹ کے اندر کھڑی گئی۔ پھر دروازہ بند ہونے پر مسکرائی۔ بہت زہریلی مسکراہٹ تھی وہ۔ کڑوا اس سے بھرپور۔

آہستہ سے کچھ گنگنائی ہوئی وہ اب اپنا فون نگاہوں کے سامنے کرتی کچھ نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ پھر فون کان سے لگا کر ہولے سے مسکرا کر چہرے پر گھر آتی لٹ کان کے پیچھے اڑ سی۔

"کیا تم نے اسکی بہن کو ہر اسماں کیا صائم۔؟ اور اگر کیا بھی ہے تو ٹھیک سے کیا ہے ناں۔!"

اسکی مسکراہٹ اب بہت کاٹ دار سے تاثرات میں بدل گئی تھی۔ یوں لگتا تھا گویا اسکی نگاہوں سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہوں۔ وہ جو بھی لائحہ عمل طے کر رہی تھی۔۔ وہ بلاشبہ بہت بھیانک تھا۔۔ دوسری جانب شیر کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھا وہ ایک فائل پر جھکا، چند اہم نکات کی نشاندہی کر رہا تھا۔۔ جب شیر کی آواز پر چونکا۔۔

"یہ لڑکی ہمارے آفس میں کیا کر رہی ہے ارسل۔۔؟"

انکا سر سر اتا سا لہجہ اسکی ریڑھ کی ہڈی کو سنسناتا ہوا گزرا تھا۔ اس نے تھوک نگلا۔۔

"بابام۔۔ مجھے نہیں پتا۔۔"

"تو پتا کرو۔۔ اور آئندہ مجھے یہ اس آفس میں دکھائی نہ دے۔۔ بے وقت اور بیکار جگہوں پر دکھنے والے لوگ کبھی کبھی خوشحالی کا عندیہ لے کر نہیں آتے ارسل۔۔ وہ صرف تباہی اور بربادی کے ضامن ہوا کرتے ہیں۔۔ سمجھ رہے ہونا تم؟"

اس نے تیزی سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ بھلا اس سے اچھا اور کون سمجھ سکتا تھا اس بات کو۔

"اور اس سے بے تکلف ہونے کی ضرورت ہر گز بھی نہیں ہے۔۔"

"میں کبھی بے تکلف نہیں ہوا بابا۔۔"

اور ایسے کہتے ہوئے وہ پچیس نہیں پانچ سال کا لگ رہا تھا۔۔ "میں نے یہ نہیں کیا بابا۔۔ یہ تو گندے بچے کرتے ہیں نا۔۔ میں تو اچھا بچہ ہوں نا بابا۔۔"

اسکی شکل بالکل اسی طرح کا نقشہ کھینچے ہوئے تھی۔ لیکن شیر کے نقوش میں پھر بھی نرمی نہ گھلی۔ انکی سرد آنکھیں سرد ہی رہیں۔

"سب کچھ تمہاری ڈھیل کی وجہ سے ہوا ہے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتا کہ تم کس قسم کے مرد ہو۔ ایک عورت کو ٹھیک سے جواب نہیں دینا آتا تمہیں! اگر یہ بات لالہ رُخ کو پتا چلی تو وہ بہت ہرٹ ہوگی ارسل۔۔ اور اسکے ذمے دار صرف اور صرف تم ہو گے۔"

"بابا لیکن۔۔"

"کوئی اندھا بھی بتا سکتا ہے کہ وہ تم میں دلچسپی لیتی ہے۔۔"

اور اس بات پر اسکا چہرہ کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑ گیا تھا۔ یہ آخر بابا کو کس نے بتا دیا تھا۔ اس نے ضبط سے گہرا سانس لے کر بیچارگی سے سراٹھایا تھا۔ پھر انہیں دیکھا۔

"میں نے بہت بار سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن۔۔"

"بس ارسل۔۔ مجھے پتا ہے کہ تم نے اسے کیسے سمجھایا ہو گا۔ میری ایک بات دھیان سے سنو۔ جب گھر بساتے ہیں ناں تب ہوا کے بہت سے سرد اور بے رحم تھپڑے ہمارا گھر بکھیر دینے کے درپے ہوتے ہیں۔ تب ہمیں اپنے کمفرٹ زون سے باہر نکلنا پڑتا ہے ارسل۔۔ تب ان تھپڑوں کے سامنے دیوار بن کر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔۔ انہیں منہ توڑ جواب دینا پڑتا ہے۔۔ اور کئی سالوں تک بنا تھکے یہ کام بہت خوش اسلوبی سے سرانجام دینا ہوتا ہے۔۔ تب جا کر کہیں گھر بستے ہیں۔۔ زندگیاں چلتی ہیں اور دو انسان اپنا گھر بچا پاتے ہیں۔ یہ صرف لالہ رخ کے کرنے سے نہیں ہو گا۔ مجھے اسکا پتا ہے۔۔ وہ ڈٹ کر مقابلہ کرے گی لیکن تم جیسا بزدل انسان ضرور کہیں نا کہیں ہمت ہار جائے گا۔"

انکی آخری بات اسے کہیں بہت اندر تک زخمی کر گئی تھی۔

"آپ میرے کردار پر شک کر رہے ہیں بابا۔۔!"

"شک نہیں کر رہا ارسل۔۔ لیکن ایسا کوئی بھروسہ بھی نہیں کر رہا تم پر۔ تم ایک کمزور اعصاب رکھنے والے ڈرپوک انسان ہو۔ جس عمر میں تمہیں ایک کڑا محافظ ہونا چاہیئے اس عمر میں تمہاری حفاظت کرنی پڑ رہی ہے مجھے۔۔ بھلا اس سے زیادہ ذلت کیا ہو سکتی ہے میرے لیئے۔۔"

"میرا قصور نہیں ہے اس میں بابا۔۔"

اسکی آواز لرزی تھی۔ وہ پچیس سالہ مضبوط جوان تھا لیکن اسکی آواز لرز رہی تھی۔ وہ آج بھی کہیں اس تاریک بیسمنٹ میں قید تھا۔ اس اندھیر تہہ خانے میں وہ بچہ کہیں آج بھی چھپ کر رہا تھا۔

"جوروتے ہیں ناں ارسل۔۔ ہمارے یہاں انہیں مرد نہیں سمجھا جاتا۔ عورت سمجھتے ہیں لوگ انہیں۔۔ کیا تم اتنے کمزور ہو کہ اس ذرا جتنی لڑکی سے ڈر جاؤ۔ نکل بھی آؤ بس اپنے اس ٹراما سے۔۔ ختم کرو اس قصے کو۔۔ کچھ نہیں ہوتا تمہارے چند سخت جملوں سے۔۔ کوئی نہیں مرتا۔۔ تم جتنا حساس ہو گے اتنا ہی یہ خوف تمہارے اندر جڑ پکڑ جائے گا۔۔ مرد بنو۔۔ مرد بن کر جیو۔۔"

اس نے گلابی پڑتی آنکھوں کو بمشکل جھپکایا اور پھر سر ہلاتا وہاں سے اٹھ آیا۔ باہر نکلتے ہی اس نے گہرا سانس لیا تھا۔ پھر ٹائی کو مزید ڈھیلا کرتا آگے بڑھنے لگا۔ اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے اور حلق میں بہت

سی گرہیں ابھرنے لگی تھیں۔ تھکے قدموں سے چلتا وہ اپنے کیمین میں چلا آیا تھا۔ پھر سر دونوں ہاتھوں میں گرائے بیٹھا رہا۔ اگلے ہی پل پل پل آنسو اسکی آنکھوں سے گرنے لگے تھے۔

آمنہ کو دی گئی تکلیف ایک بار پھر سے کھرچنے لگی تھی۔

پھپھو کی اذیت نے بہت دنوں بعد آج اسکے اندر سراٹھایا تھا۔

لالہ رُخ کے ساتھ ہوئی زیادتی کو سوچ کر وہ نئے سرے سے تکلیف میں گھرنے لگا تھا۔

اس نے اس شادی کو روکنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن اسکی کوششیں رائیگاں گئی تھیں۔ اس نے بہت کوشش کی تھی کہ کسی طرح آمنہ تکلیف سے بچ جائے لیکن وہ اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے بہت کوشش کی تھی کہ کسی طرح وہ پھپھو کے وجود سے بہت خون روک سکے لیکن وہ۔۔ وہ تو اس میں بھی نامراد ہی رہا تھا۔

اس نے ہمیشہ سب کو ہر قسم کی تکلیف سے بچانے کی کوششیں کی تھیں۔ اس نے انہیں حفاظت سے رکھنے کے لیئے خود کو بہت تھکایا تھا لیکن آخر میں بزدل کون تھا۔؟ وہ ہی تھا۔ آخر میں بے غیرت اور ڈرپوک کون تھا۔؟ وہ ہی تھا۔ آخر میں عورتوں کی طرح کون رو رہا تھا۔؟ وہ ہی رو رہا تھا۔

تلخی سے ہنستے ہوئے اس نے سر جھٹکا تھا۔ پھر آہستہ سے گلابی نم سی آنکھیں صاف کیں۔ وہ نہیں دے سکتا تھا کسی کو بھی تکلیف۔۔۔ وہ کسی کو اذیت کا شکار کر کے چین سے نہیں بیٹھ سکتا تھا اور یہی۔۔۔ یہی اسکی کمزوری تھی۔۔۔ اسکی کمزوری نے اسے زندگی کے گزرتے ہر برس میں بے حد اذیت کا شکار کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ اگر آپ مضبوط نہ بھی ہوں تب بھی خود کو فولاد ظاہر کریں۔ یہ تو کم از کم آپکو کرنا ہی چاہیئے۔ اور وہ بھی یہی کر رہا تھا لیکن وہ اس سب میں بری طرح سے شکست کا سامنہ بھی کر رہا تھا۔ اسکے اوپر گزرتا ہر لمحہ بہت بھاری اور بوجھل ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ کاش کہ کوئی اسے سمجھ سکتا۔! اسے جانے کیوں۔۔۔ رُخ اس وقت بہت شدت سے یاد آئی تھی۔۔۔ ہاں اسے پہلی بار آمنہ نہیں بلکہ رُخ یاد آئی تھی۔۔۔

اور اپنے اس خیال سے بے خبر ارسل اب لالہ رُخ کی نم آنکھوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔۔ سر کرسی کی پشت سے ٹکائے۔۔۔ بالکل خاموشی کے ساتھ۔

وقت نے اسے گردن تر چھی کر کے بہت اداسی سے دیکھا تھا۔۔۔ اداس سی مسکراہٹ لیئے۔۔۔

دوسری جانب افغان کے لاؤنج میں بیٹھے رامش، جنید اور گل کسی بات پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔ اسی وقت لاؤنج میں اسفند داخل ہوا تو ان تینوں کے بلند ہوتے قہقہے ساکت ہو گئے۔۔ ہشش۔۔ لالہ آگئے ہیں۔۔ اب ذرا تمیز سے ہنسیں۔۔ وہ کیسے بھلا۔۔ منہ پر ہاتھ رکھ کر۔۔ ہلکا سا ہی ہی۔۔ اور بس۔۔

وہ تینوں بھی اگلے ہی پل سیدھے ہوئے تھے۔ اس نے یہاں وہاں فاطمہ کو تلاشا اور پھر اگلے ہی پل اوپر کو جاتے زینوں کی جانب بڑھ گیا۔ اوپر سے اترتی بے خبر رامین سے اسکی مڈ بھيڑ ہوئی تھی۔ وہ ریشمی دوپٹے کو بمشکل سر پر جماتی ساتھ سے نکلنے ہی لگی تھی کہ اسفند کی آواز پر رک گئی۔

"مامی کہاں ہیں۔۔؟"

رامین کے ابرو خواہ مخواہ ہی خفگی سے اکٹھے ہوئے تھے۔ اسفند نے لبوں پر ابھرتی مسکراہٹ جلدی سے سمیٹی تھی۔

"وہ برابر میں خالدہ خالہ کے گھر گئی ہیں۔۔"

اس نے کہہ کر نیچے اترنے کے لیئے پر تو لے لیکن وہ ایک بار پھر اسے روک گیا۔

"میرا ایک کام کر دیں گی آپ۔۔؟"

جناب۔۔ لاؤنج میں بیٹھے تینوں ہی بے ساختہ کھنکھارے تھے۔ اسفند کی ایک نگاہ پر جلدی سے چہرے دوسری طرف کو پھیر گئے۔ جیسے کچھ دیکھا ہی نہیں۔۔ ناں ناں۔۔

"مجھے میری ایک کتاب ڈھونڈ دینگی آپ۔۔؟ میں نے مامی کو دی تھی۔ لیکن انہوں نے پتا نہیں کہاں رکھ دی ہے۔ مجھے مل نہیں رہی۔"

اسکا مطالبہ ان تینوں نے بھی بخوبی سن لیا تھا اسی لیئے جنید کی حس ظرافت پھڑکی تھی۔

"شادی سے ایک ہفتہ پہلے کونسا کتاب پڑھ کر لالہ کو اسطوبن جانا ہے! بچو۔۔ سب بہانے ہیں رامین آپ سے باتیں کرنے کے۔۔"

اسکی سرگوشی پر گل اور رامش کھی کھی کرنے لگے تھے۔ دوسری جانب رامین نے جھنجھلا کر اسفند کی جانب دیکھا تھا۔ جیسے کہہ رہی ہو۔۔ "میں کتاب ڈھونڈنے والی لگتی ہوں آپکو۔۔!"

"کونسی کتاب ہے۔۔؟ اور اتنی بھی کیا لا پرواہی کے آپ سے ایک کتاب بھی نہ سنبھل سکی۔ چاچی کو وہ کتاب دے دی۔۔ ان سے تو اپنا آپ نہیں سنبھلتا اس عمر میں۔۔ آپکی کتابیں کہاں سنبھالتی پھریں گی وہ۔۔"

کہاں کا غصہ کہاں اتر رہا تھا۔۔ نہیں بلکہ ٹھیک جگہ ہی اتر رہا تھا۔

"ایک کتاب ہی تو کھوئی ہے۔۔"

اسفند کی مدھم سی آواز پر رامین کو اور ہی غصہ آیا تھا۔ یہ گنجابو تر۔۔!

"اچھا۔۔ پھر خیر ہے۔۔ ایک کتاب ہی تو کھوئی ہے۔۔ آپ جب تک کوئی اور کتاب پڑھ لیں۔۔"

اس نے اب کہ صاف جواب دیا تھا۔ پھر "ہونہہ" کر کے زینے اترنے لگی۔

"پتا نہیں وہ کون تھا جو ایک کتاب کے نہ ملنے پر رو رہا تھا۔ کیا آپ اسے جانتی ہیں۔۔؟"

اور زینے سے اگلا قدم اتارتی رامین ٹھہر ہی تو گئی تھی۔ لائبریری میں پھیلی وہ مدھم زرد رات جیسے اگلے ہی پل ہر جانب تحلیل ہو کر بکھرنے لگی تھی۔ اسفند جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ اسفند کو معلوم

تھا کہ وہ کس جانب اشارہ کر رہا تھا۔ رامین ایک جھٹکے سے اسکی جانب مڑی تھی۔ اسفند نے گردن ہلکی سی ترچھی کی تھی۔ پھر ہولے سے بولا۔۔

"مجھے بس یہ یاد نہیں آرہا کہ وہ لا پرواہ تھا کون جو اس رات اپنی کتاب کے نہ ملنے پر رو رہا تھا۔ مجھے بس اس لا پرواہ سے ایک بات کہنی تھی۔۔"

وہ دوزینے اتر کر اس سے ایک زینے کے فاصلے پر رک گیا تھا۔ رامین سانس روکے تک رہی تھی اسے۔ اسکی سرمئی آنکھوں میں ہلکورے لیتی نرمی کے ساتھ گھلی ہلکی سی شرارت نے اسے الگ ہی رنگ دے دیا تھا۔

"وہ ایک کتاب کے کھو جانے پر رونے والی لڑکی، اپنی ذات کے کھو جانے کا سودا کرنے چلی تھی۔ زیادتی کر رہی تھی وہ۔۔ پھر زیادتی روکنے والے کو ڈانٹ بھی رہی تھی۔۔ ظلم نہیں۔۔؟"

وہ مسکرایا تھا۔ بہت ہلکے سے۔۔ اسی پل داخلی دروازے سے فاطمہ داخل ہوئیں تو رامین جلدی سے پلٹ کر سرخ چہرہ لیئے، دوسری جانب بنے اپنے پورشن کی طرف بڑھ گئی۔ فاطمہ نے پہلے اسے جاتے

دیکھا پھر سوالیہ نگاہوں نے اسفند کا سامنہ کیا۔ وہ مسکراتا ہوا ان کے عین سامنے آ رہا تھا۔ فاطمہ اسکی مسکراہٹ سمجھتی تھیں اسی لیئے چپکے سے وہ خود بھی متبسم ہوئی تھیں۔

"مامی مجھے کام تھا آپ سے۔۔۔"

"ہاں کہو۔۔"

"میرے دوست کے گھر والوں کو دعوت دینے کے لیئے انکے گاؤں جانا ہے۔ چلیں گی ناں

آپ۔۔؟"

اس نے پوچھا تو فاطمہ نے سر اثبات میں ہلایا۔ پھر اس سے وقت اور جگہ پوچھنے لگیں۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھنے لگا تو رامش کے سوال پر رک گیا۔

"آپکی تو کتاب کھو گئی تھی ناں لالہ۔۔"

کچھ سوچ کر وہ اگلے ہی لمحے مسکرایا تھا۔ پھر بے نیازی سے کندھے اچکائے۔۔

"میری نہیں۔۔ کسی اور کی کتاب کھوئی تھی۔۔ شاید مل گئی ہو اب تک۔۔ میں اتنا لاپرواہ نہیں۔۔ چلتا

ہوں مامی۔۔"

اسکی ذو معنی بات کو وہ تینوں نہیں سمجھ سکتے تھے۔ ناں ہی فاطمہ سمجھ سکتی تھی۔۔۔ بلکہ اسکی اس بات کو زینوں کے اس پار کھڑی لڑکی سمجھ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے لمحے بھر کورکا۔۔۔ پھر چہرہ گھما کر زینوں کی جانب دیکھا جہاں وہ سن ہوئی کھڑی تھی۔۔۔ ایک پل کے لیئے ان دونوں کی نگاہیں ملی تھیں۔۔۔ اور اس ایک نگاہ میں وہ اسے بہت سے راز سونپ کر آگے بڑھ گیا تھا۔ راین سے کھڑا ہونا محال ہونے لگا تھا۔۔۔ اسکے جیسے رگوپے میں وہ دوسری نگاہیں حلول کر گئی تھیں۔۔۔ اس نے بمشکل گہرا سانس لیا اور پھر اپنے کمرے کی جانب بڑھ آئی۔۔۔ یہ اسفند۔۔۔ کون تھا یہ اسفند۔۔۔! کیا تھا یہ اسفند۔۔۔!

شام کی سیاہی پھیلی تو بھاری پردے گرادیئے گئے۔ سردیوں کی سوغاتیں ہر جانب بکھرنے لگیں اور زرد قمقمے روشن کر دیئے گئے۔ رُخ نے مسکرا کر دادی کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔۔۔ پھر اندر داخل ہو گئی۔ دادی اپنی مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر جائے نماز پر ہی براجمان تسبیح کے دانے گرا رہی تھیں۔ اسے آتا دیکھ کر مسکرا دیں۔۔۔

وہ پاس چلی آئی۔۔۔ پھر انکے ساتھ دبیز قالین پر بیٹھ گئی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اسے پیار کیا تھا۔

"آپ آج کمرے سے باہر ہی نہیں آئیں دادی۔۔ طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آپکی۔۔؟"

اسکی متفکر سی سرگوشی پر وہ جھریوں زدہ چہرہ لیئے مسکرائی تھیں۔ ایسے بچوں کی طرح مسکراتی ہوئیں وہ بہت پیاری لگتی تھیں۔ رُخ کو ہمیشہ ان پر بے طرح پیار آیا کرتا تھا۔۔

"بس آج کچھ طبیعت بوجھل سی ہو رہی تھی۔ اسی لیئے باہر آنے کا دل نہیں کیا۔۔ ویسے بھی بوڑھوں کا کیا ہے۔۔ ایک جانب بھی پڑے رہیں تو گھر کے نظام زندگی میں کیا فرق پڑتا ہے۔۔"

انہوں نے تسبیح چوم کر نگاہوں سے لگائی تھی۔ پھر کچھ پڑھ کر رُخ پر پھونکا۔ وہ مسکرا کر انکے قریب ہوئی تھی۔ پھر گھنگھور سیاہ پلکیں جھپکا کر انہیں دیکھا۔

"دادی میں یہاں لیٹ جاؤں۔۔؟"

انکی گود کی جانب اشارہ کیا تو وہ نحال ہی ہو گئیں۔ جیسے انہیں ارسل پیارا تھا ویسے ہی انہیں رُخ بھی بہت پیاری تھی۔ انہوں نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسے اپنی گود میں لٹایا تھا۔۔ پھر اسکے چہرے پر گھر آتی لٹ کو پرے کر کے اسکی صبح پیشانی چومی۔ لالہ رُخ آپ ہی آپ مسکرانے لگی تھی۔۔

"دادی۔۔ مجھے آپ سے ارسل کے بارے میں کچھ بات کرنی تھی۔۔"

اس نے آہستہ سے کہا تو اسکی وہ جانب چہرہ جھکا کر دیکھنے لگیں۔

"نازنین پھپھو کے انتقال کے بعد ارسل کو کیا ہو گیا تھا دادی۔۔؟"

اسکی بات سن کر وہ بری طرح چونکی تھیں۔ پھر اسکی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو رخ نے گہرا سانس بھرا۔

"مجھے ارسل نے بتایا تھا دادی۔۔ وہ انکی وجہ سے کافی ڈسٹرب رہے تھے۔"

دادی نے ایک بہت سرد آہ بھری تھی۔ جوان خوبصورت بیٹی کا دکھ آج بھی کہیں دل کو اندر تک زخمی کر دیا کرتا تھا۔ انہوں نے آنکھوں میں جمع ہوتی نمی کو انگلی کے پوروں پر چنتے اداسی سے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

"نازنین سے بہت مانوس تھا ارسل۔ اسکے بغیر جیسے ادھورا تھا وہ۔۔ کسی کے ساتھ نہیں بنتی تھی لیکن نازنین میں جان تھی اسکی۔ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، پہننا اوڑھنا اور پڑھنا لکھنا۔۔ غرض یہ کہ ہر چیز نازنین سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوتی تھی ارسل کی۔۔ پھر جب۔۔"

انکی آواز اس آخری جملے پر کانپی تھی۔ رُخ کا دل گھٹنے لگا تھا۔ اسکی آنکھیں بہت تیزی سے اداسی کی گرفت میں آنے لگی تھیں۔

"پھر جب وہ۔۔ وہ مرگئی تو ارسل کی زندگی گویا ختم ہی ہو گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی بند کنویں میں قید ہو گیا ہو۔۔ سانس تک نہیں آتا تھا اسے۔۔ اس قدر نازنین کا غم اسے توڑ گیا تھا۔۔ کافی عرصے تک اسکی ذہنی حالت درست نہیں رہی تھی۔ اسے چیزیں یاد نہیں رہتی تھیں۔۔ بیٹھے بیٹھے باتیں کرنا بھول جاتا تھا۔۔ کتنے وقت تک خوابوں سے خوفزدہ ہو کر اٹھا تھا وہ۔۔ آج بھی یقین ہے مجھے کہ ان خوابوں نے پیچھا نہیں چھوڑا ہو گا اسکا۔۔ اپنی پھپھی کا خون میں لت پت جسم دیکھ کر، اسے مٹی کے نیچے دفن ہو تا دیکھ کر، اسکے گداز سے وجود کو سر دپڑتا دیکھ کر۔۔ ارسل کے اندر خوف نے بسیرا کر لیا۔ وہ ہر اس بات سے خوفزدہ ہونے لگا جو کسی کو تکلیف پہنچانے کا باعث بنیں۔۔ اس نے عام بچوں کی طرح لڑنا چھوڑ دیا۔۔ ہر وہ کھیل کھیلنا چھوڑ دیا جو کسی بھی طرح کے جھگڑے کو دعوت دیتا ہو۔۔"

دادی کے آنسو اسکے چہرے پر گر رہے تھے اور اسکے اپنے آنسو دادی کے لباس میں جذب ہو رہے تھے۔

"شیر بہت غصہ ہوتا تھا اس پر۔ وہ بزدل ہو گیا تھا ناں رُخ اور پٹھانوں میں تو بزدلی کو گناہِ عظیم تسلیم کیا جاتا ہے۔۔ پھر یوں ہوا کہ اس نے باپ کے سامنے۔۔ بلکہ کسی کے بھی سامنے رونا ترک کر دیا۔ ہمیں لگا وہ ٹھیک ہو گیا ہے۔۔ ہمیں لگا کہ وہ زندگی کی جانب پلٹ رہا ہے لیکن ایسا نہیں تھا لالہ رُخ۔۔"

دادی کی سانس بتاتے بتاتے اکھڑنے لگی تھی۔

"ایک دن پھر میں نے اسے تاریک تہہ خانے میں چھپ کر روتے دیکھا۔ وہ گھٹنوں کو سینے سے لگائے بلک بلک کر رو رہا تھا۔ اس دن مجھے پتا چل گیا کہ وہ تو آگے بڑھا ہی نہیں تھا۔ بس اس نے اپنی کمزوری پر خول چڑھا لیا تھا۔ جیسے ہم زیورات پر سونے کا پانی چڑھا کر خود کو۔۔ سب کو دھوکہ دیتے ہیں ناں رُخ۔۔ اسی طرح۔۔ وہ خود کو۔۔ ہم سب کو۔۔ نازنین کو دھوکہ دینا سیکھ گیا تھا۔ اس نے اپنا خوف ڈھکنا سیکھ لیا۔ اس نے بہت کچھ خود میں قید کیئے رکھا ہے بچے۔۔ مجھے ثابت یقین ہے کہ وہ آج بھی اس خوف کے زیرِ اثر بہت کچھ برداشت کر رہا ہو گا۔ بتاتا نہیں ہے وہ الگ بات ہے۔۔ لیکن ارسل آج بھی اسی تہہ خانے میں بند ہے بیٹے۔۔"

انہوں نے تھک کر سانس لیتے ہوئے اپنی آنکھیں صاف کی تھیں۔ پھر چہرہ جھکا کر رُخ کو دیکھا تو مسکرا دیں۔ وہ اب اٹھ کر دادی کا گیلیا چہرہ صاف کر رہی تھی۔

"ارسل کا بہت خیال رکھا کرو رُخ۔ میرا پوتا بہت نازک ہے۔۔ جلدی ڈر جاتا ہے۔۔ گھبرا جاتا ہے۔۔ اسکی اس کمزوری کے باعث اس سے کبھی نفرت نہ کرنا۔"

اس نے انکا ہاتھ دبا کر انہیں یقین دہانی کروائی تھی کہ اسکا بہت خیال رکھے گی۔

"اچھا کھانا کھاننگی آپ۔۔؟ میں رمشہ کو بھی بلانے جا رہی ہوں۔ صبح سے کمرے میں گھسی بیٹھی پتا نہیں کیا کر رہی ہے۔۔ اور سونے پر سہاگہ آنٹی میری امی کی طرف گئی ہوئیں ہیں تو وہ محترمہ بالکل بھی باہر نہیں نکل رہی۔"

وہ اب تیز تیز بولتی اٹھ کر کمرے سے باہر نکلی تو دادی نے ایک آسودہ سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے جاتے دیکھا۔ کیا ہوا جو انکا پوتا اتنا مضبوط نہیں تھا۔۔؟ جتنی مضبوط اور طاقتور رُخ تھی۔۔ انہیں یقین تھا کہ وہ اسے ضرور بالضرور ٹھیک کر دے گی۔ ہاں۔۔ ضرور ہی۔۔

وہ باہر آئی اور پھر کچن کی سمت بڑھ گئی۔۔ یکایک اندر سے آتی دبی دبی چیخ کی آواز پر وہ ٹھٹھک کر رکی تھی۔۔ پھر ایک جھٹکے سے کچن کے اندر چلی آئی۔۔

ایک سوکھا سا لڑکا، رمشہ کے انتہائی قریب کھڑا کوئی سرگوشی کر رہا تھا۔ اور رمشہ انتہائی خوفزدہ ہوئی، آنسوؤں سے رو رہی تھی۔ اس کی نگاہیں اگلے ہی پل سپاٹ ہوئی تھیں۔۔۔ کپٹی میں دوڑتا لہو جیسے ابل پڑا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اسکی شرٹ پیچھے سے جکڑی اور اسے اپنی طرف گھسیٹا۔ اگلے ہی پل ایک زوردار گھونسا اس نے لڑکے کے جبرے پر مارا تو وہ لڑکھڑا کر پیچھے کی جانب لڑھکا۔

وہ اس بے وقت کی افتاد پر بری طرح گھبرا یا تھا۔ رمشہ بھاگ کر اسکے پاس آئی تھی۔ اس نے لہو رنگ آنکھوں سے لڑکے کو دیکھا۔۔۔ یوں جیسے اسے چیر پھاڑ دے گی۔ پھر آگے بڑھ کر اسکے پیٹ میں گھٹنا پوری قوت سے مارا تو وہ تکلیف سے بل کھاتا زمین پر گر پڑا۔

"ہمت کیسے ہوئی تمہاری میرے گھر میں قدم رکھنے کی۔۔۔ اور پھر رمشہ کو ہراساں کرنے کی۔۔۔!" وہ اس پر جھکی پھر اسے گریبان سے جکڑ کر گھسیٹتی ہوئی لاؤنج میں لے کر آئی۔۔۔ اسکے بازوؤں میں جیسے جنوں بھوتوں کی سی طاقت بھر گئی تھی۔ لڑکے نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن رُخ کی پروفیشنل گرفت سے چھٹکارا پانا آسان نہیں تھا۔

لاؤنج سے گھسیٹ کر داخلی دروازے تک وہ اسے مارتی ہوئی لے کر گئی تھی۔ ساتھ ساتھ وہ اس پر خالص پشتو میں گرج بھی رہی تھی۔۔ انسان غصے میں ہو تو اپنی مادری زبان میں ہی کلام کیا کرتا ہے۔۔ وہ بھی اس پر گالیوں برسات کرتی اس پر پوری طرح سے حاوی ہو چکی تھی۔

ایک راتیں تھی کہ جسے ڈھنگ سے ایک گالی دینے بھی نہیں آتی تھی اور ایک رُخ تھی۔۔ جس نے خود سے عہد باندھ رکھا تھا کہ وہ اس زمین میں دفن تو ہو جائے گی لیکن کبھی ظلم برداشت نہیں کرے گی۔۔ !

رامو کا کاشور سن کر داخلی دروازے کی جانب دوڑتے ہوئے آئے تھے۔ دادی بھی گھبرا کر کمرے سے باہر نکل آئی تھیں۔ پھر اسے لڑکے کو مارتے دیکھ کر اپنی ہی جگہ ٹھہر گئیں۔۔ رامو کا بھی پھٹی آنکھوں سے اسکے چلتے ہاتھ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی میں کسی لڑکی کو اس طرح لڑتے اور اتنے سخت الفاظ کا استعمال کرتے نہیں دیکھا تھا۔

لڑکے نے ایک دو دفعہ اسے مارنے کے لیئے ہاتھ اٹھایا لیکن وہ ہر دفعہ اتنی پھرتی سے اسکا وار روکتی تھی کہ وہ مزید بوکھلا جاتا تھا۔ اسے گھر سے لات مار کر باہر پھینکنے کے بعد وہ اندر کی جانب مڑی تو رمشہ بے ساختہ ہی بھاگتی ہوئی اسکے قریب آئی اور پھر اس سے چمٹ گئی۔ اس نے اپنے سرخ پڑتے ہاتھوں

سے اسکی پیٹ تھپتپائی تھی۔ پھر اسے خود سے الگ کیا۔ اسکا وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔ اس نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر مضبوطی سے کھڑا کر رکھا تھا۔

"یہ لڑکا کون تھا رمشہ۔۔؟"

اور رمشہ ایک بار پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

"میں نے پوچھا یہ کون تھا۔۔؟"

اسکی آواز طیش سے بلند ہوئی تھی۔ رمشہ نے آنسوؤں سے بھیگی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"ز۔۔ زرتاج۔۔ کابھائی تھا وہ۔۔"

اور رُخ کی پیشانی پر پڑا ہر بل ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ لب اگلے ہی پل بھیج گئے تھے اور ابرو تن گئے

تھے۔۔ زرتاج۔۔ استاد مخ !

اس نے اپنے دانت پیسے تھے۔۔

اب کہ لاؤنج میں رمشہ دادی کے ساتھ لگی بیٹھی تھی اور لالہ رُخ اسکے بالکل مقابل۔۔ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے۔۔ سپاٹ اور سرد چہرہ لی۔۔

"یہ لڑکا کب سے تنگ کر رہا ہے تمہیں رمشہ۔۔؟"

اسکی بے لچک سی آواز پر رمشہ نے رو رو کر ہلکان ہوتی نگاہیں اٹھائی تھیں۔ پھر گیلی سانس اندر کو کھینچ کر کہنے لگی۔

"پ۔۔ پہلے بھی ایک دفعہ وہ مجھے ایسے ہی ہراساں کر کے گئے تھے۔۔ کچن میں ہی۔۔"

اسکا سانس بے تحاشہ چڑھا ہوا تھا اور خوف سے آواز تک لرز رہی تھی۔ لالہ رُخ کی سرد نگاہیں اسکا سانس خشک کی گئی تھیں۔ اس نے کبھی رُخ کو اتنا سنجیدہ اور سپاٹ نہیں دیکھا تھا۔

"کیا کہہ رہا تھا پہلے یہ تم سے۔۔؟ اور ابھی کیا بکواس کی ہے اس نے۔۔؟"

دادی بھی اب کہ سوالیہ نگاہوں سے رمشہ کا فق چہرہ تک رہی تھیں۔ اس نے پہلے حلق میں جمع ہوتی بہت سی گرہیں نگلیں اور پھر بے حد ہلکی سی آواز میں کہنے لگی۔

"وہ۔۔ وہ پہلے بھی یہی کہہ رہے تھے کہ میں ارسل بھائی سے کہوں کہ وہ آپکو۔۔ آپکو چھوڑ دیں اور زرتاج سے شادی کر لیں۔ وہ مجھے دھمکا کر گیا تھا کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو وہ مجھے۔۔ مجھے خراب کر دے گا۔۔ وہ مجھے خاندان بھر میں بدنام کر دے گا۔۔ وہ مجھے کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔۔"

اسکی یہ بات سنتے ہی رُخ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ اس نے ضبط سے گہرا سانس لیتے ہوئے جیسے بہت سا اہلتا طیش دبایا تھا۔ دادی اب پھر سے رمشہ کو ساتھ لگاتیں بہت بے چین سی نظر آرہی تھیں۔ اسکی باتیں سننے کے بعد جیسے وہ بھی خوفزدہ ہوئی تھیں۔ پھر حیران ہو کر کہنے لگیں۔۔

"ذرا شرم نہیں آئی ان بے غیرت لوگوں کو اپنی ہی خالہ کے گھر میں نقب لگاتے ہوئے۔ خدایا۔۔ ہم تو کبھی شک بھی نہیں کر سکتے تھے ان پر۔۔ کیسا وقت وارد ہو چلا ہے اللہ۔۔ اور یہ زرتاج۔۔ یہ لڑکی تو مجھے شروع سے ہی ایک آنکھ نہیں بھائی۔۔"

اگلے چند پل کوئی کچھ نہ بولا۔ لاؤنج میں محض رمشہ کی دبی دبی سی سسکیاں وقفے وقفے سے سنائی دے رہی تھیں۔ پھر اگلے ہی پل رُخ گہرا سانس لیتی آگے کو جھکی۔ ہتھیلیاں باہم ملا کر، کہنیاں گھٹنوں پر جمالیں۔ سیاہ ارتکاز اٹھا کر رمشہ کی آنکھوں میں دیکھا۔

"میری بات اب دھیان سے سنو رمشہ۔۔"

اس نے کبھی کسی کی اس قدر سرد آواز نہیں سنی تھی۔ اسے رُخ سے ایک پل کو خوف آیا تھا۔

"صبح تم اپنے وقت پر ہی کالج جاؤ گی۔ رامو کا کا کے ساتھ جا کر انہی کے ساتھ واپس آؤ گی۔ کالج کے بعد کہیں بھی باہر نکلنے کی ضرورت نہیں تمہیں۔ آنٹی، شیر بابا یا پھر ارسل کو بتا کر پریشان کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اسی لیئے اس مسئلے سے میں خود نیٹ لوں گی۔۔ وہ اب تمہیں تنگ نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو وہ اپنی قبر خود تیار کرے گا۔ باقی۔۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ رمشہ اور دادی نے ایک ساتھ ہی سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں کسی سے بھی۔ آرام کرو تم۔۔ آج دادی کے ساتھ انکے کمرے میں سو جاؤ، اکیلے نہیں سونا۔۔ صبح سب ٹھیک ٹھاک اٹھیں گے۔۔ کچھ نہیں ہوا اوکے۔۔؟"

اسکا گرم جوش سا والہانہ پن اس پل بالکل مفقود تھا۔ وہ سنجیدہ سی مختصر بات کر کے آگے بڑھی تو رمشہ نے بے اختیار دادی کی جانب خائف نگاہوں سے دیکھا۔

"دادی۔۔ بھابھی مجھ سے ناراض ہیں کیا۔۔!"

اسے رُخ کے ایسے رویے پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ دادی نے مسکرا کر اس کے چمکتے بھورے بالوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔ پھر بہت آہستگی سے بولیں۔

"وہ رُخ ہے ناں رمشہ۔۔ اسے سمجھنا تھوڑا سا مشکل ہے۔۔ وہ بیک وقت ابھی بہت سی باتوں پر غصہ ہے۔۔ بہت سی باتوں پر دکھی ہے۔۔ اور بہت سی باتوں کو وہ ابھی درست نتائج کے ساتھ سمجھ نہیں پارہی۔ جب وہ ان سب کے ساتھ اپنا معاملہ درست کر لے گی تب ضرور تم سے بات کرے گی وہ۔۔ ابھی اگر اس نے تم سے مزید کوئی بات کی تو بچے۔۔ وہ اپنے الفاظ سے زخمی کر دے گی تمہیں۔۔"

دادی کی وضاحت پر اس نے سرخ سی حیران آنکھیں پھیلائی تھیں۔۔

"میں نے کچھ نہیں کیا ہے دادی۔۔ میرا کوئی قصور نہیں اس سب میں۔۔"

"مجھے پتا ہے میری جان۔۔"

انہوں نے نرمی سے کہہ کر، ایک بار پھر اسے خود میں بھینچا تھا۔

"لیکن یہ جو فاسٹر لوگ ہوتے ہیں ناں۔۔ ان کا غصہ الگ قسم کا ہوتا ہے۔ یہ اپنے ہاتھ استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔۔ یہ جواب اکثر اپنی جسمانی تکنیک اور طاقت سے دیا کرتے ہیں۔۔ ایسے لوگ ظلم

برداشت نہیں کرتے اور ظلم پر خاموش رہنے والوں کو تو ہر گز بھی قبول نہیں کرتے۔۔ وہ جانتی ہے کہ اگر تم سے ابھی بات کرے گی تو تمہیں تکلیف پہنچا دے گی۔۔ اسی لیئے ابھی وہ اٹھ کر چلی گئی ہے۔ اس میں جو غصہ طاقت کی صورت ابل رہا ہے کہیں وہ تم پر نہ اتر جائے۔۔ اسی لیے اس نے تم سے مزید کوئی بات نہیں کی۔۔ "

دادی نے بہت سہولت کے ساتھ کہہ کر اسکی پریشانی دور کر دی تھی۔ اس نے بہت اداس ہو کر زینوں کی جانب دیکھا تھا جہاں سے رُخ ابھی ابھی گزر کے اوپر کی جانب بڑھی تھی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے دادی۔۔ مجھے بھا بھی سے ڈر لگ رہا ہے۔۔ "

وہ چند لمحے تو خاموش رہیں لیکن پھر انکی ہولے سے ابھرتی آواز نے اسے اگلی ہی ساعت میں برف کر دیا تھا۔۔

"وہ خطرناک ہے رمشہ۔۔ اس سے ڈرنا ہی چاہیئے۔۔ "

انہیں آج۔۔ اس پل۔۔ اسی گھڑی۔۔ اندازہ ہوا تھا کہ وہ لڑکی کتنی مضبوط اور سرد تھی۔ ظالم کے لیئے کس قدر کاٹ دار اور بے رحم تھی۔۔ وہ لڑکی۔۔ جو ہر لمحہ قلقاریاں بھرتی تھی۔۔ جو ہر لمحہ

گزرتی زندگی کو اپنی پوری شادابی کے ساتھ بسر کرنا جانتی تھی۔۔ وہ لڑکی جو رنگوں اور پھولوں کی رسیا تھی۔۔ ہاں وہی لڑکی۔۔ اپنی ذات کے اندر کبھے رنگوں کی رنگینی میں۔۔ کہیں بہت گہرائی تک زخمی تھی۔۔ اسے اندر کہیں ایسا زخم لگا تھا کہ جسکی نمائش بھی حرام تھی اس معاشرے میں۔۔ ہاں کہیں۔۔ اندر وہ لڑکی ایسی ہی تھی۔۔ عام لڑکیوں جیسی۔۔

لاؤنج میں اب انکی بہت مدھم سی سرگوشی گونج رہی تھی۔ ان میں سمٹی رمشہ کا خوف آہستہ آہستہ زائل ہونے لگا تھا۔ ایسا خوف۔۔ جو پچھلے کئی دنوں سے اسے جمائے ہوئے تھا۔ اس وقت۔۔ دادی کی نرم گرم سی آغوش میں پانی بن کر بہنے لگا۔ کچھ خوف ہوتے ہیں کہ جن کو محض نرمی زائل کر سکتی ہے۔۔ اور کچھ خوف کا علاج محض سختی ہوا کرتی ہے۔۔ اسی سختی نے لالہ رخ کے خوف کو اسکے اندر سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ اور شاید۔۔ اسی سختی نے۔۔ اسے تھوڑا سا۔۔ بہت تھوڑا سا۔۔ کرخت کر دیا تھا۔۔ !

آفس سے واپس لوٹتے وقت سنسان سڑک پر جیسے ہر ذی روح اپنا وجود کھوچکا تھا۔ اس نے دھواں دھواں ہوتی آنکھوں سے نظر آتے منظر کو جذب کرنے کی کوشش کی تھی۔ پھر گہرا سانس لے کر

گاڑی کو یو نہی تیخ پڑتی، تار کول کی بے رحم سی سڑک پر بے ہنگم دوڑاتا رہا۔ دل جیسے ہر شے سے اچاٹ
ہو تا جا رہا تھا۔۔۔ بیزار۔۔۔ خالی سا۔۔۔

سامنے نظر آتی سیاہ سڑک کی سخت سی ساخت پر گاڑی دوڑاتے ہوئے وہ خود کو بھی یہیں کہیں گم کر دینا
چاہتا تھا۔

اوپر کمرے کا دروازہ بند کر کے وہ چند ساعتیں گہرے گہرے سانس لیتی خود کو نارمل کرنے لگی تھی۔
اسکا سارا جسم لمحوں میں تپتے تانبے کی مانند سرخ ہو گیا تھا۔ گردن پر ابھرتی بہت سی پسینے کی بوندیں
اسکے اندر مچی توڑ پھوڑ کا غماز تھیں۔ اس نے لمحے بھر کو آنکھیں بند کی تھیں۔۔۔

اسکول کے وسیع و عریض میدان میں چند لڑکیاں اس پر جھکیں اسکے چہرے پر اپنے جوتوں سے
ضربیں لگا رہی تھیں۔ تکلیف کی شدت سے اس نے آنکھیں میچ رکھی تھیں اور گٹھڑی کی صورت وہ
مٹی مٹی سے میدان پر گری۔۔۔ بہت بے بس دکھ رہی تھی۔ ایک زوردار ضرب اسکے ہونٹ پر لگی تو
خون کی ایک باریک دھار بہہ کر مٹی میں جذب ہو گئی۔

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسکا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔ کچھ خوف ہوتے ہیں۔۔ جو انسان کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑا کرتے۔۔ اس روز میدان میں بے بسی سے پڑے رہنے کا خوف آج بھی کہیں اس کے اندر سانس لے رہا تھا۔ وہ مضبوط تھی۔۔ بہت دلیر اور دبنگ تھی۔ اب جب ظلم ہوتے اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھتی تھی تو اسکا جسم یونہی تپ کر بھٹنا جایا کرتا تھا۔ شاید وہ اس بچی کو اس ذلت سے بچا نہیں سکی تھی جو اس روز بہت بے بس سی میدان میں منہ کے بل گری ہوئی تھی۔۔ لیکن پھر اسکے بعد۔۔ وہ ہر ظلم کو روک لینا چاہتی تھی۔۔ وہ ہر ایک کو ایسی کسی بھی ذلت سے بچا لینا چاہتی تھی۔۔ ہاں وہ ایسا ہی کرنا چاہتی تھی۔

ارسل نے گاڑی گھر کو جاتے راستے کی جانب موڑی اور پھر اداسی سے گہری ہوتی تاریکی میں خود بھی تاریکی کا ہی حصہ لگنے لگا۔ اسکی بھوری آنکھیں زخمی لگتی تھیں۔۔ زخمی اور خاموش۔۔ گہری اور بوجھل۔۔

رُخ نے آگے بڑھ کر ڈریسنگ روم کا دروازہ کھولا اور پھر خالی خالی نگاہوں سے خود کا عکس آئینے میں دیکھے گی۔ اسکی آنکھوں میں ضبط کی سرخی ابھری تھی۔ بے اختیار اس نے اپنے نچلے ہونٹ کو چھوا۔۔

ٹھیک وہیں۔۔ جہاں اسے وہ ضرب لگی تھی۔۔ تکلیف آج بھی ہوتی تھی۔۔ زخم مندمل ہو کر بھی زخم ہی رہا کرتے تھے۔

ارسل نے خاموشی سے داخلی دروازہ کھولا اور پھر بنا چاپ پیدا کی مئے آگے بڑھ آیا۔ لیکن اسکا رخ اوپر کو جاتے زینوں کی جانب نہیں تھا۔ اسکا رخ تو گھر کے عقب میں بنے اس کھوکھلے تہہ خانے کی جانب تھا کہ جس میں اس نے اپنے بچپن کا بہت سا حصہ گزارا تھا۔ س نے آگے بڑھ کر زینوں کے دوسری طرف قدم رکھا اور پھر تاریکی میں ڈوبے دروازے کو دھکیل کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

وہ اب چہرے پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھی۔ پھر گیلیا چہرہ اٹھا کر خود کو آئینے میں دیکھا۔۔ جوڑے میں بندھے بال ہلکے سے ڈھلک کر گردن پر آگرے تھے اور پانی کی چند بوندیں بہہ کر اسکی ٹھوڑی سے لڑھک رہی تھیں۔

وہ اب سیاہ تہہ خانے کے زینوں پر دھیرے دھیرے قدم دھرتا تر رہا تھا۔ کوٹ اس نے باہر ہی صوفے پر ڈال دیا تھا اور ٹائی کی گرہ ڈھیلی ہو کر گردن کے ساتھ ہولے سے جھول رہی تھی۔ آہستہ آہستہ پیچھے کی جانب مڑی ہوئی تھیں اور بھوری آنکھیں اندھیرے میں بھی کسی کی آسودہ سی خوشبو محسوس کرتیں اگلے ہی پل بند ہو گئی تھیں۔۔ اس تاریک تہہ خانے میں بسی نازنین کی خوشبو۔۔

اسکے لمس اور اسکے محبت سے بھرپور تاثرات نے اسے آج بھی زندہ کر رکھا تھا۔ وہ جب بھی اداس ہوتا تھا۔ اسی تہہ خانے کا رخ کیا کرتا تھا۔

لالہ رخ نے خود کو وضو کے پانی سے بھگوایا اور پھر آہستگی سے چلتی بیڈ کی جانب چلی آئی۔ شدید طیش کے وقت وضو کا بھگوتا پانی بہترین ہوا کرتا ہے۔ ایسا پانی جو انسانی وجود پر چڑھی کثافت اور گھٹن کی ہر گرہ کو خود کے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے۔ اس نے بھی اتنے عرصے کی محنت میں یہی سیکھا تھا۔ اب وہ بالوں کو جوڑے سے آزاد کرتی آہستہ سے اپنے بستر پر لیٹ رہی تھی۔ اسکی سیاہ جگمگاتی آنکھیں کھوکھلی سی دکھائی دیتی تھیں۔

"زخم کی تکلیف پر رونے میں قباحہ نہیں رخ۔ اپنی کم ہمتی پر رونے میں قباحہ ہے! جو کم ہمتی اور بزدلی پر رودے وہ بھی بھلا کوئی انسان ہوا۔"

اسفند لالہ کی بہت عرصے پہلے کہی بات اسکی سماعت میں گھلی تھی۔ زخم زخم آنکھیں گلابی ہو گئیں۔ لیکن ان سے ضبط کا آنسو نہ ٹپکا۔ وہ مضبوط تھی۔ وہ نہیں روئے گی۔ اس نے مٹھی بھیج کر خود کو بکھرنے سے روکا تھا۔

ارسل اب دیوار کے ساتھ لگ کر خاموشی سے بیٹھا تھا۔ اسکی آنکھیں تاریکی میں گھور رہی تھیں۔ پھر اسکے رخسار پر ایک آنسو پھسلا۔ اگر جو وہ نازنین کو نہ کھوتا تو وہ بھی آج۔۔ شیر افگن۔۔ اسفند۔۔ فرقان۔۔ ہاں وہ بھی سب کی طرح مضبوط ہوتا۔۔ وہ بھی بے خوف اور نڈر ہوتا۔۔ لیکن وہ یہ سب نہیں تھا۔ اس نے ایک انسان کو کھونے کے بعد خود کے خوف میں پناہ لی تھی۔۔ اور جو اپنی ذات میں جڑ پکڑتے خوف میں پناہ لیتے ہیں وہ صدیوں تک اس قید سے رہائی حاصل نہیں کر سکتے۔

رُخ نے چونک کر آس پاس دیکھا تھا۔ ارسل۔۔ ارسل کو تو اب تک آجانا چاہیئے تھا۔۔ وہ جلدی سے سیدھی ہو بیٹھی پھر چہرہ گھما کر گھڑی کی جانب نگاہ پھیری۔۔ رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے لیکن سردیوں کی راتیں ہونے کے باعث یوں لگتا تھا گویا رات کا آخری پہر چل رہا ہو۔۔ اس نے بے ساختہ ہی اٹھ کر کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر دوپٹے سے بے نیاز، کھلے بالوں کو ہاتھ سے سمیٹتی تیز تیز زینے اترنے لگی۔ اسکا دل اچانک ہی بہت گھبرانے لگ گیا تھا۔ ارسل۔۔ اسے اس سب میں وہ بالکل بھول گیا تھا۔ ابھی وہ داخلی دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی کہ یکدم ٹھہر گئی۔۔ وہ زینوں کے اس پار سے بہت تھکا ماندہ سا آ رہا تھا۔ اسے یوں دوپٹے کے بغیر۔۔ کھلے بالوں کے ساتھ کھڑا دیکھا تو چونک کر رک گیا۔۔

وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ کر ٹھہر گئے تھے۔۔۔ رک گئے تھے۔۔۔ روک لی گئے تھے۔۔۔ برف ہوتے ٹائلز پر کھڑے وہ دونوں اس سے برف ہی کے مجسمے دکھ رہے تھے۔۔۔ تیخ۔۔۔ نرم دھوپ کی تمازت سے پگھلنے کے لیئے بے تاب۔۔۔! اس برف سی دنیا میں اپنے خوف میں سمٹ کر زندہ رہنے والے دو مجسمے۔۔۔ سانس لیتے۔۔۔ زندہ اور زخمی مجسمے۔۔۔ کیا کبھی تم نے ایسے مجسمے دیکھے ہیں۔۔۔؟

داخلی دروازہ کھلا ہونے کے باعث اک سرسرا تا جھونکا اندر کو داخل ہوا اور رخ کے بالوں کو اپنے ساتھ اڑالے گیا۔۔۔ پلکوں کی باڑ پر آنسوؤں کے چند قطرے لیئے اسکی سیاہ آنکھیں اتنی دور سے بھی جگمگا رہی تھیں۔ ان آنکھوں کی جگمگاہٹ ہی نے ارسل کا دل لمحے بھر کے لیئے جکڑ لیا تھا۔۔۔

خوف کے پل صراط پر ایک جانب وہ کھڑی تھی تو دوسری جانب ارسل۔۔۔ ایک رونا جانتا تھا تو دوسرا خود کے آنسوؤں کو مٹھی بھیج کر ڈانٹنا جانتا تھا۔ ایک نے اپنے خوف کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے تھے اور دوسرے نے اسی خوف کو دھول بنا کر اڑا دیا تھا۔۔۔ فرق کہاں تھا بھلا۔۔۔! لیکن فرق تھا۔۔۔ فرق تو بہت تھا۔۔۔ لیکن فرق سے بھلا کیا فرق پڑتا تھا؟ قلب تو کبھی بھی پلٹ سکتا تھا۔۔۔ کسی بھی ساعت۔۔۔ کسی بھی لمحے اور ہر ماہ و سال کی قید سے آزاد ہو کر۔۔۔

وہ اگلے ہی پل دوڑتی ہوئی آئی اور بے اختیار اس کے گلے لگ گئی۔ وہ اپنی جگہ ہی ساکت ہو گیا تھا۔ آنکھیں حیرت سے پھیل کر باہر آنے کو تھیں اور سانس تک رک گیا تھا۔ وہ ایڑیاں اونچی کیڑے، آنکھیں موندے اس سے لگی رہی۔ اسکا دل بہت ڈر گیا تھا۔ اچانک ہی اسے دادی کی باتیں یاد آ گئی تھیں۔۔۔ لیکن۔۔۔ پھر۔۔۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔۔۔ اگلے ہی پل وہ خود بھی اپنی بے ساختگی پر دنگ رہ گئی تھی۔۔۔ پھر ایک جھٹکے سے الگ ہوئی۔۔۔

وہ سانس تک روکے دیکھ رہا تھا اسے۔۔۔ جیسے اسے سمجھ نہ آ رہا ہو کہ یہ تھوڑی دیر پہلے رُخ نے کیا تھا۔۔۔! وہ اب چھوٹے بچوں کی طرح منہ میں انگشتِ شہادت دبائے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

"یہ کیا تھا رُخ۔۔۔!"

اس نے بے یقینی سے کہا تو وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔۔۔"

اسکی خوفزدہ سی آواز ابھری تھی۔ لالہ رُخ دی گریٹ۔۔۔ ڈر گئی تھیں۔۔۔ ہاں جی۔۔۔ وہی۔۔۔ ہماری جھانسی کی رانی۔۔۔ میمنے سے ڈر گئی تھی۔۔۔

"پھر یہ کیا تھا۔۔!"

ارسل کی حیرت سے پھیلی آنکھیں اب تک رخ پر جمی تھیں جو خود بھی تیزی سے پلکیں جھپکاتی خود کو کمپوز کر رہی تھی۔

"سوری۔۔"

"اب یہ سوری کس لیئے ہے۔۔؟"

وہ جیسے بیزار ہوا تھا۔

"میں نے بغیر اجازت کے۔۔ آ۔۔ آپکو۔۔"

اور اسکی اٹکتی زبان اگلے ہی پل رک سی گئی تھی۔ یاد آیا کہ وہ تولالہ رخ تھی۔۔ بیچاری سی صورت پر جھکے ابرو تن گئے۔۔ چہرہ جو پریشان حال ساد کھتا تھا، اعتماد سے جگمگانے لگا۔۔ بال جو بکھر کر پشت پر گر رہے تھے اگلے ہی لمحے اس نے انگلیاں چلا کر اک ادا سے لہرائے۔۔ ہاں جی۔۔ اب لگ رہی تھی وہ جھانسی کی رانی۔۔

"کیا کیا ہے میں نے۔۔! شوہر ہی ہیں ناں آپ میرے۔ اگر میں نے آپکو گلے لگا لیا تو اس میں کیا ہو گیا۔

مجھے تو کوئی شرمندگی نہیں۔۔ آپکو کوئی مسئلہ ہے کیا۔۔؟"

اصولاً تو اسے شرمندہ ہونا چاہیئے تھا لیکن ڈھٹائی زندہ باد۔۔!

"جی ہے مجھے مسئلہ۔۔ اور ٹھیک ٹھاک قسم کے تحفظات ہیں مجھے تو۔۔"

ارسل جل بھن ہی تو گیا تھا اسکے پینتر ابدلنے پر۔ وہ دو قدم چل کر اسکے قریب آئی تو ارسل بے ساختہ ہی پیچھے کو ہوا۔ ایک ہاتھ حفاظتی طور پر سینے پر بھی رکھا تھا۔ محتاط سی آنکھیں رُخ پر ہی جمی تھیں۔۔

"ڈرگئے کیا آپ۔۔؟"

شرارت سے چمکتی آنکھوں کے ساتھ سوال کیا تھا اس نے۔۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔

"سدھر جائیں رُخ آپ۔ تھوڑی سی وہ ایک چیز ہوتی ہے شرم نام کی۔۔ لیکن آپکو کیا پتہ کہ وہ کیا ہوتی ہے۔۔"

اس نے آنکھیں اندر کو کر کے بڑے انداز سے خفا ہوتے ہوئے کہا تھا۔ ساتھ ہی اسے گھور کر دیکھا۔۔

سر کو ہلکا سا جھٹکا بھی دیا۔۔ جیسے کہہ رہا ہو۔۔ "ہنہہ"

"میں نے اگر کوئے بے شرمی والا کام کیا ہوتا تو میں شرمندہ بھی ضرور ہوتی لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا اسی لیئے مجھے کوئے شرمندگی نہیں۔۔ آپ تو بس ناولز کی ہیر و نین کی طرح ہمیشہ مجھ سے ڈر کر پیچھے جاتے رہا کریں۔۔ اور یہ ہاتھ۔۔"

اس نے اسکے حفاظتی بندھ کی جانب تمسخرانہ سا اشارہ کیا تھا۔۔

"یہ ہاتھ کسی کام کا نہیں ہے آپکا۔۔ آپ میرے ہیں اور ہمیشہ میرے ہی رہیں گے۔۔ سنا آپ نے۔۔"

اس نے بھی آخر میں اسے گھور کر دیکھا تھا پھر گردن "ہنہ" جھٹکتی زینے چڑھتی اوپر کی جانب بڑھ گئی۔ نیچھے ارسل نے دانت پیسے تھے۔۔

"میں آپکا نہیں ہوں۔۔ میں صرف میرا ہوں۔۔ سنا آپ نے۔۔"

آخر میں ایڑیوں کے بل اونچا ہو کر زور سے بولا تھا وہ۔۔ رُخ نے شانِ بے نیازی سے ہاتھ جھٹک کر اسکے خیالِ مبارک کو گویا رد کیا تھا۔ ارسل نے اس کے ایسے انداز پر کھولتے ہوئے ماتھے پر ہتھیلی جمائی تھی۔۔ کیا کرے وہ اس لڑکی کا۔۔

اس نے کمرے میں آتے ہی دروازہ بند کیا اور پھر اس کے ساتھ لگی کھڑی رہی۔ چہرے پر چھائی ہٹ دھرمی اور بے نیازی لمحوں ہی میں عنقا ہوئی۔۔۔ لعنت۔۔۔ لعنت۔۔۔ لعنت ہولالہ رُخ۔۔۔ اس نے خود پر اس سے بہت لعنتیں بھیجی تھیں۔ پھر سر دونوں ہاتھوں میں تھامتی بستر کی جانب چلی آئی۔ یہ کیا کر دیا تھا اس نے۔۔۔ کیا "چیزی" حرکت تھی بھلا یہ۔۔۔!! اف اف اف۔۔۔ یعنی کے بس اف۔۔۔ وہ اب گداز سے تکیئے پر مکے مار رہی تھی۔۔۔ ساتھ ساتھ لعنت کے چار حرف بھی خود پر بار بار بھیج چکی تھی۔ پھر بے دم سی آڑی تر چھی بستر پر دراز ہو گئی۔۔۔ ایسے کے ایک ٹانگ بیڈ سے نیچے لٹک رہی تھی اور دوسری اس نے موڑ رکھی تھی۔۔۔ بال بیڈ پر بکھرے ہوئے تھے اور دوپٹہ ندارد۔۔۔ اسے اپنی بے ساختگی پر بہت غصہ آرہا تھا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔۔۔؟ جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا تھا۔

پگھلتی چاندنی میں یہ پہلی بے ساختگی تھی جو اس سے سرزد ہوئی تھی۔ ارسل نیچے صوفے پر گردن پیچھے کو کیئے، آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ اور لالہ رُخ۔۔۔ وہ اب تک اپنے بازوؤں میں ارسل کا نرم گرم ساسر اپا محسوس کر رہی تھی۔۔۔ اس میں تو کوئی شک نہیں تھا کہ وہ دونوں ہی پاگل تھے۔۔۔ لیکن ایک بات بتاؤں۔۔۔ ان پاگلوں کو محبت ہونے لگی تھی۔۔۔ جو بنا چا پ پیدا کیئے، انکے قلوب میں داخل

ہو رہی تھی۔۔ ہاں بالکل خاموشی سے۔۔ جس سے فی الحال۔۔ ہمارے دونوں لیونے (پاگل) بے خبر تھے۔۔

دوسری صبح اسفند اور فرقان، افغان کے ساتھ لاؤنج میں بر اجمان شادی کی تقریب کے بارے میں محو گفتگو تھے۔ اس زینے والے واقعے کے بعد اسفند نے دوبارہ رامین کو دیکھا ہی نہیں تھا۔۔ جانے کہاں تھی وہ۔۔ ساتھ ساتھ اب رامش اور جنید بھی لاؤنج ہی میں چلے آئے تھے۔۔ کسی بات پر جھگڑ بھی رہے تھے شاید۔۔

"تم مجھے آئندہ اپنی شکل مت دکھانا جنید۔۔ زہر لگ ہے ہو تم مجھے اس وقت۔۔"

رامش کے دانت کچکا کر کہنے پر فرقان اور افغان دونوں انکی جانب متوجہ ہوئے تھے۔ اسفند البتہ اپنے فون پر جھکا کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھا۔

"لیکن میری شکل تو تم دیکھ رہے ہو۔۔ نہیں۔۔؟"

جنید نے پورے دانتوں کی نمائش کی تھی۔۔ ساتھ ساتھ ابلتے رامش کو چھیڑا بھی۔۔

"ہوا کیا ہے بھی۔۔؟ کس بات کا جھگڑا ہے۔۔؟ اور شکل کیوں نہیں دیکھنا چاہتے تم ہمارے جنید کی۔۔؟ اتنا تو پیارا ہے۔۔"

فرقان ہی نے مصالحت سے کہا تھا۔ رامش یکدم بدکا۔۔ پھر خفگی سے فرقان کو دیکھا۔۔

"اس نے میری کلاس فیلوز کے سامنے کہا کہ میں۔۔ مجھے گلابی رنگ پسند ہے اور یہ بھی کہ میں لڑکیوں کی طرح ڈرامے دیکھتا ہوں۔۔ یہ بھی کہ مجھے جنات سے ڈر لگتا ہے۔۔ اور میں خون نہیں دیکھ سکتا۔۔ جانتے بھی ہیں سب نے کتنا مزاق اڑایا میرا وہاں۔۔ سب تب سے مجھے "بابی رمشہ" کہہ کر چھیڑ رہے ہیں۔ اتنی بے عزتی ہوئی ہے میری۔۔"

"حالانکہ لالہ جو چیز ہے ہی نہیں اس کے بارے میں فکر مند ہونے کا کیا جواز۔۔؟"

جنید کی زبان ایک بار پھر سے چل پڑی تھی۔ رامش کا بس چلتا تو اس کا سر اب تک پھاڑ چکا ہوتا لیکن ہک باہ۔۔! اسفند لالہ ساتھ ہی بیٹھے تھے۔ انکی گھوری پر تو وہ ویسے ہی سہم جایا کرتا تھا۔

"تم منہ بند رکھو اپنا۔۔ میں بھی تمہاری کلاس فیلوز کو بتاؤنگا کہ تم۔۔ تم چھپ چھپ کر حجاب باندھنے والی وڈیوز دیکھتے ہو۔۔"

دھت تیری کی۔۔! جنید یکدم ہی سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ لبوں پر چپکی مسکراہٹ لمحے ہی میں اڑ نچھو ہوئی۔
فرقان لالہ کو بے اختیار ہی ہنسی آئی تھی۔ افغان نے البتہ گردن ہلائی تھی۔۔

"تم۔۔ وہ چند وڈیوز میں نے اپنی دوست کو سینڈ کی تھیں کیونکہ اسکا انٹرنیٹ ٹھیک سے کام نہیں کر رہا
تھا۔۔ اور تم۔۔ تم میرا موبائل کس سے پوچھ کر اٹھاتے ہو۔۔؟"

اب اکھڑا تھا جنید ہتھے سے۔۔ رامش کو اسے ایسے دیکھ کر بہت مزا آیا۔

"جیسے تم میرے بغیر پوچھے میری ہر چیز استعمال کرتے ہو۔۔ بالکل ویسے ہی۔۔"

"بھائی ہوں میں تمہارا۔۔!"

آپارشیڈہ کی طرح ہاتھ جما کر جتایا تھا جنید نے اسے۔

"اچھا پھر میں کون ہوں تمہارا۔۔ آلو۔۔ یا پھر وہ کھڑکی کے پاس رکھا گملا۔۔؟ میں بھی تو بھائی ہی ہوں
تمہارا۔۔!"

اسفند نے اب کہ کھولتے جنید اور سختی سے ابرو اکھٹے کیئے رامش پر نگاہ ڈالی تھی۔ افغان اور فرقان
البتہ ہنستے ہوئے ان کی طوفانی نوک جھونک سن رہے تھے۔۔

"تو کیا غلط کہا ہے میں نے۔۔؟ کیا تمہیں گلابی رنگ نہیں پسند۔۔؟"

"ہاں تو گلابی رنگ پسند کرنے میں کوئی قباحت بھی نہیں جنید۔ رنگوں کے ساتھ تو کم از کم جنس کو جوڑنا چھوڑ دو۔۔"

فرقان نے اپنی ہنسی روک کر سہولت سے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر۔۔ اب تم مجھ سے میرا چارجر لے کر دکھانا موبائل کا۔۔"

رامش کی یہ دھمکی بہت زیادہ کارآمد تھی۔ کیونکہ جنید کے اپنے موبائل کا چارجر ٹوٹ چکا تھا اور اسکا موبائل محض رامش کے چارجر ہی سے چارج ہوتا تھا۔

"چاہیئے بھی نہیں مجھے۔۔"

"اور مجھے وہ سارے پیسے بھی واپس دو جو تم نے مجھ سے ادھار لیئے تھے۔ وہ سارے تحائف بھی جو میں نے تمہاری برتھ ڈے پر تمہیں دیئے تھے۔۔ ابھی کہ ابھی مجھے سب کچھ واپس چاہیئے۔۔"

جنید کو پسینہ ہی آگیا تھا۔ اب وہ یہ سب کہاں سے دیتا اسے۔ افغان کو درمیان میں آنا ہی پڑا۔۔

"بس ختم کرو اب۔۔ اور جنید تم آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کرو گے۔ رامش تم بھی کچھ نہیں کہو گے اس کی کلاس فیلوز کے سامنے۔۔"

لیکن وہ دونوں شروع ہو چکے تھے۔ رامش کو اب اس سے اپنی ہر چیز واپس چاہیئے تھی مگر جنید کا یہی کہنا تھا کہ وہ تو اوپر نیچے سے کنگال ہی بیٹھا ہے۔ ابھی یہ چھوٹی سے جھڑپ تیسری جنگِ عظیم میں بدل جاتی کہ اسفند کی بہت ٹھنڈی سی آواز پر ان دونوں کی زبانوں کو بریک لگا تھا۔

"رامش اور جنید۔۔ اب میرے کانوں میں آواز نہیں آئے تم دونوں کی۔۔"

اور واقعی ان دونوں کی سٹی ایک ساتھ ہی گم ہوئی تھی۔ اب وہ چہرہ پھیرے فرقان سے کچھ کہہ رہا تھا۔ کسی کو دعوت دینی تھی شاید۔ ایک تو اسکی جان پہچان اس قدر تھی کہ لوگ رہ رہ کر یاد آتے جا رہے تھے۔ اسی لمحے فاطمہ کے ساتھ لاؤنج میں گل داخل ہوئی تو وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"لالہ رُخ کو بتایا تم نے اس رشتے کے بارے میں۔۔؟"

فاطمہ لاؤنج میں آکر بیٹھیں تو افغان نے پوچھا۔ انہوں نے بے ساختہ ہی ماتھے پر ہاتھ مارا تھا۔۔

"ارے دیکھیں۔۔ اسے بتانا تو بھول ہی گئی۔۔ کل اسکی ساس بھی آئی تھیں لیکن انہیں بتانا مجھے

مناسب نہ لگا۔ سوچا تھا رُخ کو بتا دوں گی وہ خود ہی اپنے طریقے سے آگاہ کر دے گی۔۔"

رامش نے انہیں اور گل کو پانی لا کر تھمایا تو وہ پی کر کچھ پر سکون ہوئیں۔

"کوئی بات نہیں مامی۔۔ میں خود بتا دیتا ہوں لالے کو فون کر کے۔۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا تھا۔ اسے جانے کیوں سوچ کر ہی مزا آیا تھا کہ لالہ رُخ کا رد عمل کس طرح کا ہو گا۔ اسکی بات پر افغان اور فاطمہ نے بیک وقت سر ہلایا تو وہ باہر کی جانب بڑھ گیا۔ انیکسی کی اندر قدم رکھتے ہی وہ بری طرح چونکا تھا۔ اسکے سامنے ہی راین کھڑی تھی۔۔ ساتھ ہی عافیہ بھی تھی۔۔ شاید وہ انیکسی کی صفائی کروا رہی تھی جیسے ہر ہفتے کروایا کرتی تھی۔ اسے دیکھ کر پل بھر کو ٹھہری اور پھر ناک بھوں چڑھا کر ساتھ سے نکلتی آگے بڑھنے لگی تو وہ اسے بے ساختہ ہی پکار بیٹھا۔ ہاں ٹھیک ہے وہ بہت برا تھا لیکن پھر بھی راین اسکی بات سن کر نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔۔ وہ اسفند تھاناں۔۔ اسی لیئے۔۔

"زخم کیسا ہے۔۔؟"

اس نے پلٹے بغیر ہی پوچھا تھا۔ راین کی بھی پشت اسکی جانب تھی۔ دونوں کے چہرے مخالف سمت میں تھے۔ عافیہ ان دونوں کو پیچھے چھوڑے آگے بڑھ گئی تھی۔

"کونسا زخم۔۔؟"

اسکے سوال پر وہ حیران ہوا تھا۔ کتابیں پڑھنے والی لڑکیاں آسان نہیں ہوا کرتیں۔۔ وہ بھی بڑی مشکل باتیں کر جایا کرتی تھی۔

"ہر وہ زخم جو تکلیف دیتا ہے۔۔"

"کیا کریں گے جان کر۔۔؟"

"مرہم رکھنے کا کچھ سامان کرونگا۔"

"ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں۔۔؟"

"زخموں کی عادت ہو جائے تو انکی تکلیف بھی زندگی کا حصہ لگنے لگتی ہے اسفندیار۔"

اور اسفندیار کو کبھی کسی لڑکی نے یوں لا جواب نہیں کیا تھا۔

"تم اب تک ناراض ہو مجھ سے۔۔؟"

"کیا مجھے نہیں ہونا چاہیئے۔۔؟"

سوال پر سوال کر رہی تھی۔۔ وہ سانولی سی لڑکی کمال کر رہی تھی۔۔

"اپنے محسن سے کوئی ناراض ہوتا ہے بھلا۔۔"

"محسن کے احسان اور ظلم میں جب فرق کرنا ممکن نہ ہو تب میرے خیال سے ناراضگی بجا ہوتی ہے۔۔"

"میں نے کوئی ظلم نہیں کیا راین۔ سوچ بھی نہیں سکتا میں ایسا۔۔"

"آپ نے یہ سب کر کے یہ بتایا ہے اسفند کے آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اس سارے عرصے میں۔۔

میری بات کی کوئی اہمیت۔۔ کوئی حیثیت نہیں تھی۔۔ میں کچھ نہیں ہوں۔۔ میرا وجود بھلا آپ کے

اٹل فیصلوں کے آگے کیا معنی رکھتا ہو گا۔۔!"

اسکی اس آخری بات نے اسفند کو تکلیف پہنچائی تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر اپنا سر اپا اسکی جانب پھیرا تھا۔

"معافی طلب کرونگا تو کیا تب بھی معاف نہیں کروگی۔؟"

اور اب حیران ہو کر پلٹنے کی باری راجین کی تھی۔

"تمہیں بچانا چاہتا تھا میں اس آدمی سے۔ یقین کرو۔ اگر وہ قابل ہوتا تمہارے تو کبھی درمیان میں نہیں آتا میں۔۔ بلکہ ہر اس ہاتھ کو کاٹ کر پھینک دیتا جو تمہیں اس سے الگ کرنے کی کوشش کرتا۔"

وہ آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لے سنے گئی تھی اسے۔ اس پر یقین کرنے کو دل چاہتا تھا۔

"کچھ لوگ ہوتے ہیں اسفند۔ جو تکلیف سے کسی کو بچانا بھی چاہیں تب بھی تکلیف ہی پہنچا دیا کرتے ہیں۔ کیا آپ کو اندازہ ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں۔!"

وہ سوال نہیں تھا۔ اس کے اتنے واضح جملے پر وہ اداسی سے مسکرایا تھا۔

"میں جانتا ہوں۔ مجھ سے زیادہ مجھے کوئی نہیں جانتا ہو گا۔ اور اگر میں چھوٹی تکلیف دے کر کسی کو بڑی تکلیف سے بچا لیتا ہوں تو ایسا کوئی گھائے کا سودا بھی نہیں کرتا میں۔۔"

اسے پتا تھا کہ وہ کیا ہے۔ بس یہ راین کو ہی آج پتا چلا تھا۔ وہ چند لمحے خفگی سے اسے دیکھتی رہی اور پھر تھک کر بولی۔

"یہ پٹھانوں کا ظالم ہو کر بھی محسن ہونا ضروری ہوتا ہے کیا۔۔!"

وہ چند لمحے تو اسے لب کھولے دیکھتا رہا اور پھر ہنس پڑا۔ راین بھی نم آنکھوں سے ہنس دی تھی۔

"میں اچھا والا پٹھان ہوں سچ میں۔۔"

"برے ہیں آپ۔۔ بہت برے ہیں۔۔"

"سچ ہے۔۔ بروں کے لیئے بہت برا ہوں۔۔ تمہارے لیئے اچھا بن جاؤنگا۔۔"

وہ آسودگی سے مسکرائی اور پھر جلدی سے پلٹ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اسے آن کی آن ہی میں بہت سی شرم نے گھیر لیا تھا۔ وہ بھی اسے جاتا دیکھتا رہا۔۔ پھر چونک کر اپنے بجتے فون کی جانب متوجہ ہوا۔۔ لالہ رُخ کالنگ لکھا آ رہا تھا۔۔ اس نے مسکراتے ہوئے فون کان سے لگایا تھا۔۔

"لالے میں رامین سے شادی کر رہا ہوں۔"

دوسری جانب وہ بے یقینی سے چیخی تھی۔ اس نے فون بے ساختہ ہی کان سے دور ہٹایا۔۔ یہ رُخ بھی ناں۔۔ بس رُخ ہی تھی۔۔

پورا ایک دن بہت خاموشی سے دبے پاؤں انکے درمیان سے سرسرا کر گزر گیا تھا۔ نہ ہی لالہ رُخ نے ارسل کی جانب دیکھا تھا اور نہ ہی ارسل نے لالہ رُخ کی طرف دیکھنے کی غلطی کی تھی۔۔ اس جیسی سر پھری لڑکی کا کیا بھروسہ تھا۔۔ جانے کیا کر دیتی اس کے ساتھ۔۔

اس نے سوچتے ہی جھر جھری لی تھی۔ پھر صوفے پر دراز، موبائل نگاہوں کے سامنے کی مئے کچھ ٹائپ کرنے ہی لگا تھا کہ لالہ رُخ کی چیخ پر بے اختیار ہی موبائل اسکی گرفت میں اتھل پتھل سا ہو گیا۔ اس نے باقاعدہ ڈر کر رُخ کی جانب دیکھا تھا۔ وہ اب فرط جذبات سے دکھتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی آہستہ سے اٹھ بیٹھا۔۔ سوالیہ نگاہوں سے اسکا متمتا سا چہرہ دیکھنے لگا۔۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں ناں لالہ۔۔! آپ مجھ سے مزاق تو نہیں کر رہے ناں۔۔!"

وہ اب بے چینی اور بے یقینی کے سمندر میں غوطہ زن ہوئی۔۔ دائیں سے بائیں۔۔ بائیں سے دائیں۔۔ اور پھر سے دائیں۔۔ ٹہل رہی تھی۔ ارسل کی نگاہیں اسکی جنبش کے ساتھ ساتھ سفر کرنے لگیں۔ وہ اب باقاعدہ کودنے لگی تھی۔ اس نے کوفت زدہ سی نگاہ اس پر ڈالی اور دوبارہ سے دراز ہونے ہی لگا تھا کہ اسکی اگلی چیخ پر جھٹکے سے پھر سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیا۔۔!! اگلے ہفتے۔۔ آپ اگلے ہفتے ہی کریں گے شادی۔۔ ارے رکیں۔۔ رامین مان گئی کیا۔۔ اچھا چھوڑیں اسے۔۔ اسکا ماننا نہ ماننا برابر ہے۔۔ ہوتی کوئی میرے جیسی تو پھر بتاتی آپکو کہ مہرباں جب آتے آتے دیر کرتے ہیں تو کس قسم کے خوفناک چھتر انتظار کر رہے ہوتے ہیں ان مہرباں حضرات کا۔۔ اب وہ تو بیچاری رامین ہے ناں۔۔ کیا کر سکتی ہے آپکے جیسے جن کے سامنے۔۔"

وہ اب ہنستی ہوئی تیز تیز پشتوں میں بولتی جا رہی تھی۔ اسکی خوشی بڑی جنگلی قسم کی تھی۔۔ یا شاید اسکا اظہار ہی جنگلیوں والا تھا۔۔ ہا ہا ہو کر کے ہنسنے والا۔۔ خوش ہونے والا انداز۔۔ اللہ گواہ تھا کہ ارسل کو ایسے ٹیڑھے بانکے۔۔ قہقہے لگا کر ہنسنے والے لوگ کبھی پسند نہیں آئے تھے لیکن ہائے ری قسمت۔۔!

اس نے بے ساختہ ہی ماتھ پیٹا تھا۔ وہ اس ماتھے پر لکھی تقدیر کو کیسے مٹا سکتا تھا بھلا؟ اسے اس جن کو قبول کرنا ہی تھا۔ کیونکہ اس کہانی کا جن وہ ہر گز بھی نہیں تھا۔ وہ تو اس کہانی کی "پری" تھا۔ نازک۔۔ ڈرپوک اور بیوقوف سی پری۔۔

اب وہ فون بند کرتی اسی کی طرف آرہی تھی۔ ارسل نے بے اختیار ہی زیر لب کوئی حفاظتی دعا پڑھی تھی۔ پھر بڑی معصومیت سے سر اٹھا کر اپنے سر پر کھڑی آفت کو دیکھا۔ وہ یکدم دھم سے اس کے برابر میں بیٹھی تھی۔

"ارسل آپ کو پتا ہے راین کارشتہ ٹوٹ گیا۔۔"

اس نے ایک زوردار دلفریب سا قہقہہ لگایا تھا۔ ارسل نے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو "بی بی کچھ تو ہوش کریں۔۔"

"رشتہ ٹوٹ۔۔ رشتہ ٹوٹ گیا مطلب۔۔ اور تم خوش ہو رہی ہو۔۔؟ انکارشتہ ختم ہو گیا اور تم خوش ہو رہی ہو۔۔!"

اسے واقعتاً حیرت نے گھیرا تھا۔ رُخ نے یکدم ہی منہ بگاڑ کر اس کے کندھے پر دھپ رسید کی تھی۔ اس نے جھنجھلا کر اپنا کندھا سہلایا پھر۔۔۔ براسا منہ بنا کر اسے دیکھنے لگا۔۔

"میں بتاتی ہوں آپ کو کہ اصل میں کہانی ہوئی کیا۔۔"

پچھلا "واقعہ" اس کی یاد کے پردے سے بالکل صاف ہو چکا تھا اور اب وہ بالکل ڈرامائی سے انداز میں اسے بتانے لگی تھی کہ رامین کی زندگی کی کہانی آخر شروع کیسے ہوئی تھی۔ وہ بھی اس کا انداز دیکھ کر سننے پر مجبور ہو گیا تھا۔ کیا غضب کا انداز تھا ویسے۔۔ آنکھیں چھوٹی کر کے۔۔ انگلیوں سے اندیکھی لکیریں کھینچتی وہ ساتھ ساتھ طلسماتی کہانی بننے لگی تھی۔۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے۔۔ کہ ایک لڑکی۔۔"

"خدا کے لیئے رُخ میرے کانوں سے خون آنے لگ جائے گا۔۔"

ارسل نے گہرا سانس لے کر اس کے گھسے پٹے انداز پر تبصرہ کیا تھا۔ اس نے ایک پل کو ابرو اکھٹے کر کے گویا برامان کر اس مہمنے کی جانب دیکھا۔۔ یہ پہاڑی بکرا۔۔!

"کہانی جب سنانے لگتے ہیں ناں تو کبھی اسے "ایک دفعہ کے ذکر" سے شروع نہیں کرتے۔ یہ کہانی کی روح سلب کرنے کے مترادف ہے۔ تم کہانی کو اس کے حال سے اٹھا کر ماضی کی گتھیوں سے سلجھاؤ۔۔۔ پھر اسے دوبارہ سے حال میں لا کر بہنے دو۔۔۔ وہ اپنا وجود کسی شفاف جھرنے کی مانند ثابت کر دکھائے گی۔۔۔ کہانی کو ہمیشہ وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے وہ اپنا وجود آپکو القاء کرتی ہے۔ کہانی کے ساتھ زور زبردستی نہیں کیا کرتے،

نہیں تو پھر وہ آپکو اپنے رازوں کا امین نہیں ٹھہراتی۔۔۔"

رُخ اپنی گھسی پٹی سی کہانی بھول کر ارسل کو دیکھنے لگی تھی۔ انگلیاں فضا ہی میں ساکت ہو گئی تھیں اور نگاہیں ستائش سے لمحے بھر کو پھیلی تھیں۔

"آپ کیا آفس کے علاوہ کہانیاں بھی سناتے ہیں۔۔۔؟"

اس نے پوچھ ہی لیا۔۔۔ وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ پھر ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔

"پاگل ہو گیا۔۔۔ بتاؤ پھر کیا ہو ارا مین کے رشتے کا۔۔۔؟"

"پہلے آپ مجھے بتائیں کہ کیا آپکو کہانی آتی ہے۔۔۔؟"

وہ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ لگ رہی تھی۔ اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"ہا۔۔ ہا۔۔ ایک دو کہانیاں تو آتی ہی ہیں مجھے۔۔"

"آپ سنائیں گے مجھے؟"

اس نے یکدم ہی مچل کر اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیئے تھے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ لڑکی لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکا کرتی تھی۔ اس سے تو وہ کسی معصوم بچے کی مانند امید افزاء نگاہوں سے ارسل کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔ لالہ رُخ کو شاید خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کتنی پیچیدہ تھی۔ اسکا ایک روپ دیکھ کر دوسرا گماں کی سی صورت لگنے لگتا تھا۔۔

اسکے جگمگاتے آئینے کے اس پار کا عکس سیاہ تھا تو دوسرا عکس تروتازہ سی صبح کی مانند دکھتا ہوا۔ ایسے لوگوں سے ڈرنا چاہیئے۔۔ وہ کب پگھلتی صبح میں سیاہی کا لبادہ اوڑھ لیں۔۔ کوئی ادراک کیسے کر سکتا ہے بھلا۔۔ !

اس نے نا محسوس طریقے سے اپنے ہاتھ اسکی گرفت سے نکالے تھے۔ پھر بادل نحواستہ سر ہلا ہی دیا۔۔

"ہاں۔۔ سنا دوں گا۔۔ لو اب۔۔ اور دور ہو جاؤ مجھ سے۔۔"

اسکا انداز بالکل ایسا ہی تھا۔ رُخ نے خوش ہو کر تالیاں پیٹی تھیں۔ پھر چمکتے دانتوں کی بھرپور نمائش کرتی بتانے لگی۔

"مجھے وہ والی کہانی سنائیے گا جس میں شیر ہوتا ہے۔۔ ایک انسان جنگل میں درخت کے اوپر رہتا ہے اور اسکے بہت سارے جانور دوست بھی ہوتے ہیں۔ ساتھ ساتھ وہ اڑ بھی سکتا ہو۔۔ اس کے اندر کسی عام انسان سے بھی زیادہ طاقت ہو۔۔ وہ اچھا خاصہ ہینڈ سم ہو۔۔ اسے جانوروں کی زبان بھی آتی ہو۔۔ جنگلی اور پھر پیارا ہو۔۔ کیا ایسی کوئی کہانی آتی ہے آپکو۔۔؟"

ارسل کو اب کہ ہنسی بھی نہیں آرہی تھی۔ اس نے بمشکل پلکیں جھپکا کر رُخ کے رُخ مبارک کو دیکھا تھا۔

"انسان ہو۔۔ شیر بھی ہو۔۔ اڑتا بھی ہو۔۔ ہینڈ سم بھی ہو۔۔ جانوروں کی زبان بھی آتی ہو۔۔ مطلب لگ بھگ خود بھی جانور ہی ہو۔۔ اور بھلا درخت پر کیوں رہے گا وہ۔۔؟ گھر میں رہنے میں کیا مصیبت ہے۔۔؟"

"نہیں۔۔ وہ درخت پر ہی رہتا ہو۔ اس سے ذرا اسکا رُف سا شخصی تاثر پڑے گا ناں۔۔"

لیکن ارسل کو اسکے درخت پر رہنے میں سخت اعتراض تھا۔ راین کی شادی کہیں پیچھے رہ گئی تھی۔ ابھی اہم مسئلہ یہ تھا کہ وہ "عجیب الخلق" انسان درخت پر رہے گا یا گھر میں۔۔

"مجھے ایسی ہی ایک کہانی سننی ہے ارسل۔۔ مجھے کچھ نہیں پتا۔۔"

"تمہیں واقعی کچھ نہیں پتا ہے رُخ۔"

اس نے بہت افسوس سے کہا تھا یہ جملہ۔۔ پھر اس نے سر اثبات میں ہلا کر اسے یقین دہانی کروائی کہ وہ اسے ایک ایسی ہی کہانی سنا دے گا۔ ایسی ہی بکو اس کہانی۔۔ بکو اس اسکے منہ پر نہیں کہا نہیں تو پھر سامنے کے دانت نہیں بچتے ناں۔۔ سمجھا کریں۔۔

"راین کا رشتہ کیوں ختم ہو گیا رُخ۔۔؟ تمہارے تایا تو بہت پریشان ہونگے۔ تم اتنی خوش کیوں ہو مجھے سمجھ نہیں آرہا۔۔ سب ٹھیک ہیں ناں گھر میں۔۔؟"

"سب ٹھیک ہیں۔۔ اسفند لالہ شادی کر رہے ہیں راین سے۔ تایا نے بھی ہاں کہہ دیا ہے۔ سب بہت بہت خوش ہیں ارسل۔۔ وہ لوگ بہت گھٹیا تھے۔ کسی بھی طرح لائق نہیں تھے وہ راین کے۔ اچھا ہوا کہ یہ رشتہ ختم ہو گیا اور اسفند لالہ نے شادی کے لیئے ہامی بھر لی۔۔"

اسکی بات سن کر وہ چند پل تو خاموشی سے کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔۔

"اتنی جلدی اسفند لالہ کا راضی ہونا۔۔ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہا۔۔"

اسکی بات سن کر لالہ رُخ کی بانجھیں اگلے ہی لمحے پوری طرح سے کھل گئی تھیں۔ اس نے رازدارانہ سا اسکی جانب جھک کر کہا۔۔

"اتنی جلدی کہاں۔۔ وہ تو کب سے راضی تھے۔۔"

"کب سے راضی تھے مطلب۔۔؟"

ارسل ٹھٹکا تھا۔ لالہ رُخ نے یوں ہاتھ جھلایا جیسے کہہ رہی ہو۔۔ ایک تو آپ بھی ناں ارسل۔۔ بس ارسل ہی ہیں۔۔

"مطلب وہ انہیں شروع سے ہی پسند کرتے تھے۔۔"

وہ اسکی بات پر بھک سے اڑا تھا۔ آنکھیں پھیلا کر پوری طرح سے اسکے آسودہ سے چہرے کو دیکھا تھا۔

"تو پھر وہ کسی اور کے ساتھ انکی شادی کیسے ہونے دے رہے تھے۔۔؟ اور ابھی ایسے اچانک انکے

سسرالیوں کی جانب سے انکار کا آنا کچھ مشکوک نہیں لگ رہا تمہیں۔۔؟"

اسکی بات سن کر لالہ رُخ مسکرائی تھی۔ پھر سیاہ متبسم آنکھیں اسکی جانب پھیریں۔۔ ہلکاسا اسکی جانب جھکی۔۔

"مجھے پتا ہے ارسل کہ یہ انکار ہوا نہیں ہوگا۔۔ یہ انکار کروایا گیا ہوگا۔۔ لیکن میں کبھی لالہ کو یہ باور نہیں کرواؤنگی کہ میں اس بارے میں جانتی ہوں۔۔ ہم ایک دوسرے سے وہ باتیں نہیں کرتے جن کے پیچھے ہماری کمزوریاں بندھی ہوتی ہیں۔ وہ جانتے ہونگے کہ مجھے اس بات کا علم ہوگا لیکن وہ اور میں ہمیشہ اس بات سے ایسے ہی انجان رہیں گے جیسے یہ سب انہوں نے کیا ہی نہ ہو۔۔"

اسکی ریڑھ کی ہڈی ایک لمحے کو سنسنائی تھی۔ بمشکل تھوک نکل کر اس نے بہت کچھ سمجھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"ایسے تو جانے کتنے رازوں کے امین ہو گئے تم لوگ۔۔؟"

وہ سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ پھر گہرا سانس بھرتی مسکرائی۔۔

"ہم پٹھان لوگ ایسے ہی بہت سے راز اپنے سینوں میں دفن رکھتے ہیں ارسل۔ ہمارے دل بہت بوجھل ہوتے ہیں لیکن ہم پھر بھی۔۔ بھاری بھر کم۔۔ راز سنبھالنا جانتے ہیں۔۔ ہم بہادر ہوتے ہیں۔۔"

غیرت مند بھی۔۔ جرأت مند بھی۔۔ ہمیں لکارنا آسان نہیں ہوتا۔۔ لیکن پھر۔۔ وہ بھی ہم ہی ہوتے ہیں جو جوان جنازوں کو اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھا کر قبروں تک لے جاتے ہیں۔۔ وہ پھر ہم ہی ہوتے ہیں جو رات کے آخری پہر کسی کی موجودگی نہ پا کر رو پڑتے ہیں۔۔ وہ ہم ہی ہوتے ہیں کہ جنگی عمریں قصاص اور عدالتوں کے چکروں میں گزر کر ختم ہو جاتی ہے۔۔ ہم مزاق تھوڑی ہیں۔۔ ہم زندہ دل۔۔ رازوں کی حفاظت کے دعویدار لوگ ہیں۔۔ کمزور اور بیک وقت مضبوط۔۔ "!

ارسل مسکرایا تھا۔

"تم تو خاصی متاثر لگتی ہو اپنے پٹھان لوگوں سے۔۔"

"میں متاثر ہوں بھی۔۔ میں نے اپنے آس پاس بہت جنگیں دیکھی ہیں ارسل۔۔ ظلم کی ناکسم ہونے والی داستانیں سنی ہیں۔۔ لوگوں کو اپنے جوان بیٹوں کے جنازوں کے قریب روتے بلکتے دیکھا ہے۔۔ میں نے بہت خون دیکھا ہے۔۔ بہت تکلیف دیکھی ہے۔۔ لیکن اس سب کے بعد بھی جیسے میں نے جواں مردی سے اپنے گھر کے مردوں کو مقابلہ کرتے دیکھا۔۔ لڑتے دیکھا۔۔ تب مجھے اندازہ ہوا کہ جو بزدلی کی موت مرا وہ بھی کیا خاک ہوا۔۔"

اس نے ارسل کی جانب دیکھا تھا۔ لیکن وہ اسکی جانب دیکھنے کے بجائے اسکے ہاتھوں کی اوپری جلد دیکھ رہا تھا۔۔ جو ہلکی سی خراش زدہ تھی۔۔ اس نے اگلے ہی پل اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بغور دیکھے تھے۔ پھر چہرہ اٹھا کر رخ کو دیکھا۔۔

"یہ زخمی کیسے ہوئے تمہارے ہاتھ۔۔؟"

رخ نے جلدی سے اپنے ہاتھ اسکی گرفت سے نکالے تھے۔ پھر عجلت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"میں۔۔ میں گر گئی تھی۔۔ اسی لیئے لگی ہے یہ چوٹ۔۔ اور ابھی مجھے آنٹی اور رمشہ کو بھی تو بتانا ہے پھر تیاری بھی کرنی ہے۔۔ رہنے بھی جانا ہے اماں کے گھر۔۔"

وہ اب "ہائے مزے۔۔ مزے۔۔" کہتی کمرے سے باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اس نے پرسوج نگاہوں سے دروازے کی جانب دیکھا اور پھر گہرا سانس لیتا دوبارہ سے صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔۔

وہ اب دادی اور سمیرا کو فاتحانہ سے انداز میں بتا رہی تھی کہ کیسے رامین کا رشتہ ان گھٹیا لوگوں کی جانب سے ختم ہو کر۔۔ بہت ہی پیارے۔۔ گنجے کبوتر۔۔ اسفند سے جڑ چکا ہے۔ دادی اور سمیرا تو خیر بہت ہی

خوش ہوئی تھیں۔۔ پھر اس سے شادی کی مصروفیت اور تیاریوں کے بارے میں پوچھنے لگیں۔۔ گھر کی بات گھر ہی میں طے ہو جانے کی طمانیت انکے چہروں ہی سے عیاں تھی۔ اس نے مسکرا کر پلٹتے پلٹتے۔۔ رمشہ کا پوچھا تو دادی بے ساختہ ہی چونکیں۔۔ اس نے انکا چونکنا محسوس کر لیا تھا لیکن پھر بھی اطمینان سے کھڑی رہی۔۔

"وہ تو اپنے کمرے میں ہے بچے۔۔ پتا نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے اسے۔۔ باہر ہی نہیں نکلتی اپنے کمرے سے۔ کل ہی مجھے شیر بھی کہہ رہے تھے کہ رمشہ کی صحت دن بدن گرتی جا رہی ہے۔"

وہ یکدم ہی فکر مند ہوئی تھیں۔ رُخ ہلکا سا مسکرائی۔۔

"آپ اسے مجھ پر چھوڑ دیں۔۔ ابھی دیکھیں کیسے ٹھیک کرتی ہوں میں اسے۔۔ اچھا آئی۔۔ مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے شادی کے لیئے۔۔ رمشہ کو ساتھ لے جاؤں۔۔ کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گا ناں۔۔؟"

اسے جواب پتا تھا لیکن پھر بھی رک کر پوچھ لینے میں حرج ہی کیا تھا۔ اس نے بھی سمیرا کی رضامندی پر مسکراتے ہوئے سراپالاؤنج سے باہر کی جانب پھیرا اور پھر زینے چڑھتی اوپر رمشہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔

"شاپنگ پر۔۔ لیکن بھابھی میرے پاس تو سب کچھ پہلے سے ہے۔۔"

اس کے سر پر پہنچ کر کہنے پر وہ سٹیٹائی تھی۔ پھر جلدی سے اسکی "آفر" سے خوفزدہ ہو کر نفی میں سر ہلایا لیکن اگر جو لالہ رُخ کسی کے منع کرنے سے مان جاتی تو پھر وہ رُخ کیسے کہلاتی۔ اس نے ہاتھ جھلا کر بڑے انداز سے اسکی نفی رد کی تھی۔ پھر آگے بڑھ کر اسکی الماری کا ایک پٹ واکیا۔۔ چند کپڑے الٹے پلٹے۔۔ مایوس ہو کر چہرہ رمشہ کی جانب پھیرا۔۔

"یہ دادی کی کلیکشن تمہاری الماری میں کیا کر رہی ہے؟"

اسکے استفسار پر رمشہ نے نا سمجھی سے دیکھا تھا اسکی جانب۔۔

"کیا مطلب؟"

"ہر رنگ ہی سفید، سیاہ، یا پھر سرمئی ہے تمہاری الماری میں تو۔ ایسے تو نہیں لگ رہا کہ یہ کسی کالج جاتی لڑکی کی الماری ہے۔۔ یوں لگ رہا ہے کہ دادی جان کی الماری غلطی سے کھول لی ہو۔"

"آپ میری پسند کا مذاق اڑا رہی ہیں۔۔؟"

وہی ارسل کی طرح خفا ہونے والا انداز۔۔ اسے بے ساختہ ہی میمنہ یاد آیا تھا۔۔ خفا ہو کر رُخ موڑتا۔۔
منہ بسورتا ہوا۔۔ اسے دیکھتی وہ مسکرائی پھر پاس چلی آئی۔ اسے دونوں کندھوں سے تھام کر اپنی
جانب پھیرا۔ وہ ڈری ڈری سی تھی۔۔ خوفزدہ۔۔ سہمی ہوئی۔۔ اسے اس چھوٹی سی لڑکی پر لمحے بھر کو
ترس آیا تھا۔۔

"تم ڈر رہی ہو۔۔؟"

اسکا سوال بہت براہِ راست تھا۔ وہ لمحے بھر کو خود میں سمٹ سی گئی تھی۔

"نہیں۔۔ می۔۔ میں ٹھیک ہوں بھابی۔۔"

"ایک دفعہ چہرہ آئینے میں دیکھو اپنا۔۔ بتاؤ کہاں سے ٹھیک لگ رہی ہو تم۔۔؟"

اس نے اسے کھینچ کر سنگھار آئینے کے سامنے کھڑا کیا تھا۔ رمشہ اپنا چہرہ دیکھ کر لمحے بھر کو گنگ رہ گئی۔
روکھا، مرجھایا ہوا۔۔ پڑمردہ سا چہرہ تو کبھی بھی اسکی شخصیت کا خاصہ نہیں تھا۔۔ وہ تو ہمیشہ چمکتی چمکتی،
تروتازہ سی رہا کرتی تھی۔۔ یہ اسے کیا ہوتا جا رہا تھا۔۔

"بتاؤ مجھے۔۔ کہاں سے ٹھیک ہو تم۔۔؟"

اس نے اسے کندھوں سے تھام رکھا تھا۔ بے اختیار ہی رمشہ کی آنکھوں سے آنسو پھسلے۔۔ گلے میں گرہیں لگنے لگیں۔۔ آنسو روکنے کی وجہ سے حلق درد کرنے لگا تھا۔

"رونے سے کسی نے نہیں روکا ہے تمہیں۔ رولو۔۔ اچھے سے رولو۔۔ رونے میں کوئی قباحت نہیں۔۔ لیکن رلانے والوں پر ادھار چھوڑنے کی اجازت بھی نہیں تمہیں۔۔"

اسکی آواز اگلے ہی لمحے دھیمی سرد سی محسوس ہوئی تھی رمشہ کو۔ ایک لمحے کے لیئے اس نے خوفزدہ ہو کر دیکھا تھا رخ کو۔۔ کہا پھر بھی کچھ نہیں۔۔

"آج میں تمہیں سمجھاؤں گی رمشہ کہ شیر کی ایک دن کی زندگی، گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر کیسے ہوتی ہے۔۔!"

اس نے اسے اپنی جانب پھیرا تھا۔ پھر اسکی نم آنکھوں میں مضبوطی سے دیکھا۔ کندھوں کو زور سے تھاما۔

"تم میرے ساتھ ابھی چل رہی ہو۔۔ ابھی اسی وقت۔۔ اس حسان نامی مخلوق کو ایک زوردار گھونسا مارنے۔۔!"

لیکن اسکی اگلی بات پر رمشہ کا سانس حلق ہی میں اٹک کر رہ گیا تھا۔۔ اسے پتا تھا کہ یہ حسان نامی مخلوق کون تھا۔۔ جی وہی۔۔ آپ درست سمجھے۔۔ زرتاج کا خبیث بھائی۔۔

ڈرائیک دماغی فتور ہوتا ہے۔

اسے خود میں جگہ دینے والے۔۔ اپنے حقوق کے قاتل ہوتے ہیں۔ اپنی دنیا کو۔۔ اپنے ہی قدموں تلے روند رہے ہوتے ہیں۔۔ ڈر سے نہ ڈرا کریں۔۔ اسے تو راکھ بنا کر۔۔ اڑا دیا کریں۔۔ کہ پھر آپ آزاد ہونگے۔۔ اپنی ذات میں پلٹی ہر اس تاریکی سے۔۔ جو روکتی ہے آپکو۔۔ روشنی کی جانب سفر کرنے سے۔۔ اور جانتے ہیں کیا۔۔ دنیا میں موجود کون لوگ خطرناک ہوتے ہیں۔۔ ہاں وہی۔۔ جو بے خوف ہوں۔۔ جو کسی سے نہیں ڈرتے۔۔ انہیں کوئی چیز نہیں ہراسکتی۔۔ کیونکہ وہ روند کر آئے ہوتے ہیں۔۔ اپنے وجود میں پلٹی۔۔ سیاہی کو۔۔ سیاہی جو۔۔ روکتی ہے آپکو۔۔ بے خوف ہونے سے!۔۔

وہ بھی اب کے اپنی خالہ کے بنے عالیشان سے گھر میں موجود تھی۔ لالہ رُخ نے خاص طور پر سیاہ لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ بالوں کو جوڑے میں باندھے، پیروں میں ہائی ہیلز پہنے۔ ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھی۔ وہ اپنے مقابل بر اجمان شخصیت کو جوتی کی نوک پر رکھے ہوئے تھی۔ اسکا ٹھنڈا، مسکراتا سا انداز ایسا تھا کہ وہ جس زمین پر چلتی ہے۔ اس میں دفن تو ہو سکتی ہے لیکن کسی کی ناحق بات برداشت نہیں کر سکتی۔

اسی کے ساتھ رمشہ بھی بر اجمان تھی۔ اپنے ازلی انداز سے مختلف، ذرا غیر آرام دہ۔ لیکن مضبوط بننے کی کوشش کرتی ہوئی۔ وہ سبز رنگ کے لباس میں ملبوس، بالوں کو فرانسسیسی طرز کی چوٹی میں گوندھے۔ اپنی پوری تیاری کے ساتھ آئی تھی۔ اگر آپ مضبوط نہ بھی ہوں تو مضبوط نظر آنے میں کوئی قباحت بھی نہیں۔ یہ آتے ہوئے اسے رُخ نے کہا تھا۔ اور اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے ایسا کچھ غلط بھی نہیں کہہ دیا تھا۔

سامنے بیٹھیں رشیدہ خالہ البتہ خاصی گڑبڑائی ہوئی لگ رہی تھیں۔ انکا ہاتھ بار بار ماتھا چھو رہا تھا۔ رُخ نے ٹھنڈی نگاہوں سے انکا سٹپٹا یا سا انداز دیکھا اور پھر مسکرا کر سیدھی ہوئی۔

"سوری خالہ جان۔ ہم بغیر بتائے ہی آپکی طرف آنکے۔ دراصل میں اور رمشہ شاپنگ کے لیئے جارہے تھے پھر رمشہ ہی نے کہا کہ کیوں ناں ایک سلام خالہ کو بھی کرتے ہوئے چلیں۔۔"

اور وہ لالہ رُخ ہی کیا جو طوفان لانے سے قبل ٹھنڈے طنز کی مار نہ مارے۔ خالہ جو کہ اسے قطعاً بھی پسند نہیں کرتی تھیں اب کہ ذرا سنبھل کر بیٹھیں۔ وہ اپنی بیٹی کی پسند سے واقف تھیں اور اللہ گواہ تھا کہ کتنی کوششیں کی تھیں انہوں نے زرتاج کا رشتہ ارسل سے طے کرنے کی مگر سامنے بیٹھی اس ناگن نے ہر جادو پر جیسے پانی پھیر دیا تھا۔۔

"آتے ہوئے بتا کر آنا چاہیئے تھا رمشہ۔ میں بس ابھی نکلنے ہی والی تھی بازار کے لیئے۔ اب تم لوگ آگئے ہو تو۔۔ چلو میں بعد میں چلی جاؤنگی۔۔ اور آپا کیسی ہیں۔۔؟"

رُخ کو یکسر نظر انداز کر کے انہوں نے رمشہ سے پوچھا تھا۔ وہ انہیں سمیرا کے متعلق بتانے لگی۔ لالہ نے محظوظ ہو کر ابرو نہچائے تھے۔

"خالہ زرتاج نظر نہیں آرہی۔"

نظر اتاری جانی چاہیئے تھی لالہ رُخ کی اس سے۔۔

"زرتاج گئی ہوئی ہے۔"

"کہاں۔۔؟ ارسل کے آفس۔۔؟"

اور ابھی انکی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے انکا جملہ اچک لیا تھا۔ اگلے ہی پل خالہ کا اعتماد جھاگ کر بیٹھ گیا تھا۔ رمشہ نے بھی چونک کر اسے دیکھا تھا۔ ایسے ہی تو نہیں ارسل اسے ظالم کہتا تھا۔

"ک۔۔ کیا مطلب۔۔؟"

"مطلب یہ کہ وہ اس وقت اکثر ارسل کے آفس میں پائی جاتی ہے تو مجھے لگا کہ شاید آج بھی۔۔ لیکن اوہ۔۔ آپ کہیں۔۔ کیا کہہ رہی تھیں۔ کہاں ہے زرتاج۔۔؟"

معصومیت سے آنکھیں جھپکائیں۔۔ اداکارہ نہ ہو تو۔۔

"مجھے نہیں پتا کہ تم کیا کہہ رہی ہو لیکن وہ اس وقت اپنی اکیڈمی جاتی ہے۔ اسکا ارسل کے آفس میں کوئی کام نہیں۔۔"

"ہونا بھی نہیں چاہیئے۔ خیر میں نے تو ویسے ہی کہہ دیا تھا۔ بس ایک دوبار اسکے آنے جانے کی خبریں موصول ہوئی تھیں مجھے آفس سے۔۔"

رشیدہ کی تیوری چڑھی تھی اب کہ۔ رمشہ سانس روکے بیٹھی رہی۔ زرتاج کا کیا بھروسہ تھا بھلا۔ زبان کی مٹھاس سے اگلے کے حلق میں کڑوا س گھولتی وہ ذرا بھی نہیں گھبرا رہی تھی۔ وہ صرف ایک سے ہی گھبرا یا کرتی تھی۔۔ اور وہ تھا اسفندیار۔۔ اسکے علاوہ تو وہ کسی کے باپ سے بھی نہیں ڈرتی تھی۔

"جانتی بھی ہو تم کیا کہہ رہی ہو لڑکی !!!"

انکا سرخ بھبھوکا چہرہ دیکھ کر اسے بہت مزہ آیا تھا۔

"کیا آپکو نہیں پتا خالہ کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔۔؟"

"زبان سنبھالو اپنی تم۔۔"

"بالکل۔۔ کیوں نہیں۔۔ لیکن پہلے آپ اپنی بیٹی تو سنبھال لیں۔۔"

یکدم لاؤنج کی فضا میں سناٹا چھا گیا تھا۔ یوں جیسے سب کچھ اپنی جگہ ہی ساکت ہو گیا ہو۔ سوائے رُخ کے سب کچھ واقعی اپنی جگہ ہی ساکت ہو گیا تھا۔

"مجھے سب پتا ہے کہ وہ اس وقت ارسل کے آفس کیوں جاتی ہے اور اسکے پیچھے کیا کیا مقاصد ہیں۔ میں نے ابھی تک اسے اپنے طریقے سے نہیں سمجھایا ہے خالہ جان۔ میں محض ابھی آپکو وارن کرنے آئی

ہوں کہ میرے شوہر سے دور رہیں آپ اور آپکی بیٹی بھی۔۔ اگر آپ لوگ خاموشی سے علیحدگی اختیار کر لیں گے تو میں بھی کچھ نہیں کرونگی لیکن اگر۔۔

اس نے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی تھی۔ پر سکون آنکھیں رشیدہ پر جمائیں۔۔

"اگر آپ نے ارسل کو مزید پریشان کرنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ اچھے سے ذہن نشین کر لیں آپ اس بات کو۔۔"

خالہ جان کے توجہ تنے بھی طبق تھے سب کے سب روشن ہو چکے تھے۔ انہیں اس فی نویلی دلہن سے ایسے خون خرابے اور دھمکی آمیز سے بیان کی امید ہرگز بھی نہیں تھی۔۔ اب کوئی انہیں کیا بتاتا کہ پٹھان دلہنیں تو پھر ایسی ہی ہوا کرتی ہیں۔۔

"ایک منٹ لگے گا مجھے آپ کو بتانے میں کہ انکی فی نویلی دلہن کیا کرتی پھر رہی ہے۔۔ شرم نام کی کوئی چیز ہے بھی تم میں یا نہیں۔۔!"

انہیں جیسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے آخر جواب کیا دینا چاہیئے۔ اس لڑکی نے انکا دماغ چند ہی لمحوں میں گھما کر رکھ دیا تھا۔

"اچھا۔ کیا واقعی۔۔ پھر تو آپکو انہیں یہ بھی بتانا ہو گا کہ آپ پر میں کونسا الزام عائد کرنے آئی تھی۔
کریں فون۔۔ ابھی اور اسی وقت میرے سامنے بات کریں آپ آنٹی سے۔۔ یقیناً تب تک تو آپکو
ادراک ہو ہی جائے گا کہ شرم آخر آنی کس کو چاہیئے۔۔"

یہ ہوا آخری وار۔۔ ڈزڈزڈز۔۔ رمشہ نے بے چینی سے پہلے خالہ کا سرخ سے سیاہ پڑتا چہرہ دیکھا اور پھر
اگلے ہی پل رخ کے ٹھنڈے سے چہرے کی جانب نگاہ گھمائی۔ اسکا سانس ہر گزرتے لمحے جیسے بند ہوتا
جا رہا تھا۔

"ابھی کہ ابھی دفعہ ہو جاؤ میرے گھر سے۔۔"

"ہم نکلتے نہیں ہیں خالہ۔۔ نکالتے ہیں۔۔ یاد رکھیئے گا اس بات کو۔۔ اور سمجھا دیجیئے گا ان زرتاج
محترمہ کو بھی۔۔"

اس نے اگلے ہی پل رمشہ کا ہاتھ تھاما اور پھر اسے ساتھ لیئے داخلی دروازہ پار کرتی باہر کی جانب بڑھ
آئی۔ رمشہ کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا اور اسکے برعکس زرتاج کا چہرہ پر سکون اور ٹھنڈا۔۔

گاڑی میں بیٹھی اب وہ سن ہوئی کھڑکی سے باہر کی جانب دیکھ رہی تھی۔ پھر یکدم ہی چہرہ اسکی جانب پھیرا جو ہلکی سی آواز میں کوئی انجان سی دھن گنگنا رہی تھی۔۔

"یہ سب کیا تھا بھابی۔۔؟"

"کیا۔۔؟"

بغیر اثر لیئے کندھے اچکا کر پوچھا تھا اس نے۔

"آپ ایسے کیسے خالہ کو کہہ سکتی ہیں۔۔! ڈر نہیں لگتا آپ کو انکے رد عمل سے۔۔"

اسکی بات پر وہ ہنس دی تھی۔ پھر مسکراہٹ دبا کر چہرہ اسکی جانب پھیرا۔

"میرے چہرے سے لگ رہا ہے کہ میں کہیں سے ڈری ہوئی ہوں۔۔ نہیں ناں۔۔ رمشہ بچے۔۔ جن

کے اعمال درست ہوں، وہ ڈرتے نہیں ڈراتے ہیں۔ میں نے کبھی کسی کے حق کو نہیں مارا۔ میں نے

کبھی خود کو کسی ناجائز مہم کا حصہ نہیں بنایا۔ میں نے ظلم کرنے والوں کی چٹری ادھیڑنی سیکھی ہے۔۔ اور

جو اتنی صاف گوئی سے زندہ رہنے والے ہوتے ہیں انہیں کوئی چیز نہیں ڈرا سکتی۔ تم بھی ظلم پر خاموش

رہنا چھوڑ دو۔۔ تمہارے اندر کا ڈر خود کہیں ڈر کر بھاگ جائے گا۔۔"

رمشہ اسے چند پل دیکھتی رہی پھر دھیرے سے مسکرا دی۔ آنکھوں میں جانے کیوں بہت ہلکی سی نمی تیرنے لگی تھی۔

"آپ بہت بہادر ہیں بھابھی، میں نہیں ہوں۔۔"

"کوئی بات نہیں۔۔ میں کس لیئے ہوں۔۔ اب آجاؤ۔۔ تمہیں ایک اور مزے کی فلم دکھاؤں۔۔"

اس نے گاڑی کو کسی بلڈنگ کے پارکنگ ایریا میں لا کر روکا تو رمشہ نے چونک کر آس پاس دیکھا۔ وہ کبھی اس جگہ پر نہیں آئی تھی۔

"کہاں جا رہے ہیں ہم بھابھی۔۔؟"

وہ اب خوفزدہ ہوئی آس پاس دیکھتی اس جگہ کو پہچاننے کی سعی کر رہی تھی۔ رُخ نے گاڑی سے نکل کر دروازہ بند کیا تو وہ بھی جلدی سے باہر نکل آئی۔ پھر اسکے ساتھ ساتھ قدم ملا کر تیز تیز چلنے لگی۔

"بھابھی ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔؟"

"بتایا تو تھا تمہیں۔۔ حسان نامی مخلوق کو ایک گھونسا جڑنے جا رہے ہیں ہم۔۔"

اور اس نے آنکھیں پھیلا کر رُخ کو دیکھا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر جلدی سے اسکا بازو کہنی سے تھامے۔۔
اسے مزید اگلا قدم بڑھانے سے روک دیا تھا۔ وہ رک گئی تھی۔۔ پھر گہرا سانس لیا۔۔

"آج اگر تم نے اس ڈر کو خود پر طاری ہونے دیا ناں رمشہ تو یاد رکھنا تم کبھی اس قید سے آزاد نہیں
ہو پاؤ گی۔ تم اس کی غلام بن جاؤ گی۔۔ یہ تمہیں سانس لیتا مردہ مجسمہ بنا دیگا۔ کیا تم ایک دفعہ۔۔ بس
ایک دفعہ ہمت نہیں کر سکتیں اپنے لیئے۔۔؟ میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔ میں ساتھ رہوں گی۔۔ بس
خود کو اس غلامی کے سپرد نہ کرو جو کسی کشید کیئے زہر سے کم نہیں۔۔ خود کو ایسے ضائع مت ہونے
دو۔۔ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ مردار زندگی سے بہتر ہوتی ہے۔۔ تم آگے بڑھو اور
چیر پھاڑ دو۔۔ ظلم کو نہیں بخشے۔۔ جو ظلم کو بخشے ہیں وہ ظالم کے برابر گردانے جاتے ہیں۔۔ کیا تم ظالم
بنا چاہتی ہو۔۔؟"

رُخ نے اسے کندھوں سے تھام کر جھنجھوڑا تھا۔ رمشہ کا تنفس اگلے ہی پل دھونکنی کی مانند چلنے لگا تھا۔
اسکے اندر چنگاری سی ابھری۔۔ مٹھیاں ضبط سے بھنچ گئیں۔۔ وہ کیسے چھوڑ سکتی تھی اپنا حق مارا جانا۔!!
اسے ہر وہ رات یاد آنے لگی جو اس نے رو کر گزاری تھی۔۔ سب جیسے نگاہوں کے سامنے دھواں
دھواں ہونے لگا۔ اس نے رخسار پر پھسلتے آنسو کو بے دردی سے رگڑا۔۔ پھر گلابی آنکھیں اٹھا کر رخ

کو دیکھا۔ لالے نے اسکا عزم دیکھا تو پورے دل سے مسکرائی۔۔ پھر اسے گلے لگالیا۔۔ وہ چھوٹی نازک سی تھی۔۔ بالکل رامین جیسی۔۔ اسے گلے لگایا جانا ہی چاہیے تھا۔۔

گلے ہی پل اب انکے آگے بڑھتے قدموں میں لڑکھڑاہٹ کی جگہ اعتماد نے لے لی تھی۔ ان کے چہروں سے عیاں تھا کہ وہ آج ایک گھونسنے سے کم کسی چیز پر راضی نہیں ہونگی۔ کیا انہیں راضی ہونا چاہیئے تھا۔؟ بالکل نہیں !!

ارسل ابھی ابھی آفس پہنچا تھا اور دیر ہو جانے کے باعث وہ خاصہ پریشان بھی تھا۔ بابا سے عنقریب پڑنے والی جھاڑ کا سوچ کر ہی اسے اکتاہٹ ہونے لگی تھی۔ شیر سے اسکا سامنہ اس آخری بات چیت کے بعد نہیں ہوا تھا۔ شاید وہ انکا سامنہ کرنے کی ہمت خود میں نہیں پاتا تھا۔ اس نے لفٹ کا بٹن دبا کر اسکے کھلنے کا انتظار کیا اور پھر جیسے ہی اندر بڑھنے لگا۔ تو ٹھہر سا گیا۔ اسے زرتاج سے ایک بار پھر سامنہ ہو جانے کی امید نہیں تھی۔ یکدم ہی غصے کی تیز لہر نے اسکے وجود کا احاطہ کیا تھا۔ اس ایک لڑکی کی وجہ سے اسکی زندگی بے ہنگم ہو رہی تھی۔ زہر لگ رہی تھی وہ اسے اس وقت۔

اس نے سپاٹ چہرے کے ساتھ قدم واپس پھیرے تو وہ جلدی سے نکل کر اسکے پیچھے بھاگی۔ اسے کہنی سے تھام کر روکا بھی تھا۔ اس نے پوری قوت سے اسکا ہاتھ جھٹکا تھا۔ پھر جمے دانتوں کے ساتھ غرایا۔

"آپ ادھر کیا کر رہی ہیں زرتاج۔!! کیا میں نے منع نہیں کر دیا تھا آپکو کہ مجھے آپ میں کوئی دلچسپی نہیں۔۔ کیوں آپ مجھے زچ کر رہی ہیں۔۔!"

بہت دنوں کا پلتا لا وہ اگلے ہی لمحے اسکے اندر سے ابل پڑا تھا۔ زرتاج پہلے تو ذرا گڑبڑائی لیکن پھر اگلے ہی پل مسکرا دی۔۔ کندھے پر جھولتے پرس سے موبائل نکالا اور چند بٹن دبانے کے بعد تصاویر آگے پیچھے کرنے لگی۔۔ ایک تصویر پر رک کر اس نے محظوظ سا چہرہ اٹھایا تھا۔۔

"بہت ناز ہے ناں آپکو اپنی بیوی پر۔۔ دیکھیں میں کیا لائی ہوں آپکے لیے آج۔۔"

اس نے اگلے ہی پل موبائل کی جگمگاتی اسکرین اسکی جانب پھیری تھی۔ ارسل نے نا سمجھی سے تصویر پر نگاہیں مرکوز کیں۔۔ اور پھر اگلے ہی پل اسکی پیشانی پر جما پر بل ڈھیلا پڑتا گیا۔ تصویر میں لالہ رُخ

بے تکلفی سے ایک اونچے سے مرد کے گرد بازو جھائل کی مئے ہنس رہی تھی۔ ساتھ کھڑا مرد بھی اسکی کسی بات پر بھرپور سا قہقہہ لگا رہا تھا۔ زرتاج اسکے تاثرات سے محفوظ ہوتی ہلکی سی آواز میں بولی۔۔

"یہ محض ایک تصویر نہیں ارسل جی۔۔ ایسی سینکڑوں تصاویر ہیں میرے پاس۔۔ اگر آپ مزید اپنی بیوی کی پارسائی اور بہادری پر قصیدے پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں ت"۔۔

لیکن اسکے الفاظ اگلے ہی پل لبوں پر ٹوٹ سے گئے تھے۔ ارسل کے عین پیچھے سے اسفندیار چلتا ہوا آ رہا تھا۔۔ ساتھ ساتھ اس نے ارسل کو دیکھتے ہی دور سے آواز بھی دی تھی۔ وہ چونک کر پلٹا۔۔

زرتاج کی آنکھیں پھٹ کر باہر آنے لگیں۔۔ جلدی سے موبائل اپنی جانب پھیر کر تصویر میں موجود اس اونچے سے بندے کو دیکھا۔۔ یہ تو۔۔ یہ تو۔۔ ہاں۔۔ وہ تو اسفندیار تھا۔۔ جو کہ بڑے آرام سے،

مسکراہٹ لبوں پر سجائے، جیبوں میں ہاتھ ڈالے سامنے سے چلا آ رہا تھا۔۔ سرمی ٹریل نیک سوٹر پہنے، جینز میں ملبوس۔۔ وہ واقعی بہت خوبصورت اور قدرے مضبوط سے جسم کا بندہ لگتا تھا۔ وہ قریب

چلا آیا تو ارسل نے نا سمجھی سے اسکی جانب دیکھا لیکن اسفندیار فی الحال زرتاج کی جانب متوجہ تھا۔۔

"محترمہ کیوں ناں بیٹھ کر بات کر لی جائے کیونکہ مجھے بھی آپکو آپکے بھائی کی پارسائی اور پاکیزگی کی بہت سی تصاویر دکھانی ہیں۔۔ کیا آپ دیکھنا پسند کریں گی۔۔؟"

مزے سے بھنویں اچکا کر پوچھا۔ زرتاج بے یقینی سے کبھی ارسل کو تکتی تو کبھی ارسل سے دوانچ لے
اسفند کو۔۔

"اسفند لالہ۔۔ آ۔۔ آپ یہاں کیسے۔۔؟"

ارسل کی حیرت اپنے عروج پر تھی۔ اسفند نے مسکرا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"میری ایک عدد بہن کے شوہر ہو تم۔۔ اور بہن بھی وہ جو جیمز بونڈ کی شاگردہ رہ چکی ہو۔ میں تمہارے
اس مسئلے کو سلجھانے آیا ہوں۔۔ دیکھیں تو سہی ان محترمہ کے پاس کتنے ہتھیار ہیں تمہیں زچ کرنے
کے۔۔ کیوں۔۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں میں۔۔؟"

ایک ہی کہانی کے دو رخ تھے وہ دونوں۔۔ ایک ہی کتاب کے دو صفحے تھے۔۔ اسفند اور لالہ رخ۔۔ وہ
بھی لوگوں کو سر سے پکڑنے کی عادی تھی اور اسفند تو خیر سے اسکا استاد رہ چکا تھا۔ بھلا کیوں نہ اس جیسا
ہوتا۔۔

زرتاج کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔ وہ پوری ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ ہاتھ لرز رہے تھے اور حلق میں بے ساختہ ہی کچھ اٹکا تو وہ کھانسی۔ اسے سوچنا چاہیئے تھا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ وہ پنگالے چکی تھی اور جس سے لے چکی تھی وہ یقیناً اسے بخشنے والی نہیں تھی۔

اسی پہر آگے بڑھتی لالہ رُخ نے مسکرائی تھی۔ ایک تیر سے دو شکار۔! اس نے ایک دن پہلے ہی اسفند کو سارا معاملہ سمجھا دیا تھا۔ کیونکہ وہ ارسل کی پریشانی سے پریشان ہو گئی تھی۔ وہ خود اس مسئلے سے نیٹ رہا تھا لیکن وہ اس سب کو سنبھال نہیں پارہا تھا۔ اس نے شیر اور اسکے درمیان کھنچا کھنچا سا رویہ بھی محسوس کر لیا تھا اور بچی تو وہ تھی نہیں کہ اس سب کے بعد کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکتی۔ اس نے اگلے ہی پل آفس کے دروازے کے پار رک کر دروازہ دھکیلا تھا۔ پھر حسان کو دیکھ کر مسکرائی۔ ایک آخری وار تو ابھی رہتا ہی تھا۔!

اس نے دروازہ دھکیلا تو وہ حسان جو گردن جھکائے کسی فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔ یکدم چونکا۔ سر اٹھا کر دیکھنے پر اسکی آنکھیں اگلے ہی پل پھیل کر باہر آنے کو تھیں۔ وہ لالہ رُخ کے پیچھے

سے سامنے نکل کر آتی رمشہ کو دیکھتا گلے ہی پل اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ گود میں رکھے بہت سے پرچے پھسل کر زمین بوس ہو گئے۔ انگلی میں پھنسا قلم بھی گلے ہی لمحے چھوٹ کر ٹیبل پر جا گرا تھا۔

اسکا ہونق چہرہ دیکھ کر وہ مسکراتی ہوئی اندر چلی آئی تھی۔ اسکے نشان زدہ چہرے پر محظوظ ہو کر نگاہیں جمائیں۔۔ ہاں۔۔ اسکی مار کے نشان اب تک حسان کے چہرے پر ثبت تھے۔ زخم مندمل پوچکے تھے لیکن نشانات کا موجود ہونا یقینی سی بات تھی۔۔ ہولا ہاتھ تھوڑی رکھا تھا رُخ نے اس پر۔۔

پھر اسکے سامنے رکھی کرسی کھینچ کر بیٹھی۔ گردن اٹھا کر مجسمے کی صورت ساکت ہوئے حسان کو دیکھا۔ وہ جسامت میں خاصہ کمزور اور لمبوتر اساتھا۔۔ مانورُخ کی نگاہوں سے ہی پگھلنے کی تیاری میں لگ رہا تھا وہ تو۔۔

"کیسے ہو حسان۔۔؟ زیادہ تکلیف تو نہیں ہوئی تھی زخم صاف کرتے وقت۔۔؟"

اس نے پلکیں جھپکا کر پوچھا تھا۔ وہ گلے ہی لمحے غصے میں بھناتا، ہوش میں آیا تھا۔ پھر دانت کچکچا کر سامنے کرسی پر براجمان رُخ کی جانب دیکھا۔ اسکی آنکھیں گلے ہی پل طیش سے گلابی پڑنے لگی تھیں۔۔

"کیا بکواس ہے یہ سب۔۔؟ اور۔۔ اور آپ یہاں میرے آفس میں کیا کر رہی ہیں۔۔؟"

"گھر بھی گئی تھی تمہارے۔۔"

پرسکون سے جوابی وار پر وہ بھک سے اڑا تھا۔ کیا اس نے گھر والوں کو بتا دیا تھا اسکی حرکت کے بارے میں۔۔! اگر ایسا تھا تو اگلے کئی مہینوں تک اسے گھر میں رہنا نصیب نہیں ہونا تھا کیونکہ اسکے باپ کا غصہ بھڑکتے الاؤ کی مانند دھکتا تھا۔ اسکی پیشانی پر بے ساختہ ہی پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔

"میرے گھر جانے کی اجازت کس نے دی آپکو۔۔؟ اور وہاں جا کر میرے متعلق کیا بکواس کی ہے آپ نے۔؟ مجھے ابھی آپ جانتی نہیں ہیں مس لالہ رُخ۔۔ زندگیاں تباہ کر دیتا ہوں میں۔۔"

رُخ نے "اچھا" والا برواٹھایا تھا۔ پھر گردن ذرا ایک جانب کو ڈھلکا کر بڑے انداز سے حسان کی بگڑتی صورت دیکھی۔

"ابھی تم مجھے نہیں جانتے ہو حسان۔۔ اسی لیئے بچے ضد نہیں کرتے اور اپنے کیئے غلط کام پر تو کبھی بھی نہیں اکڑتے۔ تم ابھی۔۔ اور اسی وقت۔۔ رمشہ سے معافی مانگ رہے ہو۔۔"

اسکی بات سن کر دروازے میں کھڑی رمشہ نے ہاتھ باندھ کر، مضبوط تاثرات کے ساتھ حسان کو دیکھا تھا۔ دل اب بھی اندر کہیں خوف سے لرز رہا تھا اور سانسیں بے ترتیب تھیں۔۔ لیکن اس نے بھی فیصلہ کر لیا تھا۔۔ ایسے تھا تو پھر ایسے ہی سہی۔۔

"اچھا۔۔ اوہ واؤ۔۔"

وہ ہنسا تھا۔ خود کو ہلکا پھلکا ظاہر کرنے کے لیئے یقیناً۔ لیکن پریشانی سے اسکے تنے جڑے اوپر کی جانب بھنچے تھے اور ہتھیلیاں پسج گئی تھیں۔۔ رُخ نے بغور اسے دیکھا تھا۔ پھر گہر اسانس لے کر سیدھی ہو بیٹھی۔

"آپکو لگتا ہے کہ میں آپکی اس جھوٹی دھمکی پر ڈر جاؤنگا۔؟"

"تم ڈر گئے ہو حسان۔۔"

ہولے سے بول کر رُخ نے مزے سے اسکی غلط فہمی دور کی تھی۔ وہ دانت جما کر سامنے رکھے ٹیبل پر ہاتھ مارتا جھکا۔ لالے نے محض ایک ابرو اٹھا کر اسکا متمتا چہرہ دیکھا تھا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا اور معافی تو میں ہرگز بھی نہیں مانگوں گا۔ اور وہ بھی اس سے۔۔ اس کچرے کے ڈھیر سے۔۔"

استہزاء ہنس کر رمشہ کی جانب انگلی سے اشارہ کیا اور پھر چہرہ جھکا کر ہنسنے لگا۔ رمشہ نے کھینچ کر سانس لیا تھا۔ اسکی آنکھیں اس قدر ضبط پر اب کے بھگنے لگی تھیں۔ اسکے سینے میں تکلیف سی ابھرنے لگی تھی۔

"تو تم معافی نہیں مانگو گے۔۔؟"

لالہ رُخ نے اسے ایسے دیکھا جیسے آخری بار اسکی رائے جاننا چاہ رہی ہو۔ وہ اب کہ قدرے سنبھلا ہوا لگ رہا تھا۔ پھر بالوں میں ہاتھ چلا کر اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔۔

"اس دن تو میں اکیلا تھا جیسی کچھ نہیں کر پایا تھا آپکے سامنے۔۔ لیکن آج میرے ساتھ پورا آفس ہو گا۔ میرے سیکیورٹی گارڈز باہر ہی موجود ہیں مس لالہ رُخ۔ آپ آج مجھے ہر اسام نہیں کر سکتی۔ اور کیا ثبوت ہے آپکے پاس کہ میں نے رمشہ کے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی ہے۔۔؟"

اسکی آنکھوں میں فاتحانہ سی چمک تھی۔ لالہ رُخ نے لمحے بھر کو اسے افسوس سے دیکھا تھا۔ پھر کندھے اچکائے۔۔

"میرے پاس ثبوت"۔

"ہے۔۔"

لیکن یہ بات لالہ رُخ نے مکمل نہیں کی تھی۔ یہ تو اسکے پیچھے مٹھیاں بھینچ کر کھڑی رمشہ نے مکمل کی تھی۔ لالے نے چونک کر اپنے پیچھے دیکھا۔ اور ٹھٹکا تو بری طرح حسان بھی تھا۔۔ رمشہ اب کے مزید دو قدم آگے چلی آئی تھی۔ پھر لرزتے ہاتھوں سے موبائل نکال کر ایک وڈیو پلے کی۔۔ وڈیو کی آواز سن کر جہاں حسان اپنی جگہ جم سا گیا تھا وہیں رُخ نے حیرت سے رمشہ کی جانب دیکھا تھا۔۔

اس نے موبائل کی چمکتی اسکرین حسان کے سامنے کی تو وہ بھونچکا رہ گیا۔۔

وڈیو میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا تھا کہ وہ اسے کس طرح سے زود و کوب کرتا ہوا، دیوار سے لگا کر دھمکا رہا تھا۔ وہ رو رہی تھی لیکن وہ اسکی بات نہیں سن رہا تھا۔ وڈیو کے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ حسان کا چہرہ سفید پڑتا گیا۔۔ یوں گویا مردہ ہو گیا ہو۔۔ رمشہ نے انہی لرزتے ہاتھوں سے موبائل اپنی جانب پھیر اور پھر آگے بڑھ کر ایک زوردار چاٹا اسکے منہ پر رسید کیا۔

وہ شاید اسکے ایسے رد عمل کے لیئے تیار نہیں تھا اسی لیئے ہونق ہو کر، رخسار پر ہاتھ جمائے وہ رمشہ کو ہی تک رہا تھا۔ اسے جیسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ اس لڑکی نے کیا تھا۔ لالہ رُخ اس سارے عرصے میں پہلی دفعہ دل سے مسکرائی تھی۔

"گھٹیا انسان۔۔ میری۔۔ میری خالہ کے بیٹے ہو تم۔۔ م۔۔ میرے لیئے بھائی کی جگہ پر ہو۔۔ او۔۔ اور تم نے می۔۔ میرے ساتھ ایسے۔۔"

رمشہ کی آنکھوں سے بے اختیار ہی آنسو پھسلے تھے۔ اسکا جسم زلزلوں کی زد میں تھا اور نگاہیں لبالب آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ اسے اپنی نسوانیت پر ہواکاری وار جیسے اندر ہی اندر کھائے جارہا تھا۔

لیکن حسان اگلے ہی پل جنگلیوں کی طرح گھوم کر اسکے سامنے آیا تھا۔ وہ ڈر کر پیچھے ہٹی۔ اس نے جیسے ہی اسکے ہاتھ سے موبائل جھپٹنا چاہا تو رُخ نے اسے گریبان سے پکڑ کر پیچھے کی جانب گھسیٹا۔ پھر اسے دیکھ کر مسکرائی۔۔

"اسکے لیئے سوری۔۔"

اگلے ہی پل اٹے ہاتھ کا ایک زناٹے دار چاٹا حسان کے پہلے سے سرخ ہوئے رخسار پر پڑا تو وہ، رشتہ کے قدموں میں جا گرا۔ ساتھ ساتھ وہ شاید رو بھی رہا تھا۔ رشتہ بے ساختہ ہی دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"معافی نہیں مانگو گے تم۔۔"

رُخ نے اگلے ہی پل کہہ کر اسے ایک بار پھر سیدھا کیا تھا۔ وہ اب بری طرح ہانپ رہا تھا۔ سرخ چہرہ اور پسینے پسینے ہوتا جسم۔ لالے نے اس کے گھٹنے پر اپنی ہیل ماری تو وہ پیچھے کی جانب بلبلاتا ہوا گرا۔ وہ اب اس کے سامنے پنچوں کے بل بیٹھ رہی تھی۔ پھر مسکرائی۔ کیا آگ جیسی برف مسکراہٹ تھی۔۔

خوفزدہ کر دینے والی۔۔ ظالم۔۔ کاٹ دار۔۔

"معافی مانگو گے یا ارادہ بدل لیا تم نے۔۔؟"

"می۔۔ میں ابھی اپنے سکیورٹی گا۔"

لیکن رُخ نے اسے موقع نہیں دیا۔ اگلے ہی پل اب وہ اسے گریبان سے پکڑ کر ایک بار پھر سے کھڑا کر رہی تھی۔ پھر رشتہ کی جانب پلٹ کر دیکھا اور نرمی سے مسکرائی۔۔

"کون ہے کچرے کا ڈھیر۔۔؟"

اسکی جانب سے پڑا ایک جاندار گھونسا سیدھا جبرے پر آکر لگا تھا۔ وہ پیچھے رکھے ٹیبل پر گرا تو بیشتر چیزیں بکھر کر زمین بوس ہو گئیں۔ اسکے نفیس سے آفس کی حالت دیکھنے لائق تھی اس سے۔۔ پھلے ہوئے کاغذات، آگے پیچھے رکھیں کرسیاں۔۔ بکھرے بالوں اور تازہ زخموں کے نشان لیئے میز پر گرا حسان۔۔

"معافی مانگو گے یا"۔۔

لیکن اسکا جملہ مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ جلدی سے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ کانپتے ہاتھ رمشہ کے سامنے جوڑ دیئے۔۔ ٹوٹے دانتوں اور خون رستے ہونٹوں کے ساتھ معافی مانگنے لگا۔ رُخ نے گردن کسرتی انداز میں دائیں بائیں پھیری تھی۔ پھر ہاتھ جھاڑ کر گہرا سانس لیا۔۔

"اتنا کافی ہے رمشہ؟"

ایک بار رک کر پوچھا۔ رمشہ نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ پھر جلدی سے سر اثبات میں ہلایا۔۔

"بہت ہے بھابھی۔۔ بس اب چلیں یہاں سے پلیز۔۔ میرا دم گھٹ رہا ہے یہاں پر۔۔"

اسکے کہنے پر وہ ایک قہر آلود نگاہ حسان پر ڈال کر رمشہ کی جانب مڑی تھی۔ پھر اسے ہاتھ سے تھام کر آفس کا دروازہ کھولتی باہر نکل آئی۔ ساتھ ہی ہاتھ میں تھا ماسیہ چشمہ بھی آنکھوں پر جمایا تھا۔ لوگ مڑ مڑ کر اس دراز قد خوبصورت سی لڑکی کو دیکھنے لگے تھے۔۔۔ وہ کسی بھی نگاہ کو خاطر میں لائے بغیر بے نیازی سے قدم اٹھاتی آگے ہی آگے بڑھتی رہی۔ اور آج شاید وہ ان لڑکیوں کی شکر گزار بھی تھی۔۔۔ انہی لڑکیوں کی جنہوں نے اسے اس دن۔۔۔ میدان میں گرا کر مارا تھا۔۔۔ تب ہی تو وہ وقت تھا۔۔۔ کہ پھر اس نے ہر اس ہاتھ کو روکنا سیکھ لیا جو اسکی جانب کسی بھی غلط ارادے سے بڑھا ہو۔۔۔ اس نے یہ سیکھ لیا تھا۔۔۔ اسے یہ سیکھنا ہی تھا۔۔۔ ایک دفعہ جب اس نے بھی دھاڑ کر وار کیا تو کبھی کوئی حق تلفی کے ناپاک عزائم لیئے اسکی جانب نہ بڑھ سکا۔۔۔ وہ آج خود پر فخر کرتی تھی۔۔۔ اسکا فخر کرنا بنتا تھا کیونکہ وہ مضبوط تھی۔۔۔

رمشہ نے شکر گزار سی آنکھیں رُخ کی جانب پھیریں۔ اسکا دل لالہ رُخ کے لیئے عزت سے بھرنے لگا۔ اچھا۔۔۔ تو لوگ ایسے بھی ہوا کرتے ہیں۔۔۔ بھابھیاں اس قدر مہربان اور مضبوط بھی ہوا کرتی ہیں!۔۔۔ اس نے تو کہانیوں میں پڑھ رکھا تھا کہ بھابھیاں بہت چنڈال اور خرانٹ سی فطرت کی مالک کوئی مخلوق ہوتی ہیں لیکن یہ کیا۔۔۔ اسکی بھابھی تو ایسے کسی بھی کردار پر پورا نہیں اترتی تھی۔ اسکی

بھابھی تو عزت کرتی تھی۔۔ عزت کروانا جانتی تھی۔۔ اسکی بھابھی غیرت مند تھی۔۔ وہ غیرت کے لیئے اپنا سر تک کٹوا سکتی تھی۔۔ اسکی بھابھی تو عظیم عورت تھی۔۔ اس نے ہمیشہ ظلم کے خلاف عزم سے بولنا سیکھا تھا۔۔ اس نے ڈر کر چھپنا نہیں سیکھا تھا۔۔ اور اس نے کیا خوب سیکھا تھا۔ وہ اس سے۔۔ متاثر ہوئی تھی۔۔ ہاں وہ رُخ کی دلفریب اور دھوپ چھاؤں سی شخصیت کے لیئے پگھلنے لگی تھی۔۔ اس کے گلے میں یکدم آنسوؤں کا گولہ اٹکا تو اس نے چہرہ جھکا لیا۔ آنسو ٹپ ٹپ اس کے قدموں میں گرنے لگے تھے لیکن یہ وہ پہلے آنسو تھے کہ جنہیں وہ خود صاف کرنا چاہتی تھی۔۔ اکیلے۔۔ تن تنہا۔۔! کیونکہ جو اپنے آنسو خود صاف کرتے ہیں وہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں! وہ بھی مضبوط بننا چاہتی تھی۔۔ زیادہ نہیں تو کم از کم اپنے آنسو پونچنے والی ہی سہی۔۔! اس نے اگلے ہی لمحے آنکھیں رگڑیں اور سر اٹھا کر چلنے لگی۔۔

دوسری جانب پگھلتی دھوپ کے عکس میں وہ تینوں بھی ایک دوسرے کے مقابل براجمان تھے۔ اسفند اور ارسل ایک جانب جبکہ زرتاج سفید پڑتا چہرہ لیئے ان کے مخالف۔۔

"یہ جس کی تصویر دکھا کر آپ ارسل کو اسکی بیوی سے بدگمان کرنا چاہتی ہیں ناں محترمہ۔۔ وہ میری بہن ہے۔۔ لالہ رُخ۔۔"

بات اسفند نے ہی شروع کی تھی۔ ارسل تو سکڑے ابرولی مئے بہت سنجیدہ سا بیٹھا تھا۔ کچھ تھا جو اسے بہت برا لگا تھا۔

زرتاج نے جلدی سے اپنے ہاتھ آپس میں رگڑے تھے، پھر لب مس کرتی تیزی سے پلکیں جھپکانے لگی۔

"وہ۔۔ وہ اس نے مجھے۔۔"

"کسی پر الزام لگانے سے قبل اگر آپ تھوڑی بہت تحقیق کر لیا کریں تو کچھ قباحہ نہیں۔۔ بس انسان عین وقت پر ذلیل ہونے سے بچ جاتا ہے۔۔ خیر۔۔ یہ جو بھائی ہے آپکا۔۔ کیا اسکے کر توت جانتی ہیں آپ۔۔؟ یا ان کارناموں سے یکسر بے خبر کسی اور کی ذات پر کیچڑا چھالنے ہی میں وقت صرف ہوتا رہا ہے آپکا۔۔؟"

وہ بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا۔ پیچھے ہو کر بیٹھا۔ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے۔۔ ٹھنڈے انداز میں بھگو بھگو کر مار رہا تھا۔ ارسل نے بھی اب کہ انہی سنجیدہ نگاہوں سے زرتاج کو دیکھا تھا۔

"میرے بھائی نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ وہ۔۔ وہ تو ارسل مجھے بہکا رہے تھے کافی عرصے سے۔۔"

"زبان سنبھال کر بات کرو تم زرتاج۔۔ میں نے کبھی تم سے کوئی غیر ضروری تو کیا ضروری بات بھی نہیں کی اور تم یہ سب۔۔"

اسفند نے طیش سے ابل کر بولتے ارسل کو ہاتھ کے اشارے سے تھمنے کو کہا تھا۔ وہ اگلے ہی پل چپ سا ہو گیا۔ اسے اپنا آپ بہت بیوقوف اور چھوٹا لگ رہا تھا۔ اپنے معاملے میں کسی اور کا بولنا اسے ایک آنکھ نہیں بھارہا تھا۔ اس نے تنفر سے رخ ہی پھیر لیا تھا۔

"میں اور آپ۔۔ ہم دونوں جانتے ہیں کہ یہ سب سچ نہیں۔ آپ بلا وجہ کسی بھی شخص پر منہ اٹھا کر الزام نہیں لگا سکتیں۔ اور اگر آپ الزام لگا بھی رہی ہیں تو کیا کوئی جاندار ثبوت رکھتی ہیں آپ اپنے اس الزام کا۔۔؟"

وہ بہت سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ زرتاج سے سانس لینا مشکل ہونے لگا۔ اس نے بے اختیار ہی تھوک نگلاتھا۔ پھر ذرا سنبھل کر بیٹھی۔۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ یہ ہمیشہ میرے ساتھ ایسے ہی کرتے ہیں۔ مجھے سب کے سامنے جھٹک کر پھر تنہائی میں مجھے ورغلاتے ہیں۔۔ مجھے بس اپنا حق واپس چاہیئے تھا۔ میں ہر روز انکے آفس صرف اسی لیئے چلی آتی ہوں تاکہ ان سے اپنے دکھے دل کا بدلہ لے سکوں۔۔"

انکھوں میں ڈھیروں آنسو لیئے وہ لڑکی جہاں ارسل کو آخری حد تک زچ کر رہی تھی وہیں اسفند کو سخت مایوس بھی۔۔

"بہت گھسا پٹا تھا یہ والا۔۔ کچھ اور آزمائیں بی بی۔ میرے خیال سے آپ اس سے بھی زیادہ جاندار وجہ گھڑ سکتی تھیں پھر اتنے روایتی طریقے پر انحصار کرنے کی وجہ۔۔؟"

ابرواٹھا کر حیرت سے پوچھا۔ ارسل تو اسے لب بھینچے، کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔ البتہ وہ اسفند کے جواب پر گڑبڑا کر پہلو بدل رہی تھی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔"

"ثبوت۔۔؟"

"اب آپ ایک محروم اور کمزور لڑکی سے ثبوت مانگیں گے۔۔؟"

وہ ایک بار پھر سے پلکوں سے آنسو صاف کرتی کہہ رہی تھی۔ اسکی دلگرفتگی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اسفند نے مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔ پھر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ اب کہ اسکی آنکھیں سخت تھیں۔۔

"نہ تو آپ محروم ہیں اور ناں ہی کمزور۔۔ آپ ایک انتہائی شاطر اور ڈپلومیٹک لڑکی ہیں۔ آپ کا یہ پہناوا بھی کسی عام سے بازار کا حصہ نہیں لگتا، بالوں کی ہوئی تازہ کٹنگ کو تو نظر انداز بالکل بھی نہیں کیا جاسکتا اور جو یہ برانڈ ڈمیک اپ سے آپ نے اپنا چہرہ چھپا رکھا ہے۔۔ یہ سب آپکے محروم اور کمزور ہونے کے لیئے ہر گز بھی مناسب نہیں۔۔ کم از کم کور اسٹوری پر تو توجہ دیں آپ۔۔"

وہ اگلے ہی پل ہتک سے سرخ ہوتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر دانت پیس کر اسفند کی جانب دیکھا۔

"میں سچ بول رہی ہوں اور میں ثابت کر کے دکھاؤں گی۔۔"

"بالکل۔۔" اسفند نے سر ہلایا تھا۔ "لیکن جو ثابت ہو چکا پہلے آپ اس پر تو غور فرمائیں۔۔ شاید جو

غیر ثابت شدہ ہے پھر وہ بھونڈا نظر آنے لگے۔۔"

اس نے موبائل نگاہوں کے سامنے کیا اور پھر یکدم ہی زرتاج کا موبائل پیغام کی آواز سے بچ اٹھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسکے موبائل کی جانب اشارہ کیا تھا۔ زرتاج نے نا سمجھی سے موبائل نگاہوں کے سامنے کیا تھا۔ وہاں ایک انجان نمبر سے چند وڈیوز اسے واٹس ایپ کی گئی تھیں۔ اگلے ہی پل اس نے وڈیوز اور تصاویر کو کھول کر دیکھا تو سر سے پیر تک جسم پسینے میں نہا سا گیا۔ اسفند محظوظ ہوا اسکا سفید سے سیاہ پڑتا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ پھر ٹیبل بجا کر اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ وہ چونک کر خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔

"کیا آپ کو اب بھی کچھ ثابت کرنا ہے بی بی۔؟"

لیکن وہ وہاں رکی ہی نہیں۔ تیزی سے پیشانی کا پسینہ رگڑتی باہر کی جانب بھاگی۔ ارسل اور اسفند دونوں اسے گردن موڑے دیکھ رہے تھے۔ پھر جب وہ کیفے کا دروازہ دھکیلتی باہر کی جانب بڑھ گئی تو اسفند اسکی جانب پلٹا۔ وہ یکنخت ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اسکے کان جانے کیوں سرخ ہو رہے تھے۔۔

"اگر کوئی بات پریشان کر رہی تھی تو مجھ سے کہنا تھا ناں ارسل۔۔"

اسفند نے بیٹھے بیٹھے ہی کہا تھا۔ اس نے گہرا سانس لے کر ضبط سے اسکی جانب دیکھا۔۔

"مجھے آپکی مدد کی ضرورت نہیں تھی لالہ۔ یہ میری زندگی ہے اور میں اسے خود ہینڈل کر سکتا ہوں۔۔"

اسکی بات پر مسکراتا ہوا اسفند اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر اسکھ کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہولے سے دبایا۔ وہ نا سمجھی سے اسکی جانب دیکھنے لگا تھا۔۔

"تم بہت بہادر اور غیرت مند ہو ارسل۔ لالہ رُخ نے مجھے کل رات ہی تمہارے بارے میں تفصیل سے بتایا تھا۔۔" ارسل ٹھٹکا تھا۔۔ لیکن اسفند نے اسکا ٹھٹکنا محسوس نہ کیا۔۔ ویسے ہی بولتا رہا۔۔ "وہ مجھے کہہ رہی تھی کہ تم ایک مضبوط اور اپنے مسائل حل کرنے والے جرأت مند مرد ہو۔۔ سچ پوچھو تو رات سے مجھے تم پر بہت فخر ہو رہا ہے۔ تم میری بہن کے شوہر ہو۔۔ اسے خوش رکھ رہے ہو۔۔ اس جیسی سر پھری کے ساتھ اتنے تحمل سے رہ رہے ہو۔۔ میں حقیقتاً شکر گزار ہوں تمہارا۔۔ بس وہ مجھے کہہ رہی تھی کہ تم کچھ مسائل میں الجھے ہو اسی لیئے اس مسئلے کو وقت نہیں دے پارہے۔۔ بس پھر اسکی پریشانی مجھ سے دیکھی نہیں گئی۔۔ اور میں سب کچھ طے کر کے یہاں چلا آیا۔۔"

وہ نرم گرم سی مسکراہٹ کے ساتھ اب کہ اسے دیکھ رہا تھا۔ ارسل کی آنکھیں پھیلیں۔۔ طیش کی جگہ تعجب نے لے لی۔۔

"یہ سب اس نے کہا آپ سے۔۔؟ میرے بارے میں۔۔"

اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ اسفند اسکی معصومیت پر ہنس پڑا۔۔ پھر سر اثبات میں ہلاتا اسکا کندھا تھپک کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ خالی خالی سا اس پگھلتی دھوپ کے عکس میں کھڑا رہ گیا۔ لالہ رُخ نے اسکی کمزوریوں کا اشتہار نہیں لگایا تھا۔ اس نے کسی کے سامنے بھی ارسل کو ہلکا نہیں کیا تھا۔۔ بلکہ اس نے تو۔۔ اس نے تو۔۔ خدایا۔۔ وہ سر دونوں ہاتھوں میں گراتا وہیں کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ آخر یہ لالہ رُخ اس قدر بے یقین کیسے کر دیا کرتی تھی۔۔ اسے لگتا تھا کہ وہ اب اسکی کسی بھی حرکت پر حیران نہیں ہوگا لیکن اگلے ہی پہر وہ اسے پہلے سے بھی زیادہ متعجب کر دیا کرتی تھی۔ اسے پہلے سے بھی زیادہ سحر زدہ کر دیا کرتی تھی۔۔

اسی لمحے اسکے دل پر پہلی ضرب پڑی تھی۔۔ ہاں۔۔ دوسری محبت کی پہلی ضرب۔۔ جاندار اور اٹل سی ضرب۔۔ !!

وہ واپس پلٹا اور پھر جب گھر میں داخل ہوا تو فاطمہ اور گل لاؤنج میں بیشتر رنگ برنگے کپڑے پھیلائے دیکھ رہی تھیں۔ ساتھ رامین بھی کھڑی تھی اور اسکے ہاتھ میں ایک سبز رنگ کا جوڑا بھی تھا۔ اسفند پر نگاہ پڑتے ہی وہ یلخت گڑبڑائی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا پاس چلا آیا۔ پھر اسکے عین سامنے بیٹھ گیا۔ گردن ایک جانب کو ڈھلکا کر اسے دیکھا۔ فاطمہ اور گل کے سامنے بھی اس بے شرم کو شرم نہیں آرہی تھی۔ رامین نے غصے سے گہرا سانس لے کر قدم اپنے پورشن کی جانب بڑھائے تھے۔ لیکن پھر فاطمہ کے روک لینے پر اسے رکنا ہی پڑا۔

"ارے کہاں جا رہی ہو تم۔؟ کپڑے تو پسند کر لو۔ پھر بعد میں کہو گی مجھ پر یہ رنگ نہیں بیچ رہا وہ دوسرا والا زیادہ اچھا تھا۔"

اس نے خود کو کمپوز کیا اور بے تاثر چہرہ لیے ایک بار پھر سے پلٹ آئی۔ فاطمہ نے اب کے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ ہی بٹھالیا تھا۔

"تم ارسل کے پاس گئے تھے۔ کیا ہوا خیریت تھی ناں۔؟"

"جی مامی۔۔ خیریت ہی تھی۔ بس ویسے ہی ملنے گیا تھا اس سے۔ کچھ بزنس کے معاملات تھے۔ یہ افغان ماموں کہاں ہیں۔۔؟ کچھ بات کرنی تھی ان سے میں نے۔"

اسی پہرہ راین نے ایک جوڑا اٹھا کر ہاتھ میں لے کر جانچا تھا۔ پھر گل کو مسکرا کر دکھانے لگی۔۔ اسکی آنکھ میں جیسے بچ گیا تھا یہ والا لباس۔۔ بے ساختہ ہی اسفند کی جانب نگاہ اٹھی تو چونکی۔ وہ برا سامنہ بنا کر نفی میں سر ہلارہا تھا۔۔ جیسے اسے یہ جوڑا ہرگز بھی پسند نہ آیا ہو۔

"ہاں اچھا ہے راین۔۔ یہ رنگ بھی بہت کھلے گا تم پر۔۔ یہی لے لو۔۔"

لیکن راین کا دل اب اس جوڑے سے بالکل اٹھ چکا تھا۔ اسے خود بھی نہیں پتا تھا کہ وہ کیوں اس ہذیانی مرنے کی بات مان رہی ہے۔ اس نے ضبط سے وہ جوڑا رکھ کر ایک دوسرا اٹھایا اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی اسفند کی جانب دیکھا۔۔ وہ معصومیت سے لب دبائے ایک بار پھر سر نفی میں ہلارہا تھا۔ ساتھ ساتھ چہرے پر زمانے بھر کی مایوسی بھی طاری کر لی تھی۔ راین نے گہرا سانس لیا اور پھر یہ والا لباس بھی آہستہ سے رکھ دیا۔۔ فاطمہ نے اسکے سست پڑتے ہاتھوں کو دیکھا تو بولیں۔۔

"کیا ہوا راین۔۔؟ تم تو اتنی جلدی پسند کر لیتی ہو پھر ابھی تک کوئی جوڑا تمہیں اچھا کیوں نہیں لگا۔۔؟"

"نہیں۔۔ نہیں چاچی۔۔ میں دیکھ رہی ہوں۔۔"

اس نے عجلت میں جلدی سے ایک جوڑا اٹھایا اور بہت کوشش کی کہ اس گنجے کبوتر کی جانب نہ دیکھے لیکن ناں بھی۔۔ اس نے اب کہ بہت بیچاری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا جیسے کہہ رہی ہو پلیز اسفند۔۔ اب مت کیجی مئے گا لیکن وہ اسفند ہی کیا جو مان جائے۔۔ ایک بار پھر سر نفی میں ہلایا تو اب کہ راین نے جوڑا سامنے پھینکا اور بے ساختہ ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"آپ ایسا کیوں نہیں کر لیتے کہ خود ہی کوئی پسند کر کے مجھے بتادیں کم از کم مجھ۔۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ یکدم بند کیا تھا۔ پھر جلدی سے نفی میں سر ہلایا۔ اسفند نے ابلتی مسکراہٹ بہت مشکل سے روک رکھی تھی۔ فاطمہ اور گل البتہ اسے نا سمجھمی سے دیکھ رہی تھیں۔ وہ جلدی سے اپنے پورشن کی جانب بھاگی تو پیچھے اسفند کا بلند و بانگ قہقہہ گونجا۔ فاطمہ نے بہت کچھ سمجھ کر اسے دیکھا تھا۔

"مت تنگ کیا کرو اسے۔ بیچاری پہلے ہی بوکھلا رہی تھی اوپر سے تم اسفند۔۔ مت سدھرنا۔۔ تم اور لالہ رُخ کبھی مت سدھرنا۔۔ کتنی مشکلوں سے میں اسے کاموں سے آزاد کروا کر یہاں تک لائی تھی لیکن۔۔ توبہ ہے تم سے۔۔"

اس نے کندھے اچکائے تھے۔۔ جیسے کہہ رہا ہو۔۔ "میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔۔" گل بھی سمجھ کر ہنسنے لگی تھی۔ پھر وہ یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔ جھک کر ایک جوڑا اٹھایا۔ سیاہ رنگ کا بے حد خوبصورت جوڑا۔ اس پر سنہری رنگ کے ستاروں کا کام جگمگا رہا تھا۔ اس نے ان دونوں کی جانب دیکھا۔۔

"اگر میں یہ اسے خود دے دوں تو کہیں روایات کی پاسداری میں کمی تو نہیں آجائے گی ناں مامی۔۔؟" فاطمہ بے ساختہ ہنسی تھیں۔

"کیا کرنا چاہتے ہو تم۔۔؟ فرقان کو پتا چل گیا ناں تمہاری ان عیاشیوں کا پھر کہیں کے نہیں رہو گے تم"

"مامی آپ اتنا ساتھ نہیں دے سکتیں میرا۔۔؟"

ابرواچکا کر بچوں کی طرح پوچھا تھا۔ اب کہ گل اور فاطمہ ایک ساتھ ہنس پڑی تھیں۔

"میں اتنا کتنا جتنا ساتھ دیتی ہوں ناں وہی کافی ہے۔۔ ویسے بھی ار مغان لالہ مجھے اکثر کہتے ہیں کہ تم سب کو بگاڑنے میں سراسر میرا ہاتھ ہے۔"

"ار مغان ماموں کو کون بتائے گا۔۔؟"

اس نے برامان کر کہا تو فاطمہ مسکرائیں۔ پھر سر اثبات میں ہلا کر جیسے اسے اجازت دی تھی۔

"جاؤ دے کر آ جاؤ کیونکہ مانو گے تو تم ویسے بھی نہیں۔ لیکن میری بچی کو زیادہ تنگ نہ کرنا۔ وہ پہلے ہی گھبرا گئی ہے تمہاری وجہ سے۔۔"

وہ ہلکا سا ہنسا پھر دوسری جانب بنے پورشن کی جانب بڑھا۔ وہاں کالاؤنج خاموش پڑا تھا۔ اس نے یہاں وہاں دیکھ کر اسے تلاش کیا لیکن وہ شاید اپنے کمرے ہی میں تھی۔ اس نے کمرے کے باہر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔۔ پھر مسکراہٹ دبا کر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔۔ اگلے ہی پل اس نے دروازہ کھولا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ دروازہ اسکے منہ پر ہی بند کر دیتی اس نے جلدی سے اپنا پاؤں دھلیز پر جمایا۔۔

"اتنا غصہ۔۔!"

"چلیں جائیں آپ اسفند یہاں سے۔ زہر لگ رہے ہیں مجھے آپ اس وقت۔۔"

"مجھے پتا ہے کہ میں تمہیں شہد کبھی لگا بھی نہیں۔۔ اچھا لیکن وہ والا جوڑا زیادہ اچھا تھا جو۔۔"

وہ یکدم ہی "اسفند" چیخی تو وہ ہنستا ہوا پیچھے ہوا۔ پھر اسکی رونے کی تیاری کرتی آنکھوں میں دیکھا تو اسے مزید تنگ کرنے کے ارادے پر لعنت بھیج دی۔ جلدی سے پیچھے چھپایا جوڑا اسکے سامنے کیا تو وہ سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ہر رنگ اچھا لگتا ہے تم پر۔۔ بس تمہیں تنگ کر رہا تھا۔۔ اور یہ جو جوڑا ہے۔۔ بس تم سب اٹھا رہی تھیں لیکن یہ والا نہیں اٹھا رہی تھیں۔۔"

سنجیدگی سے بولتے بولتے اسکے لب ایک بار پھر شرارت سے پھڑپھڑائے تو راین نے اس سے جوڑا جھپٹ کر دروازہ "ٹھاہ" اسکے منہ پر ہی بند کر دیا تھا۔ وہ اب محظوظ ہو کر ہنستا ہوا باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔ اور راین۔۔ وہ ماتھے پر ہتھیلی جمائے، سرخ چہرہ لیئے خود کو کوس رہی تھی۔۔ کیا کرے وہ اس سفند کا۔۔ !

رات تھک ہار کر وہ گھر واپس پلٹا تو کچن سے اٹھانچ کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس نے حیرت سے آگے بڑھ کر کچن کے دروازے تک پہنچ کر اندر دیکھا تو مزید حیران ہوا۔ لالہ رُخ اور رمشہ ٹیبل کے گرد لگیں کرسیوں پر براجمان۔۔۔ پزا کے کھلے پیکٹ کے سامنے بیٹھی تھیں۔۔۔ ساتھ ساتھ وہ کسی بات پر ہنستی بھی جارہی تھیں۔ کوک کی ایک بڑی بوتل بھی پاس ہی رکھی تھی۔ لیکخت ہی گل کی نگاہ اس پر پڑی تو جلدی سے ہاتھ میں پکڑا پزا کا ٹکڑا اسکی جانب بڑھایا۔۔۔ رُخ نے بھی چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ اس نے اسے یکسر نظر انداز کیا اور پھر سر نفی میں ہلاتا زینوں کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

جب فریش ہو کر باہر نکلا تو رُخ بالوں کو ہاتھوں سے بل دیتی جوڑا بنا رہی تھی۔ اس نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر سنگھار آئینے پر رکھے اپنے موبائل اور رسٹ وائچ کی جانب بڑھ آیا۔

وہ پیچھے سے چہرہ نکالے اس کا کھنچا کھنچا سا رویہ محسوس کر کے، جزبز ہوئی تھی۔

پھر تھوک نکل کر پاس چلی آئی۔ عین اسکے پیچھے رک کر اسکا عکس سنگھار آئینے میں دیکھا۔

"ارسل آپ"

"وہ میرا معاملہ تھا لالہ رُخ!"

اس نے بہت دھیمی سی سرگوشی میں اسکی بات کاٹ کر کہا تھا۔ اسکے عقب میں کھڑی لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔

"میں آپکی مدد"۔

"کیا میں نے کہا تھا کہ مجھے مدد کی ضرورت ہے۔۔؟"

وہ اسکی جانب مڑا۔ سنجیدگی اس قدر گہری تھی کہ لالہ رُخ سے پلکیں جھپکانا مشکل ہوا۔

"کیا کہا ہے آپ سے لالہ نے۔۔؟"

"انہوں نے کچھ نہیں کہا لیکن تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے آج۔"

اس نے کہہ کر اسکے ساتھ سے نکلنا چاہا تو اگلے ہی پل رُخ نے اسکا ہاتھ کہنی سے تھام کر اسے روک لیا۔ وہ رک گیا تھا لیکن خاموش ہی رہا۔

"س۔۔۔ سوری۔۔"

اسے اسکی لرزتی سی سرگوشی سنائی دی تھی۔ ارسل نے بے ساختہ ہی چہرہ اسکی جانب پھیرا تھا۔ وہ ایسی ہی تھی۔۔ کسی پل لگتا تھا کہ وہ بہت مضبوط ہے۔۔ لیکن ٹھیک اسی پل وہ رونے لگ جاتی تھی۔۔ اسے

یہ لڑکی سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔ لیکن اسے اتنا اندازہ ہو چلا تھا کہ وہ مضبوط رہتے رہتے اکثر تھک جایا کرتی تھی۔۔ اور جب تھکن اسکے دل سے سرایت کرتی رگوں میں اترنے لگتی تھی تب ہی یقیناً وہ اپنا ضبط ہار جاتی تھی۔

"میں نے بس تھوڑی سی پریشانی دور کرنی چاہی تھی آپکی۔ کیا لالہ نے آپ سے کوئی ایسی بات کہی جو انہیں نہیں کہنی چاہیئے تھی۔۔؟"

اس نے بھیگی آنکھیں اٹھائیں۔ پلکوں کی باڑ پر ٹھہرے وہ ضبط کے آنسو تھے۔۔ انکے ٹوٹ کر گرنے پر وضاحت دینی پڑتی تھی اور وہ شاید اسی وضاحت سے خائف تھی جبھی ان آنسوؤں کو روکے رکھا۔۔

"تم نے کیوں کیا ایسے۔۔؟ کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں اپنے مسائل کو حل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔۔؟ کسی نے کچھ نہیں کہا ہے مجھ سے رُخ لیکن میری عزتِ نفس اس سب میں ضرور مجروح ہوئی ہے۔۔ مجھے آج اپنا آپ بہت چھوٹا لگا ہے رُخ۔ تمہیں ایسے نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔"

اسکی نرمی سے وہ پگھلنے لگی تھی۔ غصہ ہی تو نہیں کرتا تھا وہ۔۔ جبھی تو رُخ ہارنے لگی تھی اسکے سامنے۔۔ اس نے بمشکل اپنا بو جھل ہوتا دل سنبھال کر چند لفظ کہنے کی سعی کی تھی۔۔

"تو ڈانٹیں ناں مجھے۔۔ ڈانٹتے کیوں نہیں ہیں آپ میری غلطیوں پر۔۔؟"

اس نے اب کہ دوسرے ہاتھ سے بھی اسکا بازو زور سے پکڑ لیا تھا۔ جیسے۔۔ جیسے آج وہ اسکی ڈانٹ کے علاوہ کسی بھی چیز پر راضی نہیں ہوگی۔ ارسل نے اسکے ہاتھوں کی جانب گردن جھکا کر دیکھا اور پھر اپنی جگہ ہی جم سا گیا۔ اسکے ہاتھوں پر تازہ زخم تھے۔ اوپری جلد پھٹی ہوئی تھی اور زخم پر مرہم نہ ہونے کی صورت میں جلد خشک ہو کر پھٹی پھٹی سی دکھ رہی تھی۔

"تم نے کیوں کیا ایسے۔۔؟"

اس نے نرمی سے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیئے تھے۔ پھر بہت احتیاط سے زخموں پر ہاتھ لگائے بغیر بغور انہیں نگاہوں کے قریب کر کے دیکھنے لگا۔

"مجھے دادی نے بتایا تھا آپکے ٹراما کے بارے میں۔۔ انہوں نے کہا کہ آپ کسی سے بھی اپنی پریشانی نہیں کہتے۔ تو۔۔ تو میں نے آپکی پریشانی دور کرن۔۔"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ اپنے ہاتھوں کے ساتھ کیوں کیا ہے ایسے تم نے۔۔؟"

اس نے رُخ کی بات بہت نرمی سے کاٹی تھی۔ اور ضبط ٹوٹ چکا تھا۔۔ دو آنسو رخساروں پر پھسل کر گردن میں لڑھکے تھے۔۔ رُخ نے بے ساختہ ہی اسکے ہاتھ سے اپنے ہاتھ نکالے اور پلٹ گئی۔۔ فرط جذبات سے اسکے جوابات بے ہنگم سے تھے۔۔ بے ربط۔۔ بے ترتیب۔۔ وہ اسکے سامنے یوں ٹوٹی بکھری نہیں آنا چاہتی تھی۔۔

"می۔۔ میں پابند نہیں ہوں آپکو کوئی بھی جواب دینے کی۔ آپکو جو سمجھنا ہے سمجھیں۔۔"

لیکن ارسل نے ایک جھٹکے سے اسے اپنی جانب موڑا تھا۔ وہ اسکے سینے سے آگئی۔۔ بھورا ارتکاز اسکے بہت نزدیک تھا۔۔ اسکا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔۔

"ایسے کیسے تم مجھے جواب دینے کی پابند نہیں ہوہاں۔۔!"

ارسل افگن نے کبھی یوں سنجیدگی سے حق نہیں جمایا تھا لیکن آج۔۔ ایسے حق سے پوچھ کر۔۔ وہ لالہ رُخ کو مزید کمزور کر گیا تھا۔ وہ جو ہمیشہ اسے دیوار سے لگا کر اپنی بات منوایا کرتی تھی آج وہ ساکت تھی۔۔ اسکے ہاتھوں سے جیسے ساری ہمت سلب کی جا چکی تھی۔۔ وہ اسے دھکیلنا چاہتی تھی لیکن وہ اسے دھکیل نہیں پارہی تھی۔۔

"ارسل"

"میری پابند نہیں ہو تو کس کی پابند ہو پھر۔۔؟"

اس نے اسے مزید قریب کیا تھا۔ لالہ رُخ اسکی کاٹ داری سنجیدگی پر سہم گئی تھی۔

"ارسل"

"کیوں بات نہیں مانتی ہو میری تم ہاں؟ سمجھاتا ہوں تو سمجھتی کیوں نہیں ہو۔۔؟ سختی نہیں کرتا تو اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے سختی کرنی آتی نہیں ہے۔۔ لیکن تم اس طرح خود کو تکلیف دو گی تو یہ میں بالکل برداشت نہیں کرونگا سمجھی!!"

آخر میں اس قدر درشتی سے پوچھا کہ وہ جلدی سے اثبات میں سر ہلا گئی۔ آنسو تیزی کے ساتھ گرنے لگے تھے ارسل کی قمیص پر۔۔ اس نے اگلے ہی پل اسے آزاد کر دیا تھا۔ پھر پلٹ کر باہر کی جانب بڑھنے ہی لگا تھا کہ اسکی لڑکھڑاتی آواز پر ٹھہر سا گیا۔

"میں آپکی اور اپنی ازدواجی زندگی کو بہتر بنانا چاہتی تھی ارسل۔ میں آپکے اور اپنے رشتے کو مضبوط کرنا چاہتی تھی لیکن۔۔ اب مجھے لگتا ہے کہ شاید مجھے پیچھے ہٹ جانا چاہیئے۔۔ آپ کسی اور کو پسند کرتے

ہیں۔ آپ اسے دل سے نہیں نکال سکتے۔ لیکن میں کیا کروں ارسل۔۔ مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے جب آپ۔۔ جب آپ کسی اور کی محبت میں گھلنے لگتے ہیں۔ میں کیا کروں کہ میری اذیت تھوڑی کم ہو جائے۔۔ میں کیا کروں ارسل۔۔ مجھے یہاں بہت تکلیف ہوتی ہے۔۔ "

اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔ وہ اگلے ہی پل پلٹا تھا۔۔ چند پل اسے دیکھتا رہا۔۔ اور پھر آگے بڑھ کر اسے کھینچ کر خود سے لگا لیا۔ وہ روتی ہوئی اس سے لگی رہی۔۔ ارسل اب بہت نرمی سے اس کے ڈھیلے جوڑے پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

اس کے آنسوؤں پر اسے تکلیف ہوئی تھی۔ وہ رو رہی تھی تو اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ جنگلیوں کی طرح مارتی دھاڑتی ہی اچھی لگا کرتی تھی۔ وہ ایسے روتے ہوئے بالکل بھی اچھی نہیں لگتی تھی۔

اس کا سر بہت آہستگی سے سہلاتے ہوئے وہ اب تک اسے اپنے ساتھ لگائے ہوئے تھا۔ اسے رونے کے لیئے پناہ کی ضرورت تھی تو اس نے اسے پناہ دینے سے گریز نہیں برتا تھا۔۔ کیونکہ جب کوئی بہت مضبوط سا انسان آپ کے سامنے رو پڑتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ مضبوطی کا لبادہ سجائے تھکنے لگا

ہے۔۔ اسے اسکی کمزوری پر عار دلائے بغیر آگے بڑھ کر گلے لگالینا چاہئے اور اس نے بھی یہی کیا تھا۔۔

کیونکہ وہ لڑکی بہت چپکے سے۔۔ بہت آہستہ سے۔۔ بنا کسی چاپ کے۔۔ اسکے دل میں اترنے لگی تھی۔۔

رات اسی تاریک پہر میں خاموشی سے اپنے کھڑکی سے باہر دیکھتی آمنہ نے اپنی آنکھ سے گرتے اس آنسو کو سختی سے رگڑ ڈالا تھا۔ یاد کے زخموں کی اذیت آج بھی ساتھ تھی۔۔ اور ہر گزرتے پل یہ زخم تکلیف دیا کرتے تھے۔۔

وہ تینوں محبت کے کھینچے گئے اس بے رحم سے تکیوں میں قید تھے۔۔ اور تکیوں۔۔ جسکا ایک سرا ہمیشہ تنہا ہی رہا کرتا تھا۔۔

کمرے میں پھیلی خاموشی میں مدغم ہوتے اسکے آنسو خشک ہو چکے تھے۔ وہ اب کہ بالکل خالی خالی سی
ارسل کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔ پھر آہستہ سے گیلی سانس اندر کو کھینچتی پیچھے ہٹی۔ تھکی تھکی سی
آنکھیں اٹھا کر ارسل کو دیکھا جو سنجیدگی سے گردن جھکائے لالہ رُخ کو ہی تک رہا تھا۔ اس نے خشک
پڑتے لبوں پر زبان پھیری تھی۔۔۔ کندھوں پر جانے کیوں منوں بوجھ آگرا تھا لمحوں ہی میں۔۔

"میں تیار ہوں ارسل۔۔"

اسکی نحیف سی آواز ابھری تھی۔ اداسی میں ملفوف نگاہوں میں گلابی سے ڈورے بھی چمک رہے تھے۔
ارسل نے اسے بغور دیکھا تھا۔۔

"کس چیز کے لیئے؟"

"آپکو آزاد کرنے کے لیئے۔۔"

لیکن اب کہ اسکی آواز مضبوط تھی۔ واضح اور فیصلہ کن۔۔ وہ اسکے جواب پر چند پل نگاہیں سکیڑے
اسے دیکھتا رہا اور پھر گہرا سانس لے کر گویا ہوا۔۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے لالہ رُخ۔۔؟"

"فرق پڑتا ہے ارسل۔۔ اس سب سے آپکو۔۔ مجھے اور آمنہ کو فرق پڑتا ہے۔ اور میں کسی بھی جذبے کے زیرِ اثر یہ بات نہیں کہہ رہی ہوں آپ سے۔ میں بہت دنوں سے تذبذب کا شکار تھی لیکن اب میرے آنسوؤں نے مجھ پر چڑھی گرد جھاڑ دی ہے۔ اب مجھے سب کچھ بہت واضح دکھائی دینے لگا ہے۔۔"

ارسل اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ کھلی کھڑکی کے پار پگھلتی رات، اب کہ ان کے کمرے میں چہرہ ذرا آگے نکالے، جھانک رہی تھی۔ ایک سرسرا تا جھونکا ارسل کے بالوں کو اڑاتا ہوا گزرا تو وہ یکنخت سمجھ کر سر ہلانے لگا۔ پھر بھوری آنکھیں اٹھا کر لالہ رُخ کو دیکھا۔

"ہماری زندگیوں کا فیصلہ ہمارے والدین نے کیا تھا رُخ۔۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم مجھے آزاد کرتی ہو یا میں تمہیں۔ ہمیں ساتھ رہنا ہے۔۔ ہمیں ساتھ رہنا ہی ہو گا۔ ہماری علحیدگی کی کوئی صورت نہیں ممکن نہیں ہے۔"

اسکا تجزیہ بہت بے رحم اور حقیقی تھا۔ لالہ رُخ کو جانے کیوں سینے میں چبھن سی ہونے لگی۔ اسکا دم گھٹنے لگا تھا۔

"ہمارے نہیں ارسل۔ صرف آپ کے بابا نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ میرے والدین نے یہ فیصلہ مجھ سے پوچھ کر کیا تھا اور میرے ہامی بھرنے کے بعد ہی اس رشتے کو مزید آگے بڑھایا گیا تھا۔ میرے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کی تھی کسی نے بھی۔ یہ میرا اپنا فیصلہ تھا۔۔ اور میں۔۔ اس فیصلے کو واپس لینے پر بھی قادر ہوں۔۔"

اسکے بہت بے رحم تجزیے کے جواب میں رُخ نے بھی ہر قسم کی نرمی کو بالائے طاق رکھ کر جواب دیا تھا۔ ارسل کی آنکھیں لمحے بھر کو اسکا جواب سن کر حیرت سے پھیلیں۔

"تم کیا کرنا چاہتی ہو رُخ۔۔؟"

"کہانا آزاد کرنا چاہتی ہوں آپکو خود سے۔"

"لیکن یہ بہت نامناسب سی بات ہے۔۔"

"جو فیصلے انسانی زندگی کے ساتھ میل نہیں کھائیں ناں ارسل۔۔ نامناسب وہ ہوتے ہیں۔۔ انہیں درستگی کی جانب کھینچ کر لاتی کوششیں نہیں۔۔"

وہ بہت سنجیدہ لگ رہی تھی۔ اسکی پچھلی کمزوری ہر گزرت لمحے عنقا ہوتی جا رہی تھی۔ چہرہ جو جذبات سے دھک رہا تھا آہستہ آہستہ سپاٹ ہونے لگا۔

"لیکن تم ایسے کیوں کرو گی۔؟"

"اسی لیئے کیونکہ آپ اس شادی سے خوش نہیں ہیں۔"

"کیا کوئی تکلیف دی ہے میں نے تمہیں۔۔؟"

اسے سمجھ نہیں آیا کہ مزید کیا پوچھ کر اسے کسی بھی خطرناک ارادوں سے باز رکھے لیکن شاید اب وہ سارے فیصلے کر چکی تھی۔ جیہی تو اس کے جھکے کندھے سیدھے ہو گئے تھے۔ نگاہیں اٹل تھیں۔۔

"میں بچی نہیں ہوں ارسل کہ آپ کے احساسات کا ادراک نہ کر سکوں۔ مجھے پتہ ہے آپ مجھے پسند نہیں کرتے۔ آپ مجھے کبھی پسند نہیں کر سکتے اسی لیئے۔۔"

وہ ٹھہری تھی۔۔ پھر دہکتی ناک اور گلابی آنکھوں سے سجا چہرہ ذرا اوپر کواٹھایا۔ اسکی آنکھوں میں مضبوطی سے دیکھا۔

"میں اب آپکو مزید پریشان نہیں کرونگی۔ میں اب آپکی زندگی میں کسی بھی تکلیف کا باعث نہیں بنونگی۔ میں چلی جاؤنگی جلد ہی اور آپکو کبھی اور گلٹی نہیں کرونگی۔ میں شیر بابا سے بھی بات کر لونگی۔۔۔ آمنہ سے بھی۔۔۔ میں آپکے لیئے یہ آسانی کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ مجھے اس سے مت روکیں پلیز۔۔۔"

اس آخری بات پر اسکی آنکھیں ایک بار پھر سے نمی کے باعث جگمگائی تھیں۔ ارسل کو تکلیف ہوئی۔۔۔ اسکی خوشی کے لیئے وہ اپنا سب کچھ قربان کر کے بڑی بہادری سے اسکی زندگی سے جانے کا فیصلہ سنا رہی تھی۔ اور ایک وہ تھا۔۔۔ کہ ٹھیک سے اپنا فیصلہ بھی نہ سنا سکا تھا۔۔۔ ایک وہ تھا کہ جس نے اپنے وعدوں سے انحراف کیا تھا۔۔۔ ایک وہ تھا کہ ڈٹ کر اپنے لیئے مقابلہ بھی نہ کر سکا تھا۔۔۔

"یہ۔۔۔ یہ ٹھیک نہیں ہے لالہ رُخ۔ میں تمہیں ایسے تمہارے حق سے محروم نہیں کرنا چاہتا۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔۔۔"

"مجھے محض حق نہیں چاہیئے ارسل۔۔۔ مجھے محبت چاہیئے۔۔۔ جو آپ مجھ سے نہیں کرتے۔۔۔ حقوق تو میں آپ سے لے سکتی ہوں۔۔۔ محبت کیسے لوں؟"

وہ لاجواب سا ہو گیا تھا۔ تحلیل ہوتی رات میں ہر جانب گہری اداسی گھلنے لگی تھی۔ اسے خوش ہونا چاہیے تھا۔ کہ وہ اسکی زندگی سے جانے کا فیصلہ کر رہی تھی۔۔ یہی تو چاہا تھا اس نے اب تک لیکن پھر یہ خالی پن۔۔ یہ کھوکھلی سی کسک کیوں اٹھ رہی تھی دل میں۔۔؟

"تم ترس کھا رہی ہو مجھ پر رُخ؟"

"نہیں ارسل۔۔"

اس نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا تھا۔ اسکی معصومیت پر اتنی تکلیف میں بھی لب مسکرانا نہیں بھولے تھے۔

"یہ آپکا حق لوٹا رہی ہوں میں آپکو۔ کیا ہوا جو آپ یہ جرأت نہیں کر سکے تو؟ میں تو یہ کر سکتی ہوں نا ارسل!۔۔ میں پٹھان گھرانے کی ایک باہمت بیٹی ہوں۔ میں اگر اپنا حق لینا جانتی ہوں تو دوسرے کا حق انہیں دینا بھی جانتی ہوں۔ آپکو آزادی سے اپنا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔۔ آپکو اپنی زندگی گزارنے کا حق ہے۔۔ یہ حق آپکو اللہ نے دیا ہے۔ میں اسے آپ سے چھین کر آپکی مزید گنہگار نہیں بننا چاہتی۔۔"

اور پھر وہ اسکے سامنے رکی ہی نہیں۔ خاموشی کے ساتھ اسکے برابر سے نکل گئی۔ دروازہ کھل کر بند ہونے کی آواز کمرے کے سردسکوت کو زخمی کرتی دم توڑ گئی۔۔ لیکن ارسل اپنی جگہ خالی چہرہ لی مئے جما رہا۔ پھر وہ آہستہ سے اپنے بیڈ پر آ بیٹھا تھا۔۔ سردونوں ہاتھوں میں گرالیا۔۔ گہرا سانس لے کر اندر جمع ہوتی گھٹن کو کم کرنا چاہا۔۔

آمنہ کا سراپا اگلے ہی پل اسکی نگاہوں کے سامنے لہرایا تھا۔ اسکی محبت سے لبریز آنکھیں۔۔ اسکا انداز۔۔ اسکی چاہت۔۔ اسکی عادت۔۔ وہ پھر سے وہیں کہیں پیچھے سردراہداریوں میں اسکے ساتھ چلتے راستوں پر کھو گیا تھا۔۔ وہ وہیں پہنچ گیا تھا جہاں سے چلا تھا۔۔ اسکے آس پاس اپنی پہلی محبت کی خوشبو بکھرنے لگی تھی۔۔ لیکن پھر اسی عکس میں دوسیاہ رنگ آنکھیں تحلیل ہونے لگیں۔۔

وہ اگلے ہی پل گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ تیزی سے سر کے بالوں میں ہاتھ چلا کر بڑھتی بے چینی کم کرنے کی کوشش کی لیکن جواب نہ ارد۔۔ اسکے رگ و پے میں ہر گزرتے لمحے لالہ رخ کی باتیں چھن کی سی صورت اترنے لگی تھیں۔

تاریکی میں گھلتی سرد ہوا کے جھکڑ اب تک سارے ماحول کو خنک سا تاثر دی مئے ہوئے تھے لیکن پھر بہت آہستگی سے۔۔ یہ خنکی۔۔ سرد سی۔۔ رگوں کو چیرتی ٹھنڈ میں بدلنے لگی۔۔ سرد جذبات کی مانند

خاموش اور بے جان کر دینے والی ٹھنڈ۔۔! جو انسان کو کسی بھی نرم گرم سے جذبے کا اسیر نہیں چھوڑتی۔۔ ایسی ٹھنڈ جو وجود پر چڑھتی، انسان کو جمادیا کرتی ہے۔۔ بلاشبہ آج رات ایسی ہی ٹھنڈ پڑنے والی تھی۔۔ تیخ۔۔ سرد۔۔ رحم سے خالی۔۔!

وہ خاموشی سے آکر رمشہ کے کمرے میں لیٹ گئی تھی۔ رمشہ نے بھی اس سے کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ لالہ رُخ ہمیشہ اعلیٰ قسم کے جوش و ولولے کے ساتھ اسکے کمرے میں داخل ہوا کرتی تھی لیکن آج کی لالہ رُخ بہت چپ تھی۔۔ خاموش اور اداس۔۔ وہ اسکے ساتھ ہی بیڈ پر دراز تھی۔۔ آنکھوں پر بازو رکھے۔۔ کمبل منہ تک تانے۔۔ رمشہ نے اسے دیکھ کر ہلکے سے ہاتھ ہلایا اور چھوٹا سا "شب بخیر" کہہ کر سونے لیٹ گئی۔

لالہ رُخ نے کروٹ دوسری جانب لے لی تھی۔ نگاہوں کے سامنے بار بار ارسل کا بے بس، پریشان سا چہرہ ابھرتا تو وہ اور بے کل ہو جاتی۔۔ اگلے ہی پل اسے گزری باتیں یاد آنے لگی تھیں۔۔

اس نے شیر افگن کی باتیں سن لی تھیں۔ وہ اس دن ارسل کے آفس گئی تھی لیکن پھر وہ شیر کی جانب سے کسے گئے بہت تکلیف دہ جملوں پر وہیں ٹھہر بھی گئی تھی۔ انکی جانب سے کی گئے بے رحم تبصروں کے بعد شاید۔۔ اب۔۔ وہ تھوڑا بہت ارسل کو سمجھنے لگی تھی۔۔ پھر اس نے اسکی مدد کرنے کا سوچا لیکن آخر میں وہ اسکی عزت نفس کو ٹھیس پہنچانے کا باعث ہی بنی۔۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ جو تکلیف سے کسی کو بچانا چاہیں تب بھی تکلیف ہی سے دوچار کر دیا کرتے ہیں۔۔ وہ بھی ایسی ہی تھی۔۔ اسفند لالہ کا پرٹو۔۔ انکا عکس۔۔

اس نے ہمیشہ اپنے حق کے لیئے لڑائیاں کی تھیں۔ جو اسکا ہے وہ اسکا ہے۔۔ وہ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔۔ درمیان میں جو بھی آئے گا وہ اسے روندتی ہوئی گزر جائے گی۔۔ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لائے گی۔۔ اس نے یہی سیکھا تھا۔۔ اس نے اسی طریقے سے زندگی گزاری تھی۔۔ ارسل کو بھی وہ ایسے ہی حاصل کرنا چاہتی تھی۔۔ وہ زبردستی اسے اپنے ساتھ رکھنے پر مصر تھی۔۔ وہ اس سے اپنے حق کی محبتیں، سکون اور آخری عمر کے ساتھ کا مطالبہ کر رہی تھی یہ جانے بغیر کہ انسان تو انسان ہوا کرتے ہیں۔۔ وہ چیزیں نہیں ہوتے کہ جن پر تسلط جما کر انہیں اپنے نام کر والیا جائے۔۔ وہ کوئی زمین کا ٹکڑا یا

پھر کسی جائیداد کا حصہ نہیں ہوتے کہ جن کے لیئے سالہا سال عدالتوں میں دھکے کھا کر۔۔ انہیں اپنی ملکیت میں سمیٹ لیا جائے۔۔

انسان، انسان ہوتے ہیں!

اور وہ ہمیشہ انسان ہی رہتے ہیں۔۔

دل کے معاملات میں زور زبردستی کبھی بھی اچھے نتائج کو لیئے انسان پر وارد نہیں ہوتی۔۔ بس یہ بات شاید زور آور سی لالہ رُخ کو بہت دیر سے سمجھ آئی تھی۔ اسے اس بات کا ادراک بہت دیر سے ہوا تھا۔ کہ انسانوں کے ساتھ معاملات طے کرتے ہوئے مصنوعی خدو خال نہیں بلکہ روح کے معاملات کا دھیان رکھا جاتا ہے۔۔ بس یہیں غلطی ہو گئی تھی اس سے اور اب وہ اسی غلطی کو سدھارنا چاہتی تھی۔۔ پھر بھلے ہی اس غلطی کو سدھارتے اسکی اپنی روح زخمی ہو جاتی۔۔ وہ ارسل کے لیئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتی تھی۔۔ بس تھوڑا سا ہی سہی۔۔ ہاں۔ وہ الگ ہو جائے گی۔۔ وہ یہ کر لے گی۔۔ وہ سب کو منا بھی لے گی۔۔ وہ یہ کر سکتی تھی۔۔ اسے یہی کرنا چاہیئے۔۔

اب کہ مضبوط سی لالہ رُخ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر تکیے میں جذب ہونے لگے تھے۔ اس نے حتی الامکان اپنی بکھرتی سانسوں کو سمیٹے رکھا۔ دل دکھ رہا تھا، آنکھیں رورہی تھیں لیکن وہ اب خود کو اس گھن چکر بنی زندگی سے الگ کر لینا چاہتی تھی۔۔۔ وہ شاید یہ خود کے لیے بھی کر رہی تھی۔ اسکی بھی انا اور عزت نفس اس سب میں مجروح ہوئی تھی۔۔۔ اسکا شوہر اسکے علاوہ کسی اور لڑکی کو چاہتا تھا۔۔۔ وہ اس کے ساتھ شرافت سے پیش آتا تھا تو اسکا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اسکے ساتھ چپکی رہتی۔۔۔ اسکی اپنی زندگی بھی تھی۔۔۔ وہ خود کو ساری زندگی کسی کی بھیک سی محبت میں دھول نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔ ہاں وہ یہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔

اس نے زکام زدہ سی سانس اندر کو کھینچ کر آنکھیں صاف کیں اور پھر پلکیں موند گئیں۔۔۔ نیند روٹھ چکی تھی اور پلکوں کے پار اب تک بھوراسا ارتکاز جگمگا رہا تھا۔ اسکے آنسو ایک بار پھر سے بہنے لگے تھے۔۔۔

اگلے کئی دن انکے درمیان سے بہت خاموشی سے گزر گئے تھے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کا سامنہ تو کیا۔ ایک دوسرے کو دیکھنا بھی ترک کر دیا تھا۔ ارسل جب آفس جاتا تو وہ جاگتے ہوئے بھی کمبل منہ تک تانے سوتی رہتی۔ اور جب وہ رات کو واپس پلٹتا تب تک وہ سو جایا کرتی تھی۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو وقت دے رہے تھے۔ سمجھنے کے لیے خاموشی ضروری تھی اسی لیے ان دونوں کے درمیان بھی گانٹھا گیا خاموش معاہدہ واضح لکیر کی مانند ابھرا ہوا تھا۔

اگلے دن وہ بہت بوجھل سا اپنے کمرے سے آفس کے لیے تیار ہو کر نکل رہا تھا۔ بے خوابی کے باعث آنکھوں کی ماورائی سی جوت بجھی ہوئی تھی اور زندگی اسکے وجود سے روٹھی ہوئی لگتی تھی۔

اس نے گہرا سانس لے کر قدم زینوں کی جانب پھیرے اور پھر قدم قدم زینے اترنے لگا۔ لاؤنج میں آج بہت دنوں بعد خاصی رونق لگی ہوئی تھی۔ لالہ رخ سیاہ بالوں کو ہاف باندھے رمشہ کے ساتھ چائے پیتی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔ ساتھ براجمان رمشہ بھی اسے اپنے کالج کا کوئی قصہ سنارہی تھی اور وہ ہنستی ہنستی دوہری ہوئی جارہی تھی۔ اسکی ہنسی ارسل کو بہت کھوکھلی محسوس ہوئی۔

اس نے اپنے پچھلے ایام کی کمزوری گھروالوں کے سامنے ظاہر نہیں کی تھی اور کہیں اسکے اندر مچی توڑ پھوڑ ان پر عیاں نہ ہو جائے اسی لیئے وہ اتنے بلند و بانگ قہقہے لگا کر ہنس رہی تھی۔ روح جب خاموش ہو جائے تو پھر کھوکھلے قہقہے خالی پن سے عبارت ہونے لگتے ہیں۔

وہ گردن میں ابھرتی گلٹی کو نگل کر زینے اتر اور پھر نیچے چلا آیا۔ دادی جو تسبیح کے دانے گراتیں لالہ رُخ کی کھکھلاتی ہنسی پر، مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھیں۔۔ اسکی جانب متوجہ ہوئیں۔۔

"اسلام علیکم۔۔ آفس جارہے ہو بیٹا۔۔؟"

انہوں نے رُخ کے عین پیچھے کھڑے ارسل کو مخاطب کیا تو وہ اور رمشہ چونکیں۔۔ ایک ساتھ ہی چہرہ پھیر کر اسے دیکھا۔ وہ بہت بجھا بجھا سا لگ رہا تھا۔۔ خاموش۔۔ خالی۔۔

لالہ رُخ نے چہرہ واپس پھیر لیا۔ اسکے اندر بھی سیاہ رات کی گہری ادا سی اترنے لگی تھی۔۔

"و علیکم سلام۔۔ جی دادی۔۔ آفس جا رہا ہوں۔۔"

"ناشتہ یہیں کرو گے یا پھر آفس جا کر کرو گے۔۔؟"

دادی نے اسے باہر کی جانب بڑھتے دیکھا تو پوچھ ہی لیا۔ انہیں لالہ رُخ اور ارسل کے درمیان کاتناؤ
بخوبی محسوس ہوا تھا۔ سمیرا بھی اب کے لاؤنچ ہی میں چلی آئی تھیں۔

"جی دادی آفس ہی میں کر لوں گا۔ ابھی دل نہیں۔۔"

"اچھا سنو۔۔"

اور اب کے ایک بار پھر اسکے قدم ٹھہر سے گئے تھے۔ اس نے پلٹ کر سمیرا کو دیکھا تھا۔ رُخ نے
خود کو پلٹ کر اسے دیکھنے سے باز رکھا۔ وہ اسے وقت دینا چاہتی تھی۔ ابھی یوں اسکے سامنے آکر وہ
اسے کسی بھی قسم کے گلٹ کا شکار نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"اگلے ہفتے شادی ہے اسفندیار کی۔ لالہ رُخ کو شاپنگ پر لے جاؤ۔۔"

"ارے نہیں آنٹی۔۔ میں پچھلے ہفتے ہی تو رُمشہ کے ساتھ کر آئی تھی شاپنگ۔ اور ویسے بھی میری
شادی کے بھی تو کپڑے، جیولری وغیرہ ایسے ہی رکھیں ہیں سب۔ وہی پہن لوں گی۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا لالہ رُخ نے اس تک آتے سوال کا جواب بھی خود ہی دے دیا تھا۔ جانے یہ لڑکی اور کتنے احسان کرنا چاہتی تھی اس پر۔۔! اس نے سر ہلا کر اللہ حافظ کہا اور پھر باہر کی جانب بڑھ آیا۔ ہر گزرتے لمحے جانے کیوں اسکا بو جھل دل مزید بو جھل ہوتا جا رہا تھا۔

لالہ رُخ نے گہرا سانس لے دکھتے دل کو نظر انداز کیا اور پھر زبردستی مسکرا کر رُمشہ کی جانب دیکھا۔
"کیا تم مجھے سکھاؤ گی کہ پینٹنگ کیسے کرتے ہیں۔۔؟"

دوپہر تک گھر کا کام نپٹا کر جب وہ دونوں فارغ ہوئیں تو رُمشہ اسے نیچے بنے تہہ خانے میں لے آئی۔ وہاں ہر جانب رنگ ہی رنگ بکھرے تھے۔ رُمشہ نے آگے بڑھ کر لائٹ جلائی تو پل بھر کو تاریک سا تہہ خانہ روشنیوں میں نہا سا گیا۔ ہر جانب کینوس پر کچھ نہ کچھ رنگوں سے سجایا گیا تھا۔ بہت سی پینٹنگز بھی جابجا دیواروں پر آویزاں تھیں اور رنگوں سے بہت ہی بامعنی سجاوٹ کی گئی تھی۔
"مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اتنی اچھی پینٹر ہو۔۔"

اس نے ایک پینٹنگ کی جانب بغور دیکھتے ہوئے متاثر ہو کر کہا تو رمشہ ہنس پڑی۔۔ پھر رنگوں کے کٹ سمیٹ کر ایک جانب رکھتی کہنے لگی۔۔

"بھابھی یہ پھپھو کی پینٹنگز ہیں۔۔ انہیں بہت شوق تھا پینٹنگ کرنے کا۔۔ یہ جتنی بھی مہارت سے بنائی گئی پینٹنگز ہیں نا۔۔ یہ پھپھو کی ہیں۔۔ میں تو بس ٹھیک ہی بناتی ہوں۔۔ انکے جانے کے بعد بھی میں اس بیسمنٹ کی صفائی معمول کے مطابق کرواتی ہوں۔۔ کیا ہوا جو وہ چلی گئیں۔۔ انکی پینٹنگز تو آج بھی زندہ ہیں نا۔۔"

وہ آخر میں اداسی سے بولی تو لالہ رُخ نے گہرا سانس لیا۔۔ دیواروں پر سچی کی پینٹنگز میں سے ایک پر وہ ٹھہر گئی تھی۔ نیلے رنگ کی جھیل پر لہراتے سنہری بادلوں سے سچی پینٹنگ۔۔ درخت، خوشحالی، سبزہ۔۔ ہر جانب اس میں خوشی ہی خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی لیکن پھر اسی پینٹنگ کے ایک حصے میں سیاہ پانی کی بارش برس رہی تھی۔۔ یوں گویا۔۔ سنہری روشنی سے سیاہ رات کا سفر واضح کیا گیا ہو۔۔ وہ اس گہری سی مہارت پر حیران سی کھڑی رہ گئی تھی۔۔ رمشہ بھی اسکا ارتکاز محسوس کر کے اب کہ اس کے ساتھ آکھڑی ہوئی تھی۔۔ پھر ہولے سے بولی۔۔

"یہ اس رات کی پینٹنگ ہے جب پھپھو کو۔۔ قتل کیا گیا تھا۔۔"

اس نے آنکھیں اگلے ہی لمحے بند کر لی تھیں۔ تکلیف رگوں میں اترنے لگی۔۔ بو جھل دل دکھنے لگا۔۔
"شاید انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بھی روشن سی زندگی سے سیاہ کال کو ٹھڑی میں جا کر سونے والی ہیں۔
دادی ہمیشہ کہتی ہیں کہ انسان کو اسکی موت کا اندازہ ہو ہی جاتا ہے۔۔ اور بھابھی مجھے لگتا ہے کہ شاید وہ بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔۔ ہمارا انجام قریب آ رہا ہوتا ہے۔۔ ہمیں ادراک تو ہو ہی جاتا ہو گا نا۔۔"
اس نے آخر میں پلٹ کر اسے دیکھا تو وہ پھیکا سا مسکرائی۔۔ پھر کھلی ہتھیلی اسکی جانب بڑھائی۔۔
"لاؤ مجھے بھی برش دو۔۔ آج میں بھی تمہیں بنا کر دکھاؤں کوئی نمونہ۔۔"

رمشہ اگلے ہی پل ہنس دی تھی۔

اب وہ دونوں اپنے اپنے کورے کینوس کے سامنے کھڑین پینٹنگ کر رہی تھیں۔ رمشہ کے ہاتھ رنگوں کے ساتھ بہت مہارت سے چل رہے تھے لیکن رُخ سے تو توبہ تھی۔۔ اسکی زبان ذرا سی باہر تھی،
آنکھیں انہماک سے کینوس پر جمی تھیں اور ناک پر سیاہ رنگ بھی لگ چکا تھا۔۔ اس نے اگلے ہی پل
ادھر ادھر ہاتھ مار کر بے نیازی سے برش ایسے چلایا جیسے واہ واہ کیا بنا دیا ہے میں نے۔۔ پھر رمشہ کو
دیکھا جو سنجیدگی سے اپنی پینٹنگ کی جانب متوجہ تھی۔

"رمشہ میں نے بنالی ہے۔۔"

اس نے پینٹنگ کے عین سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا۔ ایسے کہ وہ مکمل طور پر اسکے پیچھے چھپ گئی تھی۔
رمشہ نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور اگلے ہی پل ہنس پڑی۔ اسکی ناک پر لگا سیاہ رنگ بتا رہا تھا کہ اس
نے کیسی زبردست زور آزمائی کی ہوگی پینٹنگ کے ساتھ۔۔

"اچھا دکھائیں تو۔۔"

"نہیں۔۔ پہلے تم وعدہ کرو کہ ہنسو گی نہیں۔۔"

رمشہ نے جلدی سے سر اثبات میں ہلایا اور جیسے ہی لالہ رُخ پینٹنگ کے سامنے سے ہٹی تو رمشہ کی
آنکھیں تحیر سے پھیلیں۔۔ ایک پل کی خاموشی اور اسکا بھرپور قہقہہ گونجا تھا تہہ خانے میں۔۔ رُخ
نے برامان کر اسے دیکھا۔۔

"تم نے کہا تھا تم نہیں ہنسو گی۔۔"

"میں نہیں ہنس رہی۔۔"

وہ جھک کر ہنستی ہوئی ڈھٹائی سے نفی بھی کر رہی تھی۔ لالہ رُخ ایک بار پھر سے پینٹنگ سے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔

"بس ایک بات بتادیں۔۔ یہ بنایا کیا ہے آپ نے۔۔"

وہ اپنی نم آنکھیں صاف کرتی سیدھی ہوئی تو اس نے خفا خفا نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ جلدی سے اپنا برش رکھ کر اسکے قریب آئی تھی۔۔

"اچھا بتائیں تو کیا ہے یہ۔۔؟"

"یہ ایک قلم ہے جو کہ کسی انسان کے ہاتھ میں ہے۔۔ اور وہ کاغذ پر کچھ لکھ رہا ہے۔۔ پھر دوسری طرف ایک بلی بھی کھڑی ہے اپنے پنجے اٹھائے۔۔ اس انسان پر جھپٹنے کے لیئے تیار۔۔ لیکن جو میں نے ایک طرف کلاشن کوف بنائی ہے تو اسکا مطلب ہے کہ وہ آدمی اس بلی کے کسی بھی حملے پر اسے ہلاک کر دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔۔"

رمشہ آنکھیں پھاڑے اسکی وضاحت سن رہی تھی اور پھر جیسے ہی رُخ ایک بار پھر سے پینٹنگ کے سامنے سے ہٹی تو وہ ایک بار پھر ہنس دی۔۔ آگے بڑھ کر بغور اس قلم تھا مے ہاتھ کو دیکھا۔۔ وہ ہاتھ تو

نہیں البتہ ایسا لگ رہا تھا گویا سانپ پتہ کھا رہا ہو۔۔ اور دوسری جانب اس نے بلی بنائی تھی۔۔ اللہ کی پناہ تھی اسکی بلی سے۔۔ وہ بلی کے علاوہ باقی سب کچھ لگ رہی تھی۔۔ ایک اور تلو نے پر اس نے کلاشن بنائی تھی جو ان دونوں کارناموں سے قدرے بہتر تھی۔۔ شاید اسی لیئے کہ اسکی طبیعت بھی ایسی ہی تھی۔۔ جنگجوؤں کی مانند۔۔

وہ ایک بار پھر سے ہنستی ہوئی پیچھے ہوئی تو لالہ رخ نے آگے بڑھ کر سبز رنگ اپنی انگلی پر لگایا اور پھر اسکے رخسار پر رنگ لگاتی پیچھے ہوئی۔۔ شرارت سے اسکی سیاہ آنکھیں چمک رہی تھیں۔۔ رمشہ نے بھی جواباً اسکے رخسار پر رنگ سے بھریں تینوں انگلیاں پھیریں تو وہ ہنستی ہوئی باہر کی جانب بھاگی۔۔ رمشہ اسکے پیچھے تھی۔۔ رنگوں سے بھری تھالی ہاتھ میں لیئے۔۔

"نہیں۔۔ نہیں۔۔ اچھا رکھو۔۔ پلیز۔۔"

وہ ہنستی ہوئی اسے بمشکل خود سے دور کرتی آگے کی جانب بھاگی ہی تھی کہ لاؤنج میں سامنے سے آتے ارسل سے بری طرح ٹکرا کر پیچھے کو گری۔۔ رمشہ بھی اسکے عین پیچھے ہی تھی۔۔ اسکے ٹکراتے ہی وہ بھی توازن قائم نہ رکھنے پر گری تھی۔۔ ارسل نے بوکھلا کر اسے ہاتھ دیا۔۔ وہ ابھی ابھی آفس سے کوئی فائل لینے گھر پر آیا تھا کہ اس آفتاد سے ٹکرا گیا۔۔

لالہ رُخ نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ ٹھہر سا گیا۔ اسکی ناک، رخسار، انگلیوں پر جابجا رنگ لگا ہوا تھا۔ لالہ رُخ نے خوفزدہ ہو کر ارسل کے کپڑوں کو دیکھا تھا۔ وہاں رنگ لگ گیا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟ اٹھو۔۔"

اس نے ہاتھ بڑھا رکھا تھا۔ رُخ نے اگلے ہی پل اسکا ہاتھ تھاما اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ رمشہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"بھائی آپکے کپڑے خراب ہو گئے ہیں۔۔"

رمشہ کے بتانے پر اس نے گردن جھکا کر اپنے سوٹ کو دیکھا اور پھر کراہ کر لالہ رُخ کی جانب دیکھا تھا۔

"یہ کیا کیا دیکھو تم نے! اور ایسی بھی کیا مصیبت آگئی تھی جو بھاگ رہی تھیں تم۔۔؟ حلات دیکھو کیا

کر رکھی ہے اپنی تم نے۔۔ منہ دھو جا کر۔۔"

وہ اپنے دل میں ابھرتی بے چینی کو اسے ڈانٹ کر خاموش کروا رہا تھا۔ پھر اوپر کی جانب بڑھا تو وہ بھی رمشہ کی جانب خاموش نگاہوں سے دیکھتی اوپر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ ارسل اب ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا، سفید شرٹ کے کف کھول رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اوپر کی جانب چڑھا کر بغور اسے دیکھا۔ وہ اب

ڈریسنگ روم کے اندر جا رہی تھی۔۔۔ پھر تھوڑی دیر بعد منہ دھو کر باہر چلی آئی۔۔۔ اب ارسل نے اٹھ کر کپڑے تبدیل کیئے اور باہر چلا آیا۔۔۔ بالوں میں برش چلاتے ہوئے اسے دیکھا۔۔۔

"کیا جو تم نے مجھ سے کہا تھا وہ اب بھی ویلڈ ہے۔۔۔؟"

وہ چونکی۔۔۔ اسکی جانب دیکھا۔۔۔ پھر آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔

"ٹھیک ہے پھر لالہ رُخ۔۔۔ میں کل تک تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا۔۔۔ بس آج کا دن تمہارے انتظار کا آخری دن ہے۔۔۔"

اس نے سنجیدگی سے کہا اور پھر اگلے ہی پل۔۔۔ فائل ہاتھ میں لیئے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ لالہ رُخ خالی خالی سی کھڑی رہ گئی تھی۔ اسے پتا تھا کہ ارسل کا فیصلہ کبھی بھی اسکے حق میں نہیں ہونے والا تھا۔ وہ کبھی اسکے لیئے درست تھی ہی نہیں۔۔۔ وہ اسکے جوڑ کی تھی ہی نہیں۔ دو آنسو لڑھک کر اسکے رخسار پر پھسلے تو اس نے ہاتھ کی پشت سے انہیں رگڑ دیا۔۔۔ اسی لمحے اسکا فون بجا تھا۔۔۔

اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا فون اٹھا کر کان سے لگایا۔۔۔ پھر مسکرائی۔۔۔

"کیسے ہیں لالہ؟"

"میں ٹھیک ہوں لالے۔۔ تم کہاں گم ہو۔۔؟ کب آرہی ہو گھر پر۔۔؟ اب تو سب مہمان بھی آنا شروع ہو گئے ہیں۔"

اس کے چہرے پر اداس سی مسکراہٹ آٹھری تھی۔ اگر اب آی نالالہ تو شاید واپس نہ جاؤں اپنے گھر۔۔ اس نے دل میں سوچا تھا پھر چہکی۔۔

"آ جاؤنگی بھی۔۔ اب ایسی بھی کیا جلدی ہے آپکو میرے آنے کی۔۔؟ ویسے تو بڑا لڑتے رہتے ہیں مجھ سے۔۔"

اسفند شاید دوسری جانب ہنسا تھا۔

"میں وہ لڑائی ہی تو مس کر رہا ہوں پاگل۔۔ آ جاؤ جلدی۔ کوئی لڑنے والا ہی نہیں۔۔ رامین سے تو بحث کرنا ہی بیکار ہے۔۔ اسے تو ایک سے دوسری بات کرتے ہوئے صدی لگ جاتی ہے۔۔ رہے فرقان لالہ تو انکے اپنے اتنے مسئلے ہیں کہ وہ مجھ سے ایک دو کام کی بات ہی کر لیں بہت ہے انکی صحت کے لیئے۔۔ اب آخر میں تم ہی بچتی ہونا۔۔ تو میں تمہی سے کہو نکا۔۔"

وہ اسکی عجیب و غریب منطق سن کر ہنس پڑی تھی۔ لیکن یہ عجیب سی ہنسی تھی کہ جس میں اسکے رخسار تیزی سے بھگتے جا رہے تھے۔

"لالہ۔۔ کیا آپ مجھے لینے آجائینگے آج۔۔؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔ کب آؤں بتاؤ۔۔"

"آ۔۔ آج شام تک لالہ۔۔ میں انتظار کرونگی۔۔"

اب کہ دوسری جانب موجود اسفند چونکا تھا۔

"لالہ رُخ۔۔ سب ٹھیک ہے نا۔۔؟ ارسل تو ٹھیک ہے نا تمہارے ساتھ؟"

اسکے استفسار پر وہ جلدی سے بولی تھی۔۔

"جی لالہ۔۔ بس میری تھوڑی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آجکل شاید اسی لیئے آواز ایسی لگ رہی ہے۔

آپ شام تک آجائیے گا میں ویٹ کرونگی۔۔"

ایک سانس میں کہہ کر اس نے فون کان سے ہٹا کر گہرا سانس لیا تھا۔ اس سے پہلے کہ اسفند اس سے

کوئی اور بات پوچھ کر اسے لاجواب کر دیتا۔ بہتر یہی تھا کہ وہ جلدی سے بات ختم کر دیتی۔۔ اور جو

Novels Hub

دھنکاز قلم رابعہ خان

اسے بہتر لگا تھا اس نے وہی کیا تھا۔ دوسری جانب اب ارسل اپنی گاڑی کا دروازہ بند کر تاگلاس ڈور سے سچے ریسٹورنٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اسی ریسٹورنٹ کی جانب۔۔ جس میں وہ ہمیشہ آمنہ سے ملا کرتا تھا۔ آج وہ اس سے ایک بار پھر سے ملنے جا رہا تھا۔ انجام سے بے غرض ہو کر۔۔

.....

وہ جو ٹھہر جائیں۔۔

قائم رہتے ہیں صدیوں۔۔

کہ وقت بھی اکثر۔۔

کبھی پیچھے کی جانب پلٹتا ہے۔۔

چاہے پھر وہ روشن صبح کی مانند ٹھنڈا ہو۔۔

یا۔۔

رات کے تنہا سیاہ پہر سا کڑوا۔۔

وہ پلٹ آتا ہے۔۔

انہیں دکھی ساعتوں کے ساتھ۔۔

کہ جنہیں بھلانے میں بھی۔۔

صدیوں کا سا۔۔

سمے لگتا ہے۔۔

ارسل نے اپنے مدھم اٹھتے قدموں کے ساتھ درمیانی راستہ عبور کیا تھا۔ پھر وہ اس چمکتے گلاس ڈور سے سچے ریستوران کا دروازہ دھکیلتا اندر داخل ہوا۔ سب بہت دھیرج سے اپنے مدار میں سفر کر رہا تھا۔ دروازے کے اوپر لگی گھنٹی لمحے بھر کو پائل کی کھنکھار کی مانند کھنکی تھی۔ کرسی پر براجمان، اپنی پشت دروازے کی جانب کیئے، آمنہ نے ایک پل کو پلٹ کر دیکھا۔

ارسل افگن کا وجیہ چہرہ سنجیدگی کی گہری چھاپ کے زیر اثر لگتا تھا۔ اس نے کبھی اسے اس قدر سنجیدہ اور ٹھہرا ہوا نہیں دیکھا تھا۔

وہ قدم قدم چلتا آگے بڑھ آیا۔ پھر کوٹ کا ایک بٹن کھولتا اسکے عین سامنے آ بیٹھا۔ گلاس ڈور کے پار پگھلتی اداس سی شام کا عکس جگمگا رہا تھا۔ اسکی بھوری آنکھوں میں بھی ایسی ہی ایک شام ٹھہر گئی تھی۔ خاموش، اداس اور پر سکون۔۔!

لالہ رُخ نے سامان سمیٹ کر کمرے سے باہر نکلتے ہوئے ایک۔۔ بس ایک لمحے کو پلٹ کر اس کمرے کی جانب دیکھا تھا۔ گزرے ایام بھیگتی آنکھوں کے پار دھواں دھواں ہونے لگے تھے۔ یادوں کا کڑوا دھواں نگاہوں میں جلن سی برپا کرنے لگا تھا۔۔

اس نے اپنی نگاہ الماری کی جانب پھیری جہاں وہ کبھی کھڑی ارسل کو دھمکار ہی تھی۔ اس کی اگلی نگاہ بالکنی کے کھلے دروازے کی جانب تھی۔۔ جہاں وہ رو رہی تھی تو وہ اسکے پیچھے آیا تھا۔۔ اس اسے اگلی نگاہ۔۔ بیڈ پر پھسلی تھی۔۔ جہاں وہ اسکے آنسو اپنی نرمی سے سمیٹ رہا تھا۔۔ یاد کا ایک ایک ورق کھلتا جا رہا تھا۔۔ نگاہوں کے سامنے تحلیل ہوتا جا رہا تھا۔۔

اب وہ اسے تنکی مئے سے مار رہی تھی۔۔ وہ بھی جو اب اپنا بچاؤ کرتا اسے خود سے دور کر رہا تھا۔۔ لالہ رُخ بھیگی آنکھیں لی مئے مسکرا دی تھی۔

اگلا منظر بہت تکلیف دہ تھا۔۔ جب وہ اسے اپنی جانب پوری قوت سے تھام کر گھمار رہا تھا۔ وہ اس کے قریب تھا۔۔ اسے اسکی سنجیدگی کے پہر میں ڈھلیں بھوری آنکھیں یاد آئیں تو سانس لینا دشوار سا ہو گیا۔

وہ اس سے محبت کرتی تھی۔ وہ اسے چاہنے لگی تھی۔ وہ اس سے دور رہنے کا سوچ کر ہی ٹوٹنے لگی تھی۔ پہاڑ سی مضبوط چٹان کی مانند لالہ رخ۔۔ اس پہر۔۔ دروازے کے وسط میں کھڑی۔۔ پگھل رہی تھی۔۔ اسکی ذات سے رستے آنسو آنکھوں کے راستے باہر کو قطرہ قطرہ بہنے لگے تھے۔۔

اس نے اپنا چہرہ آہستہ آہستہ سے رگڑا اور جلدی سے باہر نکلی۔ گزرے لمحات اب تک بول رہے تھے۔۔ اگر وہ انہیں مزید دیکھتی تو شاید یہاں سے جانیں پاتی۔ وہ خود غرض ہو جاتی۔ وہ صرف اپنا سوچنے لگتی۔۔ اور فی الحال وہ صرف ارسل کا سوچنا چاہتی تھی۔ اسکی خوشی آمنہ تھی۔۔ وہ اسے اسکی خوشی لوٹانا چاہتی تھی۔

اس نے اپنی ہچکیوں پر بہت مشکل سے قابو رکھتے ہوئے زینے عبور کیئے تھے۔ بار بار منظر دھندلانے لگتا تھا۔۔ گلابی سا ارتکاز مزید گلابی ہونے لگتا تھا۔۔

آگے بڑھ کر رشتہ، دادی اور سمیرا سے ملتے اسکا دل بھر آیا تھا لیکن وہ نہیں روئی۔۔۔ وہ کیسے رو سکتی تھی۔۔۔؟ وہ لالہ رُخ تھی ناں۔۔۔ وہ کسی کے سامنے کیسے رو دیتی بھلا۔۔۔ مضبوطی بھی کبھی کبھی انسان کو کس قدر کمزور کر دیتی ہے۔۔۔ اسکا اندر بھی ٹوٹ کر بکھرنے لگا تھا۔۔۔

اسے خود پر حیرت بھی ہوئی تھی۔ اپنے حق کے لیئے لڑتے لڑتے وہ اس جنگ سے خاموشی کے ساتھ علیحدگی اختیار کر رہی تھی۔ اس نے کبھی کسی محاذ سے پیٹھ نہیں پھیری تھی لیکن آج۔۔۔ اس گھر سے قدم باہر کی جانب بڑھاتے ہوئے اسے سمجھ آ گیا تھا کہ۔۔۔ محبت انسان سے بڑے بڑے محاذ پر، بڑی بڑی قربانیاں مانگ لیا کرتی ہے۔ اس کے سامنے سر جھکاتے ہی بنتی ہے۔۔۔ اس کے سامنے اپنا وجود روند کر ہی فتح نصیب ہوتی ہے۔۔۔

کیا عجب ہے کہ سب کچھ ہار کر جیت مقدر میں لکھ دی جاتی ہے !

اسفند کے برابر میں بیٹھے اس نے چہرہ پوری طرح سے کھڑکی کی جانب پھیر رکھا تھا۔ اسفند نے بھی اسکا خاموش تاثر دیکھا تو کوئی بات کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اسے سمجھتا تھا۔ وہ اس جیسی تھی۔۔۔ تکلیف میں زبان سے اف تک نہیں نکالا کرتی تھی۔ ٹوٹے وجود کے ساتھ دوسروں کو تو رونے کے لیئے کندھا

دے سکتی تھی لیکن خود کے آنسوؤں کے لیئے۔۔ وہ کبھی کسی کے کندھے کا انتظار نہیں کیا کرتی تھی۔۔ کیا ظالم لڑکی تھی۔۔ !

اس نے خشک آنکھیں، پیچھے کی جانب بھاگتے ہوئے راستوں پر جمار کھی تھیں اور اب سب کچھ رات کی سیاہی میں ڈھلتا جا رہا تھا۔۔ سب کچھ۔۔ !

ارسل، آمنہ کے عین سامنے خاموشی سے براجمان تھا۔ پھر اس نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ خوبصورت آنکھوں کی چمک آج بھی اسکی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔۔ لیکن وہ انکی جانب متوجہ نہیں تھا۔۔ وہ تو کہیں پیچھے دیکھ رہا تھا۔۔ بھگی سیاہ آنکھیں۔۔ ضبط سے گلابی پڑتی سیاہ آنکھیں۔۔ مسکراتی ہوئی شرارت سے جگمگاتی سیاہ آنکھیں۔۔

"اس نے مجھے کہا کہ وہ میرے فیصلوں میں مجھے آزاد کرتی ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ وہ مجھ سے جینے کا حق چھین کر میری گنہگار نہیں بننا چاہتی۔۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہے۔۔"

اس نے سانس لینے کے لیئے وقفہ لیا تھا۔ آمنہ اسے ہی تک رہی تھی۔ اور وہ جانتی تھی کہ آج ارسل پچھلے ارسل سے خاصہ مختلف تھا۔ زخمی اور ٹوٹا ہوا۔

"اس نے مجھے کہا کہ جو آپ نہیں کر سکے وہ میں آپکے لیئے کرنا چاہتی ہوں اور جانتی ہو آمنہ۔۔ مجھے لگائیں اسے اب کبھی نہیں چھوڑ سکونگا۔"

آمنہ کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔ اسکے حلق میں بہت سے آنسو جمع ہوئے لیکن وہ آنکھوں سے نہ ٹپکے۔ وہ خود پر بہت سے بندھ باندھ کر آئی تھی۔ وہ ایسے خود کو بہنے نہیں دے سکتی تھی۔

ارسل یونہی گلابی آنکھیں لیئے، دکھتے گلے کے ساتھ بولتا جا رہا تھا۔

"بچپن میں جب میں چھوٹا تھا تب مجھے اندھیرے سے بہت خوف آتا تھا۔ اب بھی آتا ہے۔ اس وقت بھی پھپھو میرا گال تھپک کر کہتی تھیں کہ جو سیاہ راستہ تم عبور نہیں کر سکتے، اس راستے پر تمہارا ہاتھ تھام کر میں چلوں گی۔ میں تمہاری سیاہی میں روشنی بنوئی لیکن وہ میری کسی بھی سیاہی کا حصہ بننے سے پہلے ہی چلی گئیں۔۔"

آمنہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ ارسل نے اسے پہلے کبھی اپنے بارے میں یوں آگاہ نہیں کیا تھا۔ اسے یہ تک نہیں پتا تھا کہ اسکی کوئی پھپھو بھی تھیں جو مرچکی ہیں۔ اس نے کبھی اپنی کمزوریوں کو اس کے سامنے یوں کھول کر نہیں رکھا تھا۔ لیکن آج۔۔ وہ بہت سکون سے اسے یہ سب بتا رہا تھا۔۔

"میں کبھی تمہارے سامنے اپنی کمزوریاں بیان نہیں کر سکا آمنہ۔ میں شرمندہ تھا۔۔ خود پر۔۔ اپنی بزدلی پر۔۔ اپنی ڈرپوک طبیعت پر۔ میں عام مردوں کی طرح نہیں ہوں۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ میں جلدی ڈر جاتا ہوں۔ میں با آسانی رو بھی جاتا ہوں۔ مجھ سے غصے میں ٹھیک سے بات تک نہیں کی جاتی۔ لیکن میں تمہیں یہ سب نہیں بتا سکا۔ میں تمہیں اپنے ٹوٹے حصے نہیں دکھا سکا کیونکہ میں خوفزدہ تھا کہ تم۔۔ تم مجھے چھوڑ دو گی۔۔ اور شاید تم ایسا ہی کرتی۔۔"

اس نے گلاس ڈور پر جمی آنکھوں کو آمنہ کی جانب پھیرا۔ وہ سانس روکے اسے ہی سن رہی تھی۔ ارسل ہلکا سا مسکرایا۔۔

"میں تمہیں قصور وار نہیں ٹھہرا رہا آمنہ۔ میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں۔ تم جلد یا بدیر مجھ سے بیزار ہو کر مجھے چھوڑ دیتیں کیونکہ مرد کی ایسی کمزوری کسی بھی معاشرے میں قابل قبول نہیں ہے۔۔ میں خود جانتا ہوں اپنے آپ کو۔۔ میں نے ایک لمبے عرصے تک تہہ خانوں میں چھپ کر روتے ہوئے راتیں

گزار می ہیں۔۔ صرف اسی لیئے تاکہ میری یہ کمزوری کسی پر عیاں نہ ہو جائے۔۔ لیکن لالہ رُخ نے۔۔ "

وہ ٹھہرا تھا۔۔ نگاہوں کے سامنے ایک منظر سالہرایا۔ کھلے بالوں اور دوپٹے سے بے نیاز پریشان سی لڑکی اسے دوڑ کر گلے لگا رہی تھی۔ اسکی خوبیوں اور خامیوں سمیت سمیٹ رہی تھی۔۔

"اس نے مجھے عار نہیں دلائی آمنہ۔ اس نے مجھے قبول کر لیا۔ اس نے میری کمزوریوں کا احترام کیا۔ اس نے میرے عیب لوگوں کے سامنے بے عیب کر دیئے۔ اس نے مجھے کندھا دیا۔۔ میرے لیئے لوگوں سے جھگڑے مول لیئے۔۔ جو مجھے کرنا چاہیئے تھا وہ کرتی رہی۔ وہ بہت مضبوط ہے۔۔ میں کبھی کبھی حیران رہ جاتا ہوں کہ کوئی اتنا مضبوط کیسے ہو سکتا ہے۔۔ لیکن دیکھو ناں آمنہ۔۔ میں اسکی اتنی خوبیوں کے بعد بھی تمہارے سامنے بیٹھا ہوں۔۔ تمہیں یہ باور کروانے کے میرے دل سے تم آج بھی نہیں نکل سکی ہو۔۔ "

آمنہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر رخسار پر لڑھکا تھا۔ ارسل مسکرایا۔۔

"میں نے اس سے کہا کہ مجھے کچھ وقت دے تاکہ میں اسے جواب دے سکوں۔ لیکن میرے پاس تو اسے دینے کے لیئے کوئی جواب ہی نہیں ہے آمنہ! جو انسان آپ کے لیئے محض قربانیاں دیتا آیا ہو اس انسان کی ایک التجا کو آپ انکار کر دو تو زیادتی نہ ہوئی۔"

اس نے بھی اپنی آنکھیں رگڑی تھیں۔ لالہ رُخ نے قسم کھا رکھی تھی اسے ہر دفعہ رلانے کی۔

"اب میں سوچتا ہوں کہ بہت اچھا ہوا جو ہم کسی رشتے میں نہ بندھے۔ تم مجھ سے بہت بہتر ڈیزرو کرتی ہو۔ میرے جیسے کمزور اور بزدل شخص کا ساتھ تمہارے لیئے زیادتی ثابت ہوتا۔ میں آج ہمارے اس تعلق کی آخری ڈور بھی کاٹنے آیا ہوں۔ میں آج اس اندیکھی سی ڈور کو ختم کرنے آیا ہوں۔

اس رشتے سے آزاد ہونے آیا ہوں جو کبھی رشتہ بنا ہی نہیں تھا۔ ہاں ٹھیک ہے میں اس سے محبت نہیں کرتا۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ میں اسکے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ وہ مجھے اپنا عادی کر گئی ہے۔

اور جانتی ہو آمنہ۔"

اس نے مسکراتی نگاہیں اس پر نرمی سے جمائی تھیں۔

"عادتیں محبت سے زیادہ جان لیوا ثابت ہوتی ہیں۔"

چندپل ہر جانب گہری خاموشی تحلیل ہو کر فضا کو مزید سرد کر گئی تھی۔ وہ یک ٹک ایک دوسرے کی نگاہوں میں دیکھتے رہے۔۔ اگلا کوئی بھی لفظ ادا کیئے بغیر۔۔ گزرے ایام کی بہت گداز چاپ محسوس کرتے۔۔ پھر آمنہ ہلکا سا مسکرائی۔۔ نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔

"آپ بہت اچھے ہیں ارسل۔ آپکو اندازہ نہیں کہ آپ اس نرم دنیا کے لیئے کتنے زیادہ معصوم ہیں۔"

وہ اسکی بات پر چونکا تھا۔۔ لالہ رُخ نے بھی کبھی اسے یہی کہا تھا۔

"میں آپکی صاف گوئی کی قدر کرتی ہوں ارسل۔ میں آپکی محبت اور عزت کی ہمیشہ قدردان رہو گی اور ہاں۔۔ لالہ رُخ سے کہنا کہ آمنہ اسکی بہت شکر گزار ہے۔ آپکا خیال رکھنے کے لیئے میں ایک دفعہ اس سے مل کر اسکا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔۔ آپ اور وہ ساتھ بہت اچھے لگتے ہیں۔۔ میں صد ادا دعا کرو گی ارسل کہ آپ دونوں ایک ساتھ سلامت رہو۔۔ ایک دوسرے کا لباس رہو۔۔ میں دعا کرو گی۔۔ کیونکہ جو دوسروں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں، وہی دعائیں انکے حق میں پہلے قبول ہوتی ہیں۔"

وہ آہستہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔ ارسل کا دل دکھنے لگا۔ اسکی آنکھوں میں جمع ہوتے آنسوؤں کو وہ بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔ وہ پلٹی لیکن ٹھہر گئی۔۔ ایک پل کو چہرہ اسکی جانب پھیرا۔۔ اداس آنکھیں اگلے ہی پل مسکرائی تھیں۔۔ یہ اختتام تھا انکا۔۔ یہ انت تھا انکی کہانی کا۔۔

"آپ کو پتا نہیں ہے کہ آپ لالہ رخ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ اس حقیقت کو جھٹلانا چھوڑ دیں اور مان لیں کہ آپ اسے چاہتے ہیں۔۔ شاید پھر آپ کے لیئے سب کچھ اور بھی آسان ہو جائے۔۔ اللہ حافظ۔۔ چلتی ہوں۔۔"

اور پھر وہ اسکی جانب ایک آخری نگاہ ڈالے بغیر باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ جانتی تھی کہ وہ مزید رکی تو خود پر قابو نہیں رکھ پائے گی۔ ارسل بھی اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔۔ اور پھر آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ گلاس ڈور سے سجا ریستوران اب کہ مدھم زرد قہقہوں سے جگمگا رہا تھا۔۔ انکی محبت کا امین۔۔ گلاس ڈور ریستورینٹ۔۔ !

وہ گھر چلی آئی تب بھی خاموش ہی رہی۔ سب اس سے اسکے سسرالیوں کے بارے میں استفسار کر رہے تھے اور وہ محض ہاں ہوں میں سر ہلاتی سب کو جوابات دے رہی تھی۔ لیکن جب گھر والے اسکے بہت خاموش سے رویے کو محسوس کرنے لگے تو طرح طرح کے سوالات پھر شروع ہو گئے۔۔

وہ ایسی نہیں تھی۔۔

گھر میں داخل ہوتی تو بقول فرقان کے یوں لگتا تھا گویا "زلزلہ آگیا ہو"۔۔ وہ ایسی ہی تو تھی۔ زندگی سے بھرپور تباہ کاریاں کرتی ہوئی، قہقہے لگا کر سرمئی ماحول کو رنگوں سے سجا کر گزرتی ہوئی۔۔ اب ایسی کسی لڑکی کا کھنچا کھنچا سا رویہ دیکھ کر تو سوالات بنتے ہی تھے۔۔ اسفند نے ہی اسے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے پیچھے کیا۔۔ وہ خود کو اتنا بے بس اور کمزور محسوس کر رہی تھی کہ آرام سے اسکے پیچھے ہو گئی۔۔

"حد کرتے ہیں آپ لوگ بھی۔ وہ ابھی تھکی ہوئی آئی ہے اپنے گھر سے اور آپ لوگوں نے بوچھاڑ کر دی ہے سوالات کی! ابھی کچھ آرام کرے گی تو خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔۔ میں لے جا رہا ہوں اسے کوئی میرے پیچھے نہ آئے اور شور تو بالکل بھی نہیں ہونا چاہیئے۔۔"

اس نے اگلے ہی پل اسکا ہاتھ تھاما اور پھر اسے لیئے اپنے ساتھ زینے چڑھتا اوپر کی جانب بڑھ گیا۔
کمرے میں آتے ہی اس نے لالہ رُخ کا ستا ہوا اتھکا سا چہرہ بغور دیکھا تھا۔ وہ بھی خاموشی سے گردن
جھکائے کھڑی رہی۔

"بتاؤ گی یا نہیں۔۔؟"

اسفند نے ہولے سے پوچھا تھا۔ لالہ رُخ نے ضبط کے باعث دکھتے گلے سے بمشکل تھوک نکلاتا تھا۔ پھر
چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا جو فکر مندی سے سر جھکائے اسکے چہرے کو جانچ رہا تھا۔ وہ نم آنکھوں سے
مسکرا دی تھی۔۔ یوں لگامہ و سال پیچھے کی جانب بہنے لگے ہوں۔۔ دس سالہ زخمی لالہ رُخ اسکے سامنے
گردن جھکا کر بالکل یونہی کھڑی ہوئی تھی۔ اور وہ تب بھی تو اسے سب کے سوالات سے یونہی اپنی
ڈھال تلے بچا لایا تھا۔ اسفند کہاں بدلاتا تھا۔۔! اسفند تو وہی تھا۔۔

"ٹھیک ہوں میں۔۔"

اس نے کہا تو محض اتنا ہی۔۔

وہ اسے چند پل دیکھتا رہا۔

"تمہیں خود کے ساتھ بات کرنے کی ضرورت ہے لالہ۔"

اسفند کی نرم آواز ایک بار پھر سے اسکے آس پاس گونجی تھی۔ اس نے یکدم بازو آنکھوں پر رکھا اور پھر رو پڑی۔ اسفند چپ چاپ اسے دیکھتا رہا تھا۔

"لالہ۔۔ مجھ۔۔ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔۔"

اسے لگا اب اگر اس نے مزید خود پر ضبط کیا تو وہ سانس تک نہیں لے پائے گی۔ اسفند نے نرمی سے اسکا بازو آنکھوں سے ہٹایا تھا۔

"کیوں ہو رہی ہے تکلیف؟ بتاؤ مجھے۔۔"

وہ بہت سنجیدہ تھا۔ کس نے ہمت کی تھی اس کی لالہ کو تکلیف پہنچانے کی۔

"میں نے خود کو تکلیف پہنچائی ہے لالہ۔ میں نے اپنے ساتھ زیادتی کر دی ہے۔ میں نے کسی اور پر رحم کرتے ہوئے خود کو بے رحمی سے روند ڈالا ہے لالہ۔۔ میں کیا کروں۔۔ یہ قربانیاں اتنی بھاری کیوں ہوتی ہیں؟ مجھے لگ رہا ہے میں بہت بڑے بوجھ تلے ہوں۔۔ مجھے لگ رہا ہے میں ٹھیک سے اب اپنے قدموں پر کھڑی نہیں ہو پاؤں گی۔۔ میں نے خود کو بہت زخمی کر لیا ہے لالہ۔۔"

گیارہ سالہ لالہ رُخ اب تک اسفند سے کہہ رہی تھی کہ وہ تکلیف میں ہے۔ اسفند نے وہی کیا جو کئی سال پہلے کیا تھا۔۔

اس نے اسے کندھوں سے تھاما اور پھر ہلکے سے جھٹکے سے اپنی جانب متوجہ کیا۔

"قربانیاں بہت وزنی ہوتی ہیں رُخ۔ ہمارے پٹھانوں میں کہتے ہیں کہ یا تو قربانی دے کر سہنے کی ہمت رکھو یا پھر قربانی دو ہی نہ۔۔ میرا دوست جب قتل ہوا تھا ناں تو اس نے بھی اپنے گھر والوں کے تحفظ اور خوشیوں کے لیئے قربانی دی تھی۔ اس قربانی کا وزن زندگی بھر اسکے گھر والوں پر رہے گا۔۔ اگر تم میں ہمت نہیں تھی تو تمہیں یہ قربانی نہیں دینی چاہیئے تھی اور اگر۔۔"

وہ لمحے بھر کو دھیمی سر د آواز میں بولتے بولتے ٹھہرا رہا تھا۔ لالہ رُخ کے آنسو اپنی جگہ ہی ساکت ہو گئے تھے۔ وہ خوفزدہ ہوئی اسفند کے اگلے بے رحم الفاظ کا انتظار کر رہی تھی۔

"اگر تم نے یہ قربانی دینے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اسکا بوجھ بھی برداشت کرو۔ مجھے پتا ہے تم یہ کر لو گی۔۔"

اس نے اگلے ہی لمحے اسکے کندھوں سے ہاتھ ہٹائے تھے۔۔

"رولوا بھی جتنا بھی رونا ہے تمہیں۔۔ جتنے بھی آنسو جمع ہیں بہالو انہیں ایک ساتھ ہی۔۔ لیکن پھر اسکے بعد میں تمہیں اپنے فیصلوں پر پچھتا کر زندگی گزارتے ہوئے نہ دیکھوں۔۔"

وہ اگلے ہی پل پلٹا تھا اور دروازہ کھولتا باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ وہ خالی خالی سی کھڑی رہ گئی تھی۔ وہ ارسل نہیں تھا کہ آگے بڑھ کر اسکے آنسو صاف کرتا یا اس سے پوچھتا کہ وہ کیوں رو رہی ہے۔ اس نے کئی سالوں تک اسکی تربیت کی تھی۔ جیسی تو وہ جانتا تھا کہ جو کچھ بھی ہو گا رُخ اسے سہہ لے گی۔۔

تاریکی میں ڈوبے کمرے میں کھڑی۔۔ خود بھی اسی تاریکی کا حصہ لگتی لالہ رُخ میں اگلے ہی پل بہت ہمت بھر گئی تھی۔ رگوں میں خون یکدم تیزی سے گردش کرنے لگا تھا۔ اس نے پلٹ کر ڈریسنگ روم کا دروازہ کھولا اور پھر واش بیسن پر جھک کر پانی کے چند چھینٹے خود کے چہرے پر مارے۔۔ گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کیا۔۔ وہ ٹھیک نہیں تھی۔۔ لیکن اسے پتا تھا کہ وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گی۔۔

روشنی تلے بھیگتی، ایک لڑکی اپنا سنہری سا عکس سامنے لگے آئینے میں خاموشی سے تک رہی تھی۔

رات کے اسی پہر، شہر کے دوسری جانب۔۔ ارسل بہت آہستگی سے تہہ خانے کے زینوں کو عبور کرتا قدم قدم اتر رہا تھا۔۔

اس نے آگے بڑھ کر لائٹ بورڈ پر ہاتھ مارا تو تاریک تہہ خانہ روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ اس نے ایک نگاہ پھپھو کی آخری پینٹنگ پر ڈالی تھی۔۔ پھر اسکے ساتھ چھوٹے سے اسٹول پر رکھی لالہ رُخ کی پینٹنگ کو دیکھا تو دھیرے سے مسکرا دیا۔۔

اسکی پینٹنگ بھرپور طریقے سے اسکی لاؤبالی اور جذباتی طبیعت کی عکاسی کر رہی تھی۔ وہ آہستہ سے پنچوں کے بل، عین اس پینٹنگ کے سامنے بیٹھا تھا۔ اگلے ہی لمحے اس کے سامنے لالہ رُخ کا عکس لہرایا۔۔ آج دوپہر ہی تو وہ اس سے باہر لاؤنچ میں ٹکرائی تھی۔۔ اور جو وہ اسے دیکھ کر ٹھہر گیا تھا۔۔ اسکے رخساروں پر جا بجا رنگ لگا ہوا تھا۔۔ پاگل لڑکی۔۔ اندازہ ہی نہیں تھا اسے کہ وہ خود کس قدر رنگین سی تھی۔۔ اسکی خالی سی زندگی کو رنگوں سے آشنا کروا گئی تھی۔۔

وہ اٹھا اور پھر اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ تہہ خانہ آج پھپھو کی خوشبو کے علاوہ لالہ رُخ کی خوشبو سے بھی مہک رہا تھا۔ وہ زینے چڑھتا اپنے کمرے میں چلا آیا تو لمحے بھر کو وہیں دروازے میں رک بھی گیا۔۔

یہ کمرہ اسے کبھی اتنا خالی نہیں لگا تھا۔۔

آج اس کمرے کی ساری چمک ماند تھی۔۔

کھڑکی سے جھانکتی چاندنی۔۔ بھی اداس تھی۔۔ چلتی ہوا کے جھکڑ بھی کوئی سرگوشی نہیں کر رہے تھے۔۔ اس نے بیڈ پر نگاہ ڈالی۔۔ شادی کی پہلی رات کسی واضح یاد کی طرح لہرائی تھی۔۔ کیسے وہ اس سے لڑ رہی تھی۔۔ جانے کب وہ اس سے لڑتے لڑتے۔۔ اسکے لیئے لڑنے لگ گئی تھی۔۔

وہ آہستہ سے چلتا ہوا آگے آیا اور پھر اپنے صوفے پر ہی دراز ہو گیا۔ پھر بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔۔ اسے لالہ رُخ رات کے اس پہر بہت یاد آئی تھی۔۔ میمنہ ہماری جھانسی کی رانی کو پسند کرنے لگا تھا۔۔ اگر جو اسے پتا چل جاتا کہ وہ صرف اسے پسند نہیں کرتا تھا۔۔ بلکہ۔۔ بلکہ وہ تو۔۔ لیکن پھر اگر اس پر اتنی جلدی اور اک ہونے لگتے تو وہ ہمارا میمنہ کیسے رہتا بھلا۔۔؟ وقت نے اس کے لیئے اپنا فیصلہ محفوظ کر لیا تھا۔۔ لیکن جلد یا بدیر اسے اس فیصلے سے آگاہی دے ہی دی جانی تھی۔۔ !

شمیشے میں عکس دیکھتی لڑکی اور یاد کے لہراتے اوراق میں کھوتا لڑکا۔۔ دونوں ہی اپنی جگہ درست تھے۔۔ دونوں ہی۔۔ اپنی جگہ۔۔ ثابت تھے۔۔ کیا ہوا جو ایک مضبوط اور دوسرا کمزور تھا تو۔۔؟ کیا

تمہیں نہیں لگتا کہ انکا ساتھ جوڑا ہی اسی لیئے گیا تھا کہ وہ کمزوری اور مضبوطی کے ہر تقاضے پر پورا اتر کر تے تھے۔۔ سوچو۔۔ شاید تمہیں جواب مل جائے۔

اگلی صبح خان ہاؤس پر پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتی دمکتی اتر رہی تھی۔ مہانوں کی آمد آمد تھی۔ گھر میں قہقہوں اور اشتہا انگیز کھانوں کی خوشبو ہر سوبکھری رہنے لگی تھی۔ کچھ لوگ گھر کو زرد قمقموں سے سجا رہے تھے، کئی کزنز ایک ساتھ لاؤنج میں براجمان ایک دوسرے پر جملے کستے ہنس رہے تھے، زینوں پر کھڑیں فاطمہ، لالہ رُخ سے سب کے کپڑے استری کروانے کو کہہ رہی تھیں۔۔ زینوں کے دوسری جانب سے رامش، گل کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ اس نے یقیناً اسکے وہ گلابی رنگ کا بھالو چر لیا تھا اور اب رامش وہ بھالو کسی حال میں اس سے واپس لینا چاہتا تھا۔

رامین کو اب کمرے سے نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔۔ اور شکر تھا خدا کا کہ اسفند اپنے خطرناک ارادوں سے باز تھا۔ نہیں تو کسی کی مجال تھی کہ اس سر پھرے کو روک سکے۔۔ فرقان نے اسے سخت سی تنبیہ بھی کی تھی جس پر وہ پہروں دل کھول کر ہنسا تھا۔ ایک تو یہ فرقان لالہ بھی نا۔۔ بس فرقان لالہ ہی تھے۔۔ انہیں اپنی روایات کی پاسداری کا بہت خیال رہتا تھا۔ وہ رکھ رکھاؤ والے سخت قسم کے

پٹھان واقع ہوئے تھے۔۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ ان روایات کی جڑیں تک ہلا دینے والا بھائی قدرت نے انکی قسمت میں لکھ دیا تھا۔۔ جو کام نہیں کرنے والا ہوتا تھا وہی اسفند کو کرنا تھا۔۔! انکا بس چلتا تو اسے شادی ہو جانے تک گھر سے باہر ہی نکال دیتے لیکن ہک ہاہ۔۔! ماموں اور فاطمہ مامی کی موجودگی میں ایسا کچھ بھی ممکن نہیں تھا۔۔

سر دسی خوبصورت شام گھر آئی تو سب ہی اپنی اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ آج مہندی تھی۔۔ کل بارات اور پھر پرسوں ولیمہ۔۔ گھر کی دیواروں پر لٹکائی گئیں زرد روشنیاں روشن کر دی گئیں۔۔ ہر شے پر سونے کا عکس چڑھا معلوم ہوتا تھا۔۔

لان میں مہندی کا انتظام کیا گیا تھا۔ لالہ رُخ، گل، فاطمہ اور رامین نے زرد رنگ ہی کے جوڑے زیب تن کر رکھے تھے۔ فاطمہ شنیل کا کڑھائی والا جوڑا پہنے، بالوں کو نفیس جوڑے میں قید کیئے، کانوں میں ڈائمنڈ کے ٹاپس ڈالے خاصی باوقار اور خوبصورت لگ رہی تھیں۔ رامین کے زرد فراق کے ساتھ گلابی چوڑی دار پجامہ تھا۔ لالہ رُخ اور گل کا فراق بھی اسی طرز کا تھا لیکن انکے پجاموں اور دوپٹوں کے رنگ فرق تھے۔۔ بالوں کو چوٹی میں گوندھے، میک اپ اور جیولری پہنے وہ دونوں بہت پیاری لگ رہی تھیں۔۔

مردوں نے خاص طور پر سفید کرتا زیب تن کر رکھا تھا۔ اسکے سسرالی بھی وقت پر چلے آئے تو وہ بھی ان کی جانب چلی آئی۔۔ دادی اسے ساتھ لگا کر پیار کر رہی تھیں، سمیرا اسکی بلائیں لیتی اسے نظر بد سے حفاظت کی دعا دے رہی تھیں اور رمشہ اسے بہت پر جوش سی گلے لگا رہی تھی۔ اس نے دروازے کی جانب نگاہ ڈالی لیکن جواب نہ ارد۔۔ ارسل افگن تو شادی میں آیا ہی نہیں تھا۔۔ اسے جانے کیوں مایوسی ہوئی۔۔ تین دن ہو گئے تھے میمنے کو دیکھے اور اب وہ اسے بہت یاد آرہا تھا۔۔

"ارسل نہیں آئے رمشہ۔۔؟"

"جی بھابھی۔۔ وہ بھائی کہہ رہے تھے کہ آفس کا کچھ اہم کام تھا تو وہ مہندی میں نہیں آسکتے۔۔ انکی جگہ بابا آسکتے تھے تو پھر ہم بابا کے ساتھ ہی آگئے۔۔ وہ شاید کل آئیں۔۔ بارات میں۔۔"

اس نے بمشکل مسکرا کر سمجھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا اور رمشہ کو لیئے اسٹیج کی جانب بڑھ گئی۔ پیچھے کرسیوں پر دادی اور سمیرا کے ساتھ فاطمہ بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ وہ خاندان کی عورتوں سے بھی لالہ رُخ کی ساس اور دادی ساس کو متعارف کروا رہی تھیں۔۔

اسفند اور رامین کو اسٹیج پر لا کر ساتھ بٹھایا گیا تو ہر جانب گویا روشنیاں اتر آئیں۔ اسفند بھرپور طریقے سے مسکرا رہا تھا اور ساتھ بیٹھی رامین، لالہ رُخ کے کسے گئے کسی جملے پر ہنس رہی تھی۔ اسفند کو صرف ایک ہی ٹکڑ دے سکتی تھی اور وہ تھی رُخ۔۔ اور ابھی وہ اسے ٹکڑ دے بھی رہی تھی۔۔ کزنز آس پاس گھیرا بنائے کھڑے ہنس رہے تھے۔۔ فرقان لالہ بھی رسم کرنے اسٹیج پر چڑھے تو اسکی باتوں پر قہقہہ لگا کر ہنسنے بغیر نہ رہ سکے۔۔

وہ ہنساتی رہی۔۔ ہنستی رہی۔۔ دل مزید بوجھ تلے دبنا رہا۔۔

رات کو اپنے کمرے میں سنگھار آئینے کے سامنے براجمان وہ خالی خالی نگاہوں سے خود کا عکس تک رہی تھی۔۔ کیوں نہیں آیا تھا ارسل؟ کیا وہ اسکا سامنہ کرنے سے کترار ہا تھا۔۔ کیا وہ اسے جواب دینے سے پہلو تہی کر رہا تھا۔۔ کیا وہ اس سے اتنا بیزار تھا کہ اسکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا!

بہت سے سوال اسکا دل زخمی کرتے جا رہے تھے۔ کیا کیا سوچا تھا اس نے کہ اسفند لالہ کی شادی میں کتنا خوش ہوگی وہ۔۔ لیکن اب۔۔

اس نے گہرا سانس لے کر سر نفی میں ہلایا تھا۔ جو انسان سوچے ویسا تو کبھی ہوا ہی نہیں کرتا تھا۔ ہمیشہ اسکے برعکس ہی قدرت کچھ طے کیئے رکھتی تھی۔ اس نے سنگھار آئینے کے سامنے اٹھ کر اپنے ماتھے پر لگاٹکا اتار کر سامنے رکھ دیا تھا۔ اب وہ آہستہ آہستہ اپنی جیولری اتار کر رکھتی جا رہی تھی۔

اگلے دن بارات تھی تو ماحول میں اور بھی رش بڑھ گیا تھا مہمانوں کا۔ شور، ہنگامہ۔۔ گھر میں دوڑتے ہوئے بچے۔۔ ہنستے ہوئے، چل پھر کر کھاتے ہوئے لوگ۔۔ وہ بلاشبہ شادی کا گھر ہی لگ رہا تھا۔ اب بارات چونکہ انہی کے گھر سے جانی تھی تو انہیں ہال کے لیئے جلدی نکلتا تھا۔۔ سرشام ہی ایک ہنگامہ مچ گیا تھا۔۔ رامین تو گل کے ساتھ مغرب میں ہی پارلر جا چکی تھی۔ اس نے فاطمہ کے ساتھ رہ کر مہمانوں کو سنبھالنا تھا۔ سو وہ نہیں گئی۔۔

"امی میرا کرتا کہاں گیا۔۔؟"

رامش اوپر ریلنگ سے جھانک کر چیخا تھا۔

"وہیں کمرے میں استری کر کے لٹکایا ہے میں نے۔۔ دھیان سے دیکھو۔۔"

نیچے سے فاطمہ کی مصروف سی آواز سنائی دی تھی۔۔

"لالے میرا ویسٹ کوٹ کدھر رکھا ہے تم۔۔؟"

مہمانوں کے رش میں اسفند کی دبی دبی آواز اسے سنائی دی تھی۔ وہ جلدی سے آگے بڑھی اور اسے اسکا ویسٹ کوٹ ڈھونڈ کر دیا۔ اب جنید کے جوتے نہیں مل رہے تھے۔

"ہزار دفعہ کہا ہے کہ وقت پر چیزیں سنبھال کر رکھا کرو لیکن مجال ہے جو تم سنبھال لو کچھ۔۔ اب اتنے رش میں کیا ملے گا تمہیں۔۔"

فاطمہ نے جھنجھلا کر جنید کو گھر کا تھا۔ وہ سب مہمانوں کے سامنے بنتی درگت پر روہانسا ہو گیا تھا۔ لالہ رُخ نے گہرا سانس لیا اور پھر اسکے جوتے ڈھونڈنے میں جت گئی۔۔ آہستہ آہستہ سب اپنی تیاریاں مکمل کر کے ہال کے لی مئے نکلنے لگے۔ فاطمہ اور افغان کو بھی بھیج دیا تھا اس نے۔۔ ارمغان بتایا اور فرقان لالہ بس اپنی گاڑی میں نکلنے ہی والے تھے۔ اسفند بھی اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔

"تم کب تیار ہو گی لالہ رُخ؟ دیر ہو جائے گی"

اس نے اپنے کپڑے تو پہن لیئے تھے لیکن ابھی چہرہ ویسے ہی سادہ تھا اور بال کھلے ہو کر کمر پر گرے ہوئے تھے۔

"آپ جائیں لالہ۔۔ میں ڈرائیور کے ساتھ آ جاؤنگی۔۔ آپکو دیر ہو رہی ہے۔۔ میں بس تھوڑی دیر میں آتی ہوں تیار ہو کر۔۔"

اسفند نے اسکی بات سن کر سر ہلایا تھا۔ پھر اپنی سچی ہوئی گاڑی نکال لے گیا۔ آج تو بات بھی ایک ہی گھر سے تھی اور رخصتی بھی۔۔ اسی لیئے انہیں کوئی پریشانی نہیں تھی کیونکہ لڑکے اور لڑکی والے تو وہ خود ہی تھے۔۔

رُخ بھی جلدی سے زینے چڑھتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اس نے آج گھرے مہرون رنگ کا فراک زیب تن کر رکھا تھا۔ فراک کا گلا اسکی گردن تک بند تھا۔۔ گردن تک بند گلے پر سنہرے موتیوں سے سچی کڑھائی جگمگا رہی تھی۔ چوڑی دار سنہری ہی پجامہ پہنے وہ جلدی جلدی میک اپ کر رہی تھی۔۔ پھر سب سے آخر میں مسکارے کو بہت احتیاط سے سیاہ پلکوں پر سجانے لگی۔۔ اسکا سنہرا اکامدار دوپٹہ بیڈ پر سلیقے سے رکھا ہوا تھا اور اب وہ بالوں کو آگے کیئے ان میں تیزی سے برش چلا رہی تھی۔۔

اس نے ایک بھاری جھمکا اٹھا کر کان میں ڈالا لیکن جیسے ہی ہاتھ بڑھا کر دوسرا جھمکا اچکنا چاہا تو سنگھار آئینے سے انگلیاں ٹکرا گئیں۔۔۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔۔۔ ابھی تو یہیں تھا۔۔۔ اس نے بالوں کو ایک طرف ڈالا ہوا تھا اور اپنا جھمکا زین پر ڈھونڈتی وہ کمرے سے باہر چلی آئی تھی۔۔۔

گھر مہمانوں سے خالی ہو چکا تھا اور اب ہر جانب خاموشی پھیل گئی تھی۔۔۔ وہ واپس کمرے کی جانب پلٹی۔۔۔ خالی کان کی لو اب تک ہاتھ سے تھام رکھی تھی۔۔۔ یکایک وہ کمرے کا دروازہ بند کرتی جیسے ہی مڑنے لگی کسی نے اپنا جو تادروازے میں اٹکایا تو وہ یکدم پیچھے ہٹی۔۔۔ لو کو چھو تا ہاتھ دروازے کی جانب بڑھا لیکن کوئی پہلے ہی اسے کھول کر اندر داخل ہو رہا تھا۔۔۔

"کیا یہ ڈھونڈ رہی ہیں آپ۔۔۔؟"

سفید کرتا شلواری میں ملبوس، سیاہ ویسٹ کوٹ پہنے، بالوں کو پیچھے کی جانب جمائے، بھوری آنکھوں سے مسکراتا ہوا وہ اسی سے مخاطب تھا۔۔۔ اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔۔۔ اسے ارسل کو یہاں اس وقت دیکھنے کی امید نہیں تھی۔۔۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟"

اس نے اگلے ہی پل جلدی سے اپنا رخ موڑا تھا۔ پھر بیڈ پر رکھا دوپٹہ اٹھا کر کندھے پر ڈالنے لگی۔ چہرہ سنجیدہ بنالیا۔ وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھ آیا تھا۔ پھر انگلیوں میں تھاما جھمکا اسکی نگاہوں کے سامنے کیا۔

"یہ لوٹانے آیا ہوں۔"

"ادھر دیں مجھے۔"

اس نے جھمکالینے کے لیئے ہاتھ بڑھایا تو ارسل نے اپنا ہاتھ سر کے اوپر بلند کر لیا۔ وہ ایڑیاں اونچی کی جھمکالینے کی سعی میں اسکے قریب چلی آئی تھی۔

"یہ مزاق کا وقت نہیں ہے ارسل۔ میرا جھمکا مجھے واپس دیں۔"

اس نے دانت کچکچائے تھے۔ وہ محظوظ ہوا۔ پھر اسکی آنکھوں میں جھانکا۔

"اور اگر میں واپس نہ کروں تو۔؟"

"تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا پھر۔"

"تمہیں اب بھی لگتا ہے کہ تم سے برا کوئی ہو گا۔؟"

اس نے بہت حیرت سے پوچھا تھا۔ لالہ رُخ جو اسکے سینے پر ہاتھ رکھے، اونچی ہوئی جھمکالے رہی تھی
یکدم ٹھہری۔۔ قہر آلود نگاہوں سے اسے گھورا۔۔

"آپ ہیں ناں۔ کسی اور کی کیا ضرورت بھلا۔۔؟"

"میں براہوں۔۔؟"

اسکے ایسے پوچھنے پر وہ ایک پل کو پگھلی تھی۔ بھوری معصوم آنکھیں اس پر جمائے وہ استفسار کر رہا تھا۔
اسے اگلے ہی پل اندازہ ہوا کہ وہ اسکے قریب کھڑی ہے۔ یکدم اسکی ایڑیاں توازن قائم نہ رکھ سکیں
اور اس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہو جاتی۔۔ ارسل نے اسکے غیر متوازن ہوتے وجود کو جلدی سے تھاما
تھا۔۔

"دیکھو۔۔ گرنے سے بچا لیتا ہوں تمہیں۔۔ اب بھی براہوں کیا۔۔؟"

مسکراہٹ دبا کر تپاتے ہوئے پوچھا تو اس نے اسے اگلے لمحے خود سے دور ہٹایا تھا۔ وہ ہنستا ہوا پیچھے ہٹا۔۔
اس نے غصے میں پہنا جھمکا بھی اتارنے کے لیئے ہاتھ اونچے کیئے تو وہ جلدی سے قریب چلا آیا۔
تابع داری سے ہتھیلی اسکے سامنے پھیلائی۔۔ اسکی کشادہ ہتھیلی پر لالہ رُخ کا جھمکا پڑا تھا۔ اس نے آہستہ

سے ہاتھ نیچے کیئے اور پھر سنگھار آئینے میں نظر آتے اسکے عکس کو خفگی سے دیکھا۔۔ جیسے ہی ہاتھ بڑھا کر جھمکا لینا چاہا تو وہ مٹھی بند کر گیا۔۔

"جواب دینے آیا ہوں تمہیں۔ کیا کچھ وقت مل سکتا ہے مجھے۔۔؟"

اسکے کان کے قریب بہت ہلکی سی سرگوشی ابھری تھی۔ رُخ کا دل کہیں اندر ڈوب کر ابھرا۔۔ یہ دل تو بہت پہلے سے خوفزدہ تھا۔۔ اندر جڑ پکڑتے خوف نے جیسے ہی اسکی سیاہ آنکھوں کو چھو اتوار سل نے شرارت کا ہر ارادہ ترک کر دیا۔۔

"م۔۔ مجھے آپکا ہر جواب قبول ہو گا۔"

اس نے گردن جھکا کر خود کو کہتے سنا تھا۔ وہ مسکرایا۔۔ پھر مٹھی میں بند جھمکا انگلیوں میں تھاما۔۔ اسکی گردن پر گھر آئے بال پرے ہٹائے۔۔ کان کی لو ہلکے سے تھامی اور جھمکا اس میں ڈال کر مسکراہٹ دباتا پیچھے ہٹ گیا۔ لالہ رُخ سانس روکے دیکھ رہی تھی اسکے عکس کو سنگھار آئینے میں۔۔ وہ کوئی چھوٹا بچہ تھا جسکی شیریں خواہش پر وہ اسے کسی بڑے کی طرح خفا ہو کر دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ کیا طریقہ ہے! کیوں تنگ کر رہے ہیں آپ مجھے؟ آزاد تو کر دیا ہے میں نے آپکو، آپکے ہر فیصلے میں! پھر اب کیا مصیبت آگئی ہے کہ آپ میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہے! دیکھیں مسٹر ارسل افگن۔۔ میں آمنہ نہیں ہوں جو چپ چاپ آپکو کسی کا بھی ہوتا ہوا دیکھ لوں گی۔ میں نے جو فیصلہ کیا ہے خود پر بہت ضبط کر کے کیا ہے لیکن آپکا یہ بچکانہ رویہ میری سمجھ سے اب باہر ہوتا جا رہا ہے۔۔ ابھی کہ ابھی میرے سامنے سے چلے جائیں نہیں تو میں اپنا ارادہ بدل لوں گی اور چھین لوں گی آپکو ہر انسان سے۔۔ جائیں ابھی کہ ابھی آپ اور ایک بات اور، مجھے انڈر ایسٹیمیٹ مت کیجیئے گا کیونکہ آپ ابھی مجھے جانتے نہیں ہیں میں س۔۔"

"میں آپکے ساتھ رہنا چاہتا ہوں رُخ۔۔"

اور وہ جو طیش میں ابلتی تیزی سے بولتی جا رہی تھی یکدم ساکت ہوئی۔ آنکھیں پوری کھول کر ارسل کو دیکھا۔۔ مسکارے سے سچی آنکھیں اگلے ہی پل بھگنے لگی تھیں۔۔

"کیا کہا آپ نے؟"

اس نے بے یقینی سے بس یہی پوچھا تھا۔ وہ تھک کر مسکراتا ہوا اسکی جانب بڑھ آیا۔ اور اس دفعہ وہ پیچھے نہیں ہٹی تھی۔۔ وہ اس لمحے کو کسی سحر کی مانند اگلے ہی پل بکھر کر غائب ہوتا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔۔

"میں چاہتا ہوں آپ مجھ پر قابض رہیں۔ میں چاہتا ہوں جھانسی کی رانی اپنے مہینے کو کسی بھی دوسرے کے حوالے نہ کرے۔ کیونکہ دوسرے اسے ویسا نہیں سمجھتے جیسا یہ لڑکی سمجھتی ہے۔۔"

وہ چند پل بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھتی رہی تھی اور جیسے ہی اسکی سیاہ آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تیرنے لگی تو اس سل گہبرا گیا۔۔ جلدی سے ہاتھ اٹھا کر اسے رونے سے روکا۔۔

"کیوں اتنی اچھی تیاری کا بیڑہ غرق کرنے پر تلی ہوئی ہو۔۔؟ پہلے ہی مجھے سوچ سوچ کر ہول اٹھ رہے ہیں کہ اس ڈھائی کلو کے میک اپ کو لگانے میں تمہیں کتنا عرصہ لگا ہو گا۔۔ اب اسے بھی خراب

کر کے بھوت بن کر شادی میں جانے کا ارادہ ہے تمہارا؟ دیکھو مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں تمہارے پھیلے ہوئے مضحکہ خیز مسکارے سے لیکن لوگ کیا کہیں گے؟ میں تو تمہارے اجرے، گھونسلے جیسے بالوں اور حلقوں میں ملفوف آنکھوں کے ساتھ بھی جاسکتا ہوں۔"

وہ جو رونے کی بھرپور تیاری کر رہی تھی یکدم ہی ہنس دی۔ پھر چہرہ اٹھا کر بمشکل آنسو گرنے سے روکے۔ گہرے گہرے سانس لے کر اندر اٹھتے بوںچھال کو قابو کرنا چاہا لیکن اسے رونا آئے جا رہا تھا۔

"زہر لگتے ہیں آپ مجھے ارسل۔۔ زہر۔۔!"

"بالکل۔۔ اسی زہر کے لیئے کیسے کیسے معرکے سر کیئے ہیں تم نے۔۔ نہیں؟"

اسکی اس چوٹ پر لالہ رُخ نے اسکے کندھے پر بھرپور دھپ رسید کی تھی۔ نازک میمنہ بلبلا یا تھا۔

"آپ اپنی ان دہشت گردیوں سے باز آجائیں۔۔ شوہر کا درجہ دیں مجھے۔۔"

وہ اب ہنستی جا رہی تھی۔۔ گردن پیچھے پھینک کر۔ پھر انگلی کے پوروں سے پلکوں پر ٹھہرے آنسوؤں کو بمشکل صاف کرتی ارسل کی جانب دیکھنے لگی۔ وہ بھی آسودگی سے مسکراتا ہوا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"میں ڈر گئی تھی۔۔"

"جانتا ہوں۔۔"

اس نے اسکے چہرے پر گھر آئی لٹ کر کان کے پیچھے اڑسی تو وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"مجھے لگا میں کھو دوں گی آپکو۔۔"

"مجھے بھی یہی لگا تھا۔۔"

وہ دونوں اب دھیمی سی سرگوشی میں اعتراف کرتے جا رہے تھے۔ انا کی ساری دیواریں پگھل کر درمیان سے گرتی جا رہی تھیں۔ گھٹن کم ہونے لگی تھی۔۔ سانس کھل کر آ رہا تھا۔۔

"میں آپکو کھونا نہیں چاہتی تھی۔۔"

اور بہت ضبط کے باوجود بھی ایک آنسو ٹوٹ ہی گیا تھا اسکی آنکھ سے۔ آواز بھرا گئی تھی۔۔ ارسل نے انگوٹھے سے اسکا آنسو صاف کیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے اسکا چہرہ تھاما۔۔ اپنا ماتھا اسکے ماتھے کے ساتھ ٹکا دیا۔۔ دونوں آنکھیں موندے بالکل چپ ہوئے کھڑے تھے اب کہ۔۔ انکی خاموشی ہر لفظ پر بھاری ہونے لگی تھی۔۔

"مجھے لگا تھا آپ مجھے چھوڑ دیں گے۔۔"

اس نے آنکھیں کھول کر ارسل کو دیکھا تھا۔۔ وہ بھی نم آنکھیں لیئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ ماتھے اب تک ایک ساتھ ٹکے ہوئے تھے۔۔

"تم نے مجھے باندھ دیا تھا رُخ۔۔ تمہیں کیسے چھوڑ سکتا تھا میں۔۔؟"

"آپ وعدہ کریں آئندہ مجھے چھوڑ کر جانے کی بات کبھی نہیں کریں گے۔۔"

اس نے اس پگھلتے لمحے میں اس سے وعدہ مانگ لیا تھا۔۔ بھلا وہ انکار کیسے کر سکتا تھا۔۔ مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔۔

"میں تمہیں کہانی سناؤنگا۔۔ شیر اور اس عجیب الخلق انسان کی۔۔"

اب وہ دونوں ہی نم آنکھوں کے ساتھ ہنس رہے تھے۔ ماتھے سے ماتھا ٹکائے۔۔ آسودگی سے سمٹے ہوئے۔۔

"اور میں آپکے لیئے ہر اس ہاتھ سے لڑونگی جو ظلم کے لیئے آپکی جانب بڑھے گا۔ میں آپکی حفاظت کرونگی ارسل۔۔"

سنہری قیموں سے سجے گھر میں جیسے ہر جانب پریاں اتر آئی تھیں۔ وہ پریاں اپنے ساتھ آنے والی ساعتوں کی خوشبو بھی چرائی تھیں۔۔ وہ دونوں بھی گزرتے وقت سے بے نیاز ایک دوسرے سے ساتھ نبھانے کے وعدے کر رہے تھے۔۔

"لالہ رُخ۔۔ اگر ہم نے اور دیر کی ناں تو اسفند لالہ گھر ہی آجائیں گے اور تمہیں تو کچھ نہیں لیکن وہ مجھے ضرور جان سے مار دیں گے۔۔"

وہ ہنستی ہوئی اس سے الگ ہوئی تھی۔ پھر اس نے پلٹ کر اپنا چہرہ سنگھار آئینے میں دیکھا تو دنگ رہ گئی۔ اسکا چہرہ گلنار ہوا جا رہا تھا۔۔ یا اللہ۔۔ وہ کب سے ایسی لگ رہی تھی۔۔

"جی آپ کب سے سیب جیسے گالوں والی پٹھانی لگ رہی ہیں۔۔ اب چلیں جلدی۔۔ ویسے میں سوچ رہا تھا کہ ہمیں اپنی شادی دوبارہ کرنی چاہیئے نہیں؟ پچھلی میں تو اتنی لڑائیاں ہوئی ہیں کہ الامان!!"

"اور آپ کو لگتا ہے کہ اس دوبارہ والی شادی کے بعد لڑائیاں نہیں ہوا کریں گی۔۔؟"

لالہ رُخ نے محظوظ ہو کر پوچھا تھا۔ ارسل نے خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔۔

"کیا میں اپنا فیصلہ واپس لے سکتا ہوں۔۔؟"

لیکن وہ اس کے سوال پر اسے ہاتھ سے پکڑے باہر کی جانب لا رہی تھی۔ ساتھ ہنس بھی رہی تھی۔۔ خاموش پڑے گھر میں اس کے زندگی سے بھرپور قہقہے گونجنے لگے تھے۔۔

"اب آپ کسی بھی فیصلے کو واپس لینے کا حق کھو چکے ہیں ارسل جی۔۔"

وہ اسے چڑا رہی تھی۔ ارسل نے خفا بھوری آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"میرے پاس میری یونیورسٹی میں پڑھتی لڑکیوں کے نمبرز اب تک موجود ہیں۔"

وہ اب دور ہوتے جا رہے تھے۔ انکی باتیں سرگوشی کی صورت سنائی دینے لگی تھیں۔ لالہ رُخ اسے اب انگلی اٹھا کر چلتے ہوئے دھمکارہی تھی اور وہ مسکراہٹ دبائے اسکی دھمکی سن رہا تھا۔ اسے اب یہ دھمکیاں ساری زندگی ہی سنتے رہنی تھی۔

مہرون رنگ کے فراق میں ملبوس، سیاہ بالوں والی لڑکی اور اونچا سا پیارا لڑکا۔ ایک دوسرے کے ساتھ دور سے دیکھنے پر بھی بہت مکمل۔ بہت اچھے لگتے تھے۔ انکی کہانی کا آغاز ہوا چاہتا تھا۔ انکی سنہری، پیاری اور کیوٹ سی کہانی کا آغاز۔ جس کا ایک کردار چنگیز خان کے لشکر کا آخری سپاہی تھا۔ تو دوسرا۔ اپنے قلعے میں رہتا ایک معصوم سا ڈرپوک شہزادہ۔ قدرت نے کیا خوبصورت بُنائی سے کام لیا تھا انکی جوڑی میں۔

Novels Hub

دھنکاز قلم رابعہ خان

وقت کی دھول ہوتی صدیوں میں جو گزر گیا تھا اور گزرنا باقی تھا۔۔۔ سب کچھ ایک کھلی کتاب میں درج تھا۔۔۔ بس اس کتاب کے ہر صفحے کے پلٹتے ہی زندگی پلٹ جایا کرتی تھی۔۔۔ جیسے ارسل اور لالہ رُخ کی پلٹ گئی تھی۔ ایک دوسرے کے ساتھ سے۔۔۔ !!

ختم شد۔۔۔